
برھو کر تمھارے لیئے کوئی معلم نہین ہوسکتا

الفاروق

یعنے

رت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ثانی کی

سوانح عمری و حالاتِ خلافت

مؤلفہ

ج الدین احمد اڈیٹر سر موثر گزٹ وغیرہ

بلا بی سادھو ہوہ باہتمام منشی محمد بلال صاحب

سنہ ۱۸۹۲ء

بحضور عالی

آصف جاہ مظفر الممالک نظام الدولہ حضرت میر محبوب علیخان
جی سی ایس - آئی - آصف جاہ سادس پادشاہ حیدرآباد دکن
خلد اللہ سلطنتہم

ب اور انکسار کے ساتھ اوس بزرگ اسلامی ہیرو کی لیف جو
ہون کے واسطے سب سے عمدہ ہدایت نامہ ہوسکتی ہے باسم گرامی حضور
بغرض اظہار شکریہ
نیون کے جو مسلمانان ہندوستان پر عموماً اور مدرستہ العلوم
ن واقعہ علی گڈھ پر خصوصاً حضور کی سلطنت نے فرمائی ہین
بامید قبولیت معنون کرتا ہون - (ہیچمیرز مؤلف)
سلطنت کی ایک خاص دلچسپ کیفیت بھی اس کتاب کو پادشاہ
معنون کرنے کی محرک ہوئی ہے کہ پادشاہ وقت خاندان سادات
اور مدار المہام دولت عالی ہز اکسلنسی نواب محمد مظہر الدین خان
بشیر الدولہ عمدۃ الملک اعظم الامرا امیر اکبر سر آسمان جاہ بہادر
کے سی - ایس - آئی
فاروقی سے ہین جس سے خلافت راشدہ کا وہ پاک زمانہ جب کہ
یق اکبر خلیفہ رسول اللہ اور حضرت فاروق اعظم اون کے وزیر
اور مشیر تھے یاد آجاتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ وعذرِ مولف

شاید اس امر کی جواب دہی میرے ذمہ ہو کہ مین نے خلفاء راشدین مین سے حضرت عمرؓ کو اون کے حالات لکھنے کے واسطے کیون منتخب کیا ہے سب سے اول تو اِس کا جواب وہ خاص واقعات اور حالات دین گے جو مجھ کو پیش آئے اور جو مجھ کو اپنی استعداد سے بڑھ کر ایک ایسے بزرگ کام کے اختیار کرنے کی ترغیب دینے کا باعث ہوئے ہین اور جن کے لحاظ سے میرے اس کام کو اختیار کرنے کا نام انتخاب نہ رہے گا۔ لیکن ہمارے زمانہ کے اسلامی مورخ نے خلفاء راشدین مین سے اگر حضرت عمرؓ ہی کو ہیرو منتخب کیا ہے تو ہماری اون اغراض کے لحاظ سے جو اس زمانہ مین قوم کے سامنے ناموران اسلام اور اسلام کی گذشتہ ترقیون اور عروج کے حالات پیش کرنے کی ہین یہی انتخاب بجا اور درست ہے۔ سر سید احمد خان صاحب کا یہ مقولہ ہمارے اِس قول کی تشریح کردے گا کہ "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ خلافت تو شمار کرنا نہین چاہیئے کیونکہ درحقیقت وہ زمانہ بھی حضرت عمرؓ ہی کی خلافت کا زمانہ تھا اور وہی بالکل دخیل و منتظم تھے حضرت عمرؓ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ کیا بہ نظر انتظام اور کیا بہ نظر فتوحات و امن و حکومت و رعب و داب جو ابقائے صلاح امت و اصلاح تمدن کے لیے ضرور تھا ایک بے نظیر زمانہ تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت مین جو کچھ ہوا وہ صرف حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کا اثر تھا۔ اصلی زمانہ خلافت حضرت عثمان اون کی خلافت کا اخیر زمانہ تصور کرنا چاہیے جس مین تمام اصول سیاست مدن اور وہ اصول سلطنت جمہوری جس پر اس عالیشان محل کی بنیاد قائم ہو گئی تھی سب کے سب سست اور درہم برہم ہو گئے یعنی اور غدر ہونا اوس کا ایک ضروری نتیجہ تھا جو ہوا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی علیہ السلام تک جب خلافت پہونچی تو ایسی ابتر اور خراب ہو گئی تھی جس کا درست ہونا اگر ناممکن نہ تھا تو قریب قریب ناممکن کے تھا اوس کی اصلاح مین جہان تک ممکن تھا کوشش کی گئی۔ ملک دیئے گئے دوسری حکومتین تسلیم کی گئین مگر اصلاح نہ ہوئی اور روز بروز خرابی بڑھتی گئی[۱]"۔ سرسید کے اس قول سے بڑھ کر جس کی صحت اور صداقت کے تسلیم کرنے مین کوئی صحیح تاریخی واقعات کو جاننے والا ایک لمحہ بھی تامل نہین کر سکتا ہم سر ولیم میور کا قول نقل کر سکتے ہین کہ "پیغمبر صلعم کے بعد اسلامی سلطنت مین حضرت عمرؓ ہی سب سے بڑا رتبہ (greatest) رکھتے ہین کیون کہ اونھین کی دس سالہ خلافت مین یہ تمام کامیابی ہوئی کہ اون کی دانائی استقلال اور قوت اور جوش سے شام مصر اور ایران کی سلطنتین فتح ہو گئین جو اوس وقت سے ہمیشہ مسلمانون کے تسلط مین رہی ہین[۲]"۔ ہمارا اپنا تو یہ مقولہ ہے کہ خداوند کریم ہی کی یہ مرضی تھی کہ شارع اسلام علیہ التحیات والسلام کی پاک تعلیم کے نتائج کی صورت مین اسلامی سلطنت کا ایک نمونہ جو آیندہ نسلون کے واسطے ایک نظیر ہو دنیا کو دکھا دیا جائے اور وہ نمونہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا دکھلایا گیا۔

اون کا بزرگ نام اس قابل ہے کہ ہر ایک مسلمان اپنی اور بیگانی دنیا کے سامنے جتنا چاہیے اوسپر فخر کرے۔ مگر افسوس ہے ہزاران ہزار افسوس ہے اپنی تمام بدقسمت قوم کے حال پر جس کو خیر الامم کا معزز لقب دیا گیا تھا۔ مگر آخر اوس نے اپنے آپ کو اس لقب کے لائق نہ رہنے دیا اور اون تمام

[۱] تصانیف احمدیہ جلد اول حصۂ اول صفحہ ۴۷۔ [۲] انلس اوف ارلی خلافت صفحہ ۲۸۳ —

برکتون اور انعامون سے جو خدا نے اوسے بخشے تھے اپنے آپ کو محروم کر لیا۔ بزرگان دین کے نام سے تحقیر کرنا تو درکنار ہا اون کے نامون کے ساتھ ایسے الفاظ کا استعمال کرنا اور اون کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا جو نیکی اور حسن اخلاق کے خلاف ہین روا رکھے گئے ہین۔ صرف روا نہین رکھے گئے ہین کہ اون کو مذہبی جامہ پہنایا گیا ہے اور خود ہمارے لیئے نہایت شرم کی بات ہے کہ کلمات شنیعہ کے بزرگان دین کے حق مین استعمال کرنے کو فرائض مذہبی کا ایک ضروری جزو اور باعث نجات قرار دیا گیا ہے یہ تمام نتیجہ ہماری بدبختی اور بدقسمتی کا ہے ورنہ یہان تک نوبت پہونچنے کے واسطے تو بہت کم اسباب موجود تھے۔ صحیح اور اصلی واقعات پر غلطیون اور غلط فہمیون اور جوش مذہبی کے غلط عقاید کا ایک اتنا بڑا انبار جمع کر دیا گیا ہے کہ اوس کو اوٹھانے اور صحیح اور اصلی واقعات کے دکھانے کی کوشش جس قدر کہ ایک کٹھن کام ہے اسی قدر حیرت انگیز ہوگی۔ سادہ اور سیدھے قدرتی واقعات کے عجیب وغریب مطالب نکالے گئے ہین اور اون سے حیرتناک استدلال کیئے گئے ہین ہزارہا غلط روایتین اور بیہودہ کہانیان جوڑی اور وضع کی گئی ہین جن کی غلطیون کو ثابت کرنے بیٹھنا ایک مرنے سے بھی زیادہ مشکل کام ہے۔

اسلام دنیا مین اس غرض سے آیا تھا کہ دنیا کے تفرقون اور تمیزون اور دشمنیون کو مٹا کر محبت اور برادری کے ایک ہی رنگ مین رنگ دے کل مومن اخوۃ کی دلکش صدا اوس کی پاک تعلیم کا دیباچہ تھا مگر افسوس کہ مسلمانون نے بہت جلد اوس بزرگ تعلیم کی طرف سے اپنی آنکھین بند کر لین اور اس پاک روشنی سے کچھ فائدہ نہ اوٹھایا اور اوسی راستہ مین جس کے صاف اور روشن کرنے کے واسطے وہ چلے تھے خود ہی ٹھوکرین کھا کر گر پڑے ہمارے ایک بزرگ عالم اسی کیفیت پر تاسف کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ "مذہب کی تاریخ کے ہر ایک فلسفیانہ طالب علم کو اس کیفیت سے اگر رنج نہ ہوگا تو حیرانی ضرور ہوگی اور ہر ایک مسلمان کو جو بانی اسلام کے پاک نام کا محب ہے غم اور شرمندگی ہوگی۔ افسوس کہ تمام نوع انسان کا اور بالعموم اخوت کے پھیلانے والا مذہب بھی اندرونی جھگڑون اور تفرقون سے نہ بچ سکا اور وہ دین جو پریشان اور متفرق دنیا کو امن اور راحت بخشنے کے واسطے آیا تھا غضبناک

نفسانیتون اور قوت و اقتدار کی پرحرارت خواہشون سے وہ خود ہی چیر پھاڑ کر پارہ پارہ کردیا گیا۔ جن برائیون کی ہم مذہب عیسوی کی نسبت شکایت کرتے ہین کہ اوس مذہب کے ناکمل ہونے اور انسانی ضروریات کے واسطے ناکافی ہونے سے پیدا ہوئین وہ اسلام مین دنیوی قوت اور اقتدار کی حرص اور لوگون کی انقلاب پسند طبائع اور اخلاقی قانون اور انتظام کی عدم پیروی سے پیدا ہوئی ہین [لہ]"

اگرچہ ہر ایک تفرقہ اور ہر ایک اختلاف اور مخالفت پر افسوس ہے مگر اکثر اون مین سے فروعی مسائل مین اختلاف اعتقادات سے پیدا ہوئی ہین اور سوائے جہلا کے اون کو کوئی ضرر دینے والا نہین بنا سکتا۔ سنیون مین حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی۔ اور اون کے بہت سے چھوٹے بڑے فرقہ اور اسی طرح شیعون کے چند در چند فرقہ زیدیہ۔ اسماعیلیہ۔ اثنا عشریہ یا امامیہ نیز قیتیہ غالیہ جن مین سے بعض مین مذہبی اختلافات سے بڑھ کر تفرقہ ہین اور اون کے فرقہ ایک دوسرے کے ساتھ کم و بیش رضامند ہین اور اپنے اختلافات کو مخالفتون تک بہت کم کھینچتے ہین۔ لیکن سنی اور شیعہ وہ مہیب اور خوفناک فرقے ہین جن کے درمیان اختلاف نہین ہے بلکہ دشمنی اور مخالفت ہے مگر تعجب اور افسوس ہے کہ وہ دشمنی اور مخالفت جو کہ درحقیقت امور ملکی مین اختلاف رائے ہونے سے جن کو مذہب سے کچھ تعلق نہ تھا پیدا ہوئی تھی مذہبی جامہ پہنا دی گئی ہے۔ اور نجات ابدی کا دارومدار اوس پر کر لیا ہے۔ اس مخالفت کو جو صدیون تک ملکی اختلاف رائے سے بڑھ کر کسی صورت مین کم ظاہر ہوئی تھی یہ مذہبی جامہ اوس وقت پہنایا گیا جب کہ اوس کی ضرورت اور سودمندی کا وقت گذر چکا تھا اور اوس اختلاف کے اسباب ہی اٹھ گئے تھے۔ مگر شاید واقعات کا یہی نتیجہ ہونا چاہیئے تھا۔

اس زمانہ مین ہم کو اپنی اس بدبختی پر صرف افسوس کرنے پر قانع نہین ہونا چاہیئے بلکہ علمی روشنی اور دانشمندی کے وقتون پر بھروسہ کر کے اس اختلاف اور مخالفت کے اسباب کو

[لہ] سپرٹ اوف اسلام مولفہ مولوی سید امیر علی صاحب صفحہ ۲۷۴ —

اپنی آیندہ نسلون کے سامنے پیش کرنے کے واسطے ظاہر کرنا چاہیے۔ تاکہ وہ اوس کو اوس کی صحیح حالت مین دیکھکر اوس کی اصلی وقعت سے زیادہ وقعت اوس کو دین اور اون تفرقون اور دشمنیون کو مٹاکر جن کی صرف وراثت مین پانے کے سبب سے وہ حفاظت کرتے ہین اسلام مین پھر اتفاق اور یکجہتی پیدا کرین اور اسلام کی مبارک نسلین کہلانے کے مستحق ہون۔ یہ کام ہمارے زمانہ کے علما اور خیرخواہان قوم کی مستقل تصانیف کا کام ہونا چاہیے۔ ہم صرف چند لفظون مین اوس کی طرف اشارہ کرین گے۔

سنی اور شیعہ جو آج ہم کو دو مختلف الہیئت کشتیون مین سوار دکھائی دیتے ہین اور جن کو کہ زمانہ کی مخالف ہواؤن نے ایک دوسرے سے اس قدر دور پھینک دیا ہے اور اس دوری ہی کے پسند کرنے کو اون کی عادت اور طبیعت بنا دیا ہے درحقیقت ایک ہی بزرگ جہاز لاالہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے سوار تھے۔ اور ایک ہی ملاح اور ناخدا کے سایۂ رحمت اور حفاظت مین دنیا کے اس پرطوفان سمندر کو عبور کرکے نجات پانے والے تھے۔ حوادث زمانہ نے اس جہاز کے درمیان ایک بال کے برابر سوراخ کر دیا جس نے اوس کے سوارون کو اوسی قدر فاصلہ پر دو حصون مین ایک دوسرے سے ہٹا دیا۔ وہ زمانہ دراز تک شگاف کے اندازے کے موافق ایک دوسرے سے بٹے ہوئے مگر ایک ہی جہاز پر سوار رہے یہان تک کہ اوس مخالف اور مضر عنصر کے جہاز مین کثرت سے بھر جانے سے جہاز کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اگر سچ پوچھو تو جہاز ڈوب گیا جس کے ساتھ لاکھون اور کروڑون اجل رسیدہ غرق ہو گئے۔ دو ٹکڑون پر جو بچ کے رہ گئے اون کے نام سنی اور شیعہ ہوئے۔ دو دشمنون کی طرح وہ ایک دوسرے سے فاصلہ پر رہتے ہین۔ اگر ایک دوسرے کی طرف کبھی بڑھتے بھی ہین تو جنگ اور لڑائی کے لیئے۔ اون کو یاد ہی نہین رہا کہ وہ تو درحقیقت ایک ہی جہاز کے سوار ہین جن کو زمانہ کے بدحوادث نے جدا کرکے دشمن بنا دکھایا ہے۔

کیا درحقیقت سنی اور شیعہ کے درمیان کوئی مذہبی اختلاف ہے؟۔ کیا ایک سے زیادہ خدا کی کتابین کسی کے پاس ہین؟۔ کیا ایک کی کتاب دوسرے کی کتاب سے مختلف ہے؟

کیا ایک ہی نبی کی وہ امت نہین ہین ؟ - کیا ایک ہی ہادی اعظم کے نام سے وہ فخر کرنے والے نہین ہین ؟ - کیا اسلام کی پاک تعلیم مین اشہدان لاالٰہ الااللہ واشہدان محمد الرسول اللہ کے سوا کوئی اور شہادت بھی شارع اسلام نے تعلیم کی تھی ؟ - کیا انھین دونون شہادتون کو وہ اپنی نجات کا باعث نہین سمجھے ؟ - کیا سرورکائنات صلعم کی تعلیم سے زیادہ کوئی تعلیم داخل اسلام ہوسکتی ہے کیا خاتم النبیین کے بعد کسی اور کو نبی بنانا اور کسی اور تعلیم پر ایمان لانا اسلام کہلا سکتا ہے ؟ اگر شیعہ اور سنی ایک ہی خدا پر ایمان رکھنے والے اور ایک ہی فخر انبیا کی امت اور انھین کے سکھلائے ہوئے اسلام کے نام لیوا ہین تو اون کے درمیان مذہبی اختلاف کوئی نہین ہے - فروعی اختلاف عقائد پر ہماری نجات کا مدار نہین —

شیعہ اور سنی کی باہمی مخالفت اور دشمنی کی تاریخ اگرچہ بہت دور پیچھے نہین ہے مگر اون کے اختلاف کے آغاز کو زیادہ سے زیادہ ہم کو حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے زمانہ خلافت تک لے جانا چاہیئے جب کہ اسلامی خلافت کے اتفاق اور یکجہتی مین تزلزل آیا اور شام مین امیر معاویہ نے ایک جدا سلطنت قائم کرلی اور وہ آنے والے سینکڑون برسون کے جھگڑے اور فساد اور کشت و خون جن کی اس طرح پر بنیاد پڑگئی تھی آخرکار اسلامی خلافت کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا باعث ہوئے حضرت علیؑ کے زمانۂ خلافت کے افسوسناک واقعات زندہ نہ رہے ہوتے اور آن کی تکالیف اور مشکلات پر بہت کم نوحہ خوانی ہوتی اگر بنی فاطمہ خلافت کے حاصل کرنے مین کامیاب ہوگئے ہوتے اور یزید اور اوس کے عمال کے بے رحم - بے ترس - اور ظالم ہاتھون سے حضرت امام حسینؑ کی دردناک شہادت کا عالم آشوب واقعہ نہ ہوا ہوتا جو محبان اہل بیت اور آل رسول کو قیامت تک خون کے آنسو رلائے گا آیندہ تمام زمانہ مین بنی فاطمہ کی مسلسل ناکامیابیون اور جور برداریون نے ان پر درد واقعات کے زندہ رکھنے اور اون کے راویون کے دردناک تذکرون کو موثر اور جگرخراش بنانے اور اون کی تاثیر کو بڑھانے مین مددی اور خونی تلوار کے زخمون کا بدلا تیغ زبان سے لینا شروع کیا گیا جو کہ ایک ہی چارہ تھا —

اب ایک شخص جس کا دل اہل بیت کی ہمدردی اور محبت سے لبریز ہے اس پر غور کرتا ہے
کہ یہ غم آلود واقعات کس طرح پر ہوئے اور ان کا الزام کس پر لگایا جائے۔ یزید اور اوس کے عاملوں کو
ظالم اور بے رحمی کا مجرم اور ملعون ٹھیرانے میں اوس کو کچھ دقت نہیں پیش آتی۔ اوس کے ظلم
اور ستم آشکارا ہیں۔ کربلا کے جان سوز واقعہ کے واسطے وہ کوئی عذر نہیں پیش کر سکتا۔ امیر معاویہ
کی بغاوت اور خلافت سے سرکشی کے جرم کا بھی وہ بہت جلد فیصلہ کر لیتا ہے اور پھر اس بغاوت کے
اسباب سوچتا ہے اور حضرت عثمانؓ کی خلافت پر کمزوری اور بنی امیہ کی رعایت اور امیر معاویہ کو
اپنی قوت اور اقتدار بڑھانے کا موقع دینے کا الزام لگاتا ہے۔ لیکن یہاں پہونچ کر بھی وہ بس نہیں
کرتا اور اوس کا جوش اوس کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ناجائز ٹھہرانے اور ان پر
غصب کا الزام لگانے تک پہونچا دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر حضرت علیؓ ابتدا ہی میں خلیفہ ہو گئے ہوتے
تو واقعات کی یہ صورت جو ایسے اندوہناک نتائج پیدا کرنے والی ہوئی پلٹ گئی ہوتی۔ ہم کو بھی اوس
کے ساتھ ہمدردی ہے مگر اوس کی اس غلط منطق پر حیرت اور تعجب بھی ہے۔ کسی ایک واقعہ کے
تلاش میں اتنی بلند پروازی کرنا اور اون بزرگوں پر الزام لگانے جانا جن کے وقتوں میں اون واقعات
کا کسی کو خواب و خیال بھی نہ تھا ایک حیرت انگیز بات ہے۔ اور ایسا ہی ہے جیسا کہ ہندوستان کی
اسلامی سلطنت کی بربادی کا افسوس کرتے ہوئے ہم بابر اور تیمور پر الزام لگائیں کہ جس سلطنت نے
آخر برباد ہونا تھا اوس کی بنا اونھوں نے کیوں ڈالی۔ وہ کون سی خلافت تھی جس کا کہ حضرت
علیؓ کو مستحق اور حضرت ابوبکرؓ کو غاصب ٹھہرایا جاتا ہے۔ کیا وہ عرب اور شام اور ایران اور مصر کی
سلطنتیں تھیں؟ یا کچھ اور تھا۔ تاریخی واقعات کو آنکھ کھول کر دیکھنا چاہیئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے خوشی
اور رضامندی اور درخواست اور خواہش سے خلافت حاصل کی یا اوس نازک موقعہ پر جب کہ
خانہ جنگی شروع ہو جانے کے اسباب پیدا ہو گئے تھے مجبور ہو کر طوعاً و کرہاً اوس کو منظور کیا؟ اور جو
خطرہ سامنے تھا اوس کو دفعہ کرنے سے اسلام پر احسان کیا۔ اسلامی خلافت اوس وقت کچھ عیش و
عشرت کے سامان تھے جن کی اون کو حرص اور طمع تھی یا ایک بہت بڑی ذمہ داری اور جوابدہی کا

کام سمجھ کر کوئی اوس کے منظور کرنے پر راضی نہین ہوتا تھا؟ وہ پھولون کی سیج تھی یا کانٹون کا بچھونا تھا۔
اب اوس کی وسعت کو دیکھو۔ تمام عرب مین ایک سرے سے دوسرے سرے تک ارتداد اور بغاوت پھیل گئی تھی ایک مدینہ باقی تھا جس کا باغیون نے محاصرہ کیا ہوا تھا اور ہر ایک کو اسلام اور اپنی جان کے بچانے کی پڑ رہی تھی۔ حضرت ابوبکر کی خلافت کا چند روزہ زمانہ اوس بغاوت اور فتنہ وفساد کے فرو کرنے مین گذر گیا۔

اون کی وفات کے وقت صرف عرب مسلمانون کا تھا۔ مگر آتشین عنصرون سے جو ہوا کے ایک جھونکے سے ہمیشہ بھڑک اوٹھنے کو تیار تھے خالی نہین تھا۔ اگر اچھے نتائج اچھے سبب کے ہوتے ہین تو خلافت کا حضرت عمرؓ ہی کے ہاتھون مین پہونچنا اسلام اور مسلمانون کے واسطے بہتر ہوا۔ اون کے قوی اور زبردست ہاتھون نے نصف اعراب کی بے چین اور پرشر طبائع کو قابو مین رکھا بلکہ شام مصر اور ایران یعنی قیصر اور کسریٰ کی سلطنتین فتح ہو گئین اور وہ عظیم الشان اسلامی خلافت بن گئی جس کے حاصل کرنے کی خواہشون اور کوششون نے پاک اور بزرگ جانون کے ساتھ دشمنی کی۔ پس حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر کوئی الزام لگایا جاسکتا ہے تو صرف یہ ہوسکتا ہے کہ انھون نے بغاوت اور مفسدہ کو کیون فرو کیا اور کیون وہ اسلامی خلافت اور سلطنت پیدا کر دی جس کے حاصل کرنے کی کوششون نے ایسے بڑے انقلاب دنیا مین پیدا کیے۔ غرض اگر اسباب دنیا کے بعض نتائج کی ناراضی کے سبب سے اون کا الزام اون کے مسبب پر لگانا (معاذ اللہ منہا) درست ہے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ پر بھی الزام لگانا جائز ہے ورنہ نہین۔ خود شیعون کے درمیان ان امور مین باہمی اختلاف ہے اور اسی اختلاف پر مختلف فرقون کی بنا ہے۔ مثلاً فرقہ زیدیہ اصول انتخاب کو مانتے ہین اور پہلے خلفائے ثلاثہ کی امامت کو درست جانتے ہین اور اسی اختلاف کے سبب سے روافض کے نام سے پکارے گئے ہین اسی طرح بعض فرقے مثلاً سلیمانیہ اور صالحیہ پہلے دو خلفا کی امامت کو درست جانتے ہین۔ جو زیادہ سرگرم ہین وہ سوائے حضرت علیؓ کے کسی کی امامت کو صحیح نہین سمجھتے اور جو ان سے بھی بڑھے ہوئے ہین وہ پہلے خلفاء ثلاثہ کو خلافت کا حق غصب کر لینے کے الزام پر برے الفاظ سے یاد کرنا جزو ایمان سمجھتے ہین

کم سے کم یہ بات بخوبی ظاہر ہے کہ ان تمام فرقون کی بنا ملکی امور مین اختلاف ہونے پر ہے اور مذہب سے اون کو کچھ علاقہ نہین ہے مثلاً فرقہ زیدیہ اس اختلاف کے سبب سے جدا فرقہ ہوا ہے کہ وہ حضرت علی اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اور حضرت زین العابدینؑ کے بعد امامت کا مستحق اون کے بیٹے زید کو سمجھتے ہین اور اثنا عشریہ امام محمد باقر کو مانتے ہین - ان بڑے فرقون کے جو آگے چھوٹے چھوٹے فرقے ہین وہ بھی اسی قسم کے اختلافات کے سبب سے جدا ہوئے ہین مثلاً زیدیہ کے چار فرقے ہین - جارودیہ - تبریہ - اور سلیمانیہ - اور صالحیہ ہین جنکو محمد نفس الزکیہ و سلیمان ابن جریر وغیرہ کی راون اور استحقاق کے معاون ہونے کے سبب سے یہ نام دیے گئے ہین اور یہ آخری دو فرقہ پہلے دو خلفا کی خلافت کو درست سمجھتے ہین -

اسی طرح دوسرے فرقون کے آگے چند در چند فرقہ ہین - مگر بڑا دھوکا یہی ہے کہ امور ملکی مین مختلف الرائے ہونے اور مختلف بزرگون کو مستحق امامت اور اقتدار ملکی سمجھنے سے یہ سب فرقہ پیدا ہوئے ہین اور جدا جدا مذہبی فرقہ بن گئے یا بنا لیے گئے ہین حالانکہ مذہب کو جس کا خلاصہ اور نجات کا جس کا وسیلہ لااله الا الله محمد الرسول الله پر ایمان لانا ہے ان زائد اعتقادون سے کچھ واسطہ نہ تھا

سنیون کے فرقے شیعون کے فرقون سے مختلف قسم کے ہین - شیعہ سب سے پہلے ایک ملکی اختلاف کے سبب سے علیحدہ ہوے اور آیندہ اسی قسم کے اختلافات کے سبب سے جو مختلف بزرگون کے نام سے سلطنت حاصل کرنے کی ناکام یاب یا جزوی کام یاب کوششون مین مصروف ہونے سے ہوئے اون کے جدا جدا فرقے ہوتے گئے - اگرچہ مسائل فروعی مین اختلاف اجتہاد کے سبب سے بھی اون مین مختلف فرقے ہین مگر زیادہ ممتاز یہی فرقے ہین جو امور ملکی مین ایک دوسرے سے مختلف الراے ہین سنیون کے فرقون کی تفریق مسائل اجتہادی کے اختلاف پر مبنی ہے سلطنت اون کو حاصل تھی پس مختلف علما اور امامون کے اجتہاد کا معتقد ہونے کے سبب سے اون کے متعدد فرقے ہو گئے -

اب ہم ابتدائی خلافت کے استحقاق وغیرہ کی نسبت چند کلمات کہین گے ہر ایک عقلمند

اور دانا شخص کو سب سے پہلے سرسید احمد خان صاحب کے اِس قول کو جس کو وہ ان الفاظ سے شروع کرتے ہین کہ "مذہب اہل سنت وجماعت اور شیعہ اثنا عشریہ مین جو مباحث افضلیت خلافت خلفاءِ اربعہ کے ہین اور مذہب خوارج مین جو عقائد بحق شیخین واہل بیت کی نسبت اور مذہب نواصب مین علیؓ مرتضیٰ اور اہل بیت کی نسبت ہین اون سے زیادہ بیہودہ ولغو مباحث وعقائد کوئی نہین ہین" تسلیم کر لینا چاہیے کہ "استحقاق خلافت آن حضرت صلعم کا من حیث النبوۃ کسی کو بھی نہ تھا۔ اس لیے کہ خلافت فی النبوۃ تو محالات سے ہے باقی رہ گئی خلافت فی ابقاء صلاح امت واصلاح تمدن اوس کا ہر کسی کو استحقاق تھا جس کی چل گئی وہی خلیفہ ہو گیا۔ خلافت بعد آن حضرت صلعم کوئی امر منصوصی نہ تھا نہ کسی شخص خاص کی خلافت اسلام کا کوئی جزو یا کوئی حکم تھا۔" اس کے بعد یہ بحث کرنی چاہیے کہ خلافت کس کا حق تھا۔ مگر جس وقت ہم یہ بحث کرنے لگین اوس وقت پہلے ہم کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ خلافت کے استحقاق کا فیصلہ کرنے کے واسطے قوانین تمدن مین جو مختلف اصول استخلاف کے ہین اون مین سے کون سے اصول کی بنا پر ہم یہ فیصلہ کر رہے ہین۔ انتخاب کی بنا پر یا وراثت کے اصول پر۔ وراثت کا اصول عموماً ہمارے دلون پر قبضہ کیے ہوئے ہے اور اوسی کو مدنظر رکھ کر ہم فیصلہ کرنے کی طرف مائل ہوتے ہین۔ وراثت کے اصول کے لحاظ سے تو آن حضرت صلعم کے بعد دنیوی خلافت کا حق نہ حضرت ابوبکرؓ کو تھا نہ حضرت عمرؓ کو نہ حضرت عثمانؓ کو نہ حضرت علیؓ کو سب سے پہلے حضرت امام حسنؓ اور اون کے بعد حضرت امام حسینؓ کا حق تھا۔ اون کے بعد اون کی اولاد کا۔ بلاشبہہ عرب کے واسطے یہ سب سے بہتر اصول ہوتا اگر اس کو اختیار کر لیا جاتا۔ مگر عرب مین اوس وقت سیاست مدن کا جو طریقہ تھا وہ اس سے بالکل مختلف تھا۔ نہ پورا جمہوری تھا نہ شخصی نہ پورا انتخابی تھا نہ موروثی۔ اسلام نے تو اس کی نسبت کوئی حکم نہین دیا تھا اور کوئی فیصلہ نہین کیا تھا۔ قدیم عرب اور خصوصاً حجاز مین جو طریقہ اسلام سے پہلے ایک مدت سے چلا آتا تھا اسلامی مساوات نے اوس کی تائید کی اور کسی قدر تبدیل صورت کے ساتھ وہی دخیل اور مروج رہا۔ پس اب جو فیصلہ ہم کو استحقاق خلافت کا کرنا چاہیے وہ اوسی ایک غیر معین سے اصول کی

بنا پر کرنا چاہیے۔

آن حضرت صلعم کو انتظام امور دنیا کے ساتھ کچھ تعلق نہ تھا۔ اون کا پاک منصب اس سے بہت بلند اور برتر تھا۔ عرب کے قدیم دستور کی وجہ سے اگر وہ مسلمانون کے درمیان امور دنیا مین سردار ہونے پر مجبور نہ ہوتے اور مسلمان ایسے امور مین اون کو اپنا مرجع نہ بنا لیتے تو آن حضرت صلعم دنیوی امور کے انتظام وغیرہ مین کچھ دخل نہ دیتے۔ امور دنیا سے آن حضرت نے آخر اس درجہ اپنی بے تعلقی ظاہر فرمائی کہ امور دنیا کے انتظام کے واسطے اپنے اصحاب مین سے کسی کو اپنا خلیفہ یا جانشین موسوم کرنے سے پرہیز فرمایا۔

حضرت ابوبکر کے لیے نماز مین امامت کا حکم فرمایا جو مسلمانون کے امور کا مذہبی حصہ تھا۔ اور گو اس سے اون کے امور دنیا مین خلیفہ ہونے کا پہلو نکلتا تھا مگر آن حضرت صلعم کا کوئی صریح فیصلہ اس امر کی نسبت نہین تھا جو درحقیقت دانستہ اونھون نے نہ فرمایا۔

حضرت ابوبکر کے انتخاب کی بنا جس واقعہ سے ہوئی اوس وقت کوئی خاص اصول انتخاب وغیرہ کا مرعی نہین رکھا گیا۔ حضرت سید المرسلین صلعم کی وفات کو چند ساعتین ہی گذری تھین اور اصحاب رسول اللہ ابھی حضرت سرور کائنات کی تکفین و تدفین کی فکر کر رہے تھے کہ اون کے پاس خبر آئی کہ انصار یعنی اصحاب مدینہ سقیفہ بنی ساعدہ مین اس غرض سے جمع ہوئے ہین کہ اپنے مین سے ایک شخص کو امیر اور خلیفہ منتخب کرین۔ اسلام کا اتفاق اور یکجہتی معرض خطر مین پڑ گئی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ باوجود خطرہ کے سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف دوڑے اور حضرت ابو عبیدہ راستہ مین اون کے ساتھ ہولیے۔ انصار نے سعد بن عبادہ کو موسوم کر ہی لیا تھا۔ ابھی اوس کے ہاتھ پر بیعت نہین ہوئی تھی کہ یہ تینون اصحاب مجمع انصار مین پہونچ گئے اور بہت دقت کے بعد اون کو اپنے ارادہ سے باز رکھنے مین کامیاب ہوئے۔ انتخاب خلیفہ کی نسبت حضرت ابوبکر نے کہا کہ حضرت عمرؓ یا حضرت ابو عبیدہ مین سے ایک کو منتخب کر لو۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہ نے کہا کہ نہین حضرت ابوبکرؓ اس کے لائق ہین اون کو منتخب کر لو۔ اگر حضرت علیؓ اور حضرت عثمان وہان موجود ہوتے تو وہ بھی ایک دوسرے کی نسبت

یہی کہتے اور خود اوس بوجھ کے اوٹھانے پر راضی نہ ہوتے چہ جائے کہ درخواست اور خواہش کرتے اوس وقت رفع تفریق اور اختلاف کے واسطے حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھون پر بیعت کر لی اور انصار نے اون کی مثال کی پیروی کی اور آخر عام طور پر اون کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی۔ حضرت ابوبکرؓ کا زمانہ خلافت بغاوت اور فساد کے دفع کرنے مین گذر گیا جس مین تمام اصحاب رسول اللہ دل و جان سے شریک تھے اپنے زمانہ خلافت مین حضرت ابوبکر کو حضرت عمرؓ سے سب سے زیادہ مدد ملی۔ اون کی قابلیت اور قوت کے سب قائل تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی وفات کے وقت اون کو اپنا جانشین موسوم کیا اور مسلمانون سے بیعت کرائی۔ حضرت ابوبکرؓ کے اِس انتخاب کی عمدگی حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کی کامیابی سے ظاہر ہے جس مین حضرت علیؑ اور حضرت عثمانؓ اور تمام اصحاب رسول اللہ شریک اور مشیر اور صلاح کار اور معاون اور معین تھے۔ حضرت عمرؓ کو اپنی ناگہانی وفات کے باعث اپنی جانشینی کے متعلق کوئی قطعی اور قابل اطمینان فیصلہ کرنے کا موقع نہین ملا۔ انھون نے اصحاب رسول اللہ مین سے چھ شخصون حضرت عثمانؓ حضرت علیؑ عبدالرحمن۔ سعد۔ زبیر۔ اور طلحہ کو ایک شخص کو خلیفہ منتخب کرنے کے واسطے اس خیال سے مقرر کیا کہ اِن سب کے اتفاق اور تائید سے جو خلیفہ ہو گا اوس کی نسبت پھر کوئی جھگڑا اور اختلاف نہ ہو گا۔ حضرت علیؑ ایک گونہ شخصی خلافت کے خواہشمند تھے وہ منتخب نہ ہوئے اور حضرت عثمان منتخب ہوے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین اون کی طبیعت کی نرمی اور انتظام خلافت مین نرم اور کمزور ہاتھ سے کام لینے سے سیاست مدن اور انتظام سلطنت کے تمام اصول درہم برہم ہو گئے۔ اور آخر حضرت عثمانؓ مسلمانون کے بے رحم ہاتھون سے ذبح کیے گئے اور اون کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ حضرت علیؑ اون کے جانشین ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کے قتل کا اون کے قاتلون سے بدلا لینے کے واسطے بغاوت ہوئی اور امیر معاویہ نے حضرت علیؑ کی خلافت کو تسلیم کرنے سے بظاہر اسی وجہ سے انکار کیا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلون سے بدلا لیا جائے حضرت علیؑ اس پر قادر نہین تھے۔ اعراب کوفہ کو اپنا مخالف بنا لینا جن مین حضرت عثمانؓ کے قاتل بھی تھے حضرت علیؑ نے اُس وقت تک جب تک کہ اون کی خلافت کو پورا استحکام حاصل نہو جائے

مناسب نہین سمجھا اور بدلا نہ لیا گیا۔ امیر معاویہ کو شام مین اپنی جدا خلافت قائم کر لینے کا یہ عذر ہو گیا اور وہ جدا ہو گئے۔ باہم صلح اور صفائی ہونے کی کوششین بے سود ثابت ہوئین اور ہتھیار اُٹھانے تک نوبت پہونچی۔ اگرچہ جمل کی لڑائی مین پہلے مسلمان مسلمانون کے خلاف ہتھیار اُٹھا چکے تھے مگر اتنی بڑی خونخوار لڑائی جس مین صفین پر چالیس ہزار مسلمان مسلمانون کے ہاتھ سے قتل ہوئے یہ پہلی ہی تھی۔ حضرت علیؓ کو فتح حاصل ہو گئی تھی اگر عمرو بن العاص کی خطرناک حکمت اپنا کام نہ کر گئی ہوتی۔ فریقین کی طرف سے ایک ایک شخص حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے واسطے منصف مقرر کیا گیا۔ ابوموسیٰ حضرت علی کی طرف سے اور عمرو بن العاص امیر معاویہ کی طرف سے۔ عمرو بن العاص نے ابوموسیٰ کی سادگی سے فائدہ اُٹھا کر اوس سے کہلا دیا کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہ دونون خلافت سے معزول کر دیے جائین اور خود اوس نے ابوموسیٰ کی توقع کے خلاف امیر معاویہ کو خلیفہ پکار دیا۔ ایسی حکمت اور تدبیر سے حضرت علیؓ اپنے حق سے معزول نہین کیے جا سکتے تھے۔ وہ کوفہ مین جس کو اُنھون نے مدینہ کو چھوڑ کر دار الخلافت بنایا تھا خلیفہ رہے۔ شام اگرچہ ایک خود مختار اور جدا گانہ صوبہ بن گیا تھا مگر حضرت علی شام کو فتح کرنے کے واسطے پھر تلوار سے کام لینا چاہتے تھے لیکن کوفہ کے اعراب نے جن کی بے ضبط اور سرکش طبائع کو حضرت علی کی ابتدائی مصلحت اور نرمی نے جو اُنھون نے حضرت عثمان کے خون کا بدلا نہ لینے بلکہ اون کے قاتلون کے سرگروہ مالک بن اشتر کو اپنی فوج کا سردار بنا دینے سے ظاہر کی تھی اور بھی گستاخ کر دیا تھا اور اُنھون نے اون کا ساتھ دینے مین پس و پیش کی اور حضرت علی اپنے اس ارادہ کو چھوڑ دینے پر مجبور ہوے۔ پچھلے دنون مین اون کو مصر کی اون کی خلافت سے علٰحدگی کا رنج برداشت کرنا پڑا اور آخر اون کی پاک زندگی کا ایک خارج کی زہر آلود خنجر نے خاتمہ کر دیا جس نے اپنی گہری سازش سے امیر معاویہ اور عمرو بن العاص امیر مصر کو بھی اوسی روز دو مقرر کیے ہوے شخصون سے قتل کرانا چاہا تھا مگر امیر معاویہ اپنے قاتل سے زخمی ہو کر اور عمرو بن العاص صاف بچ گئے تھے۔ حضرت امام حسنؑ نے امت رسول اللہ سے اس فتنہ اور فساد کے دور کر دینے کے واسطے تمام خلافت امیر معاویہ کے سپرد کی اور خود گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ اور اوس کے بعد بہت مدت تک اس دار فانی مین

زندہ نہ رہے۔ امیر معاویہ نے دنیاداری اور دنیا پرستی کا ثبوت آخر اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کر کے
اور اوس کے ہاتھون پر بیعت کرانے سے دیا جسکے نام پر حضرت امام حسینؓ کی الم ناک شہادت اور آل
رسول اللہ پر ظلم ہونے کے پردرد واقعہ کا داغ قیامت تک نہ اوٹھے گا۔

یہ وہ تاریخی واقعات ہین جو چند الفاظ مین ہم نے بیان کر دیئے ہین اور جو مسلمانون مین ایک
ایسی خوفناک مخالفت اور تفریق پیدا کرنے کا باعث ہوئے ہین۔ ان کے درمیان وہ صدہا واقعات
ہین جن مین بہت کچھ گفت وگو کو گنجائش ہے۔ مگر حاشا جو ہم اوس کی طرف متوجہ ہون۔ درحقیقت
خلفاء اربعہ کی نسبت افضل اور مفضول کی بحث کرنے سے زیادہ لغو اور بیہودہ کوئی مباحثہ نہین ہے
اور درحقیقت کوئی ضرورت اور کوئی فائدہ اس سے نہین ہے۔ سرسید کے اس قول سے بہتر کچھ نہین کہا
جاسکتا کہ مقدم خلیفہ ہونے مین کوئی وجہ فضیلت تھی نہ موخر خلیفہ ہونے مین کوئی وجہ منقصت۔ یہ تمام
واقعات اسی طرح پر واقعہ ہوئے تھے جیسے کہ ہمیشہ دنیا مین واقعہ ہوتے ہین اسلام سے ان واقعات کو
کچھ تعلق نہ تھا کسی کو غاصب اور کسی کو برحق یا افضل کہنا لغو باتین ہین"۔ افضلیت کے مباحث مین
جو دلائل اور وجوہات استعمال کیے جاتے ہین وہ اور بھی حیرت انگیز ہین۔ تقرب الی اللہ۔ تقرب
رسول اللہ اور خدمات اسلام۔ اون کو معیار فضیلت قرار دینا سب سے پہلی غلطی ہے تقرب الی اللہ
اور تقرب رسول اللہ جس سے مطلب ہمارا روحانی تقرب ہے ان کے تولنے کے واسطے ہمارے
پاس کوئی ترازو نہین ہے جس سے ہم ایک کے اعمال کو بھاری اور ایک کو ہلکا ٹھہرا سکین۔
خدمات اسلام مین بھی اون کے حالات اور حیثیتین مختلف ہین کسی کی قوت سے اسلام کو تقویت ہوئی کسی نے
مصائب مین ساتھ دیا کسی نے مال سے اور کسی نے جان سے خدمت کی۔ درحقیقت وہ بھی اسلام پر اپنی
جانین قربان کرنے کے لیئے یکسان تیار تھے۔ جو جس طرح کے امتحان مین ڈالا گیا اوس مین پورا اترا۔
اب اس سے ایک کی ترجیح اور فضلیت کی بحث کرنا کیسا فضول کام ہے۔ پہلے اور پیچھے اسلام لانے
مین بھی کوئی وجہ فضلیت نہین تھی۔ جناب رسول اللہ نے اون کی خدمات اور جان نثاریون کو
دیکھ دیکھ کر مختلف اوقات اور مختلف مواقعہ پر اون کی تعریف مین کلمات ارشاد فرمائے ہین جن سے

سب کی یکسان تعریف اور فضیلت ظاہر ہوتی ہے تعجب ہے کہ اس زمانہ کے بزرگ علما کو بھی ہم اوسی بلا مین پھنسا ہوا اور ایسی ہی احادیث سے ایک کو دوسرے سے افضل ٹھہراتے اور مستحق خلافت قرار دیتے ہوئے دیکھین جس سے بڑھ کر نادانی کی بات کوئی نہین ہوسکتی۔ بفرض محال ہم مان لیتے ہین کہ ان احادیث سے ایک کی دوسرے پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوسکتا ہے کہ تقرب الی اللہ اور تقرب رسول اللہ اور خدمات اسلام مین ایک دوسرے سے افضل تھا۔ لیکن کیا یہ فضیلت استحقاق خلافت کی دلیل ہوسکتی ہے۔ کیا وہ خدا کی عبادت اور خدا کی پرستش اور رسول اللہ کی محبت اور دین کی خدمت دنیا حاصل کرنے کی توقع سے کرتے تھے۔ کیا رسول اللہ کے اون کلمات اور الفاظ کا صلہ جو اونھون نے اون کے مناقب مین فرمائے ہین دنیا کی دولت اور حکومت سے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ کیا اپنے دین اور اسلام کی بزرگیون کا انعام وہ دنیوی خلافت سمجھتے تھے اون کے تقرب الی اللہ یا تقرب رسول اللہ یا خدمات اسلام مین افضل ہونے سے اون کو دنیوی خلافت کا مستحق ٹھہرانا گویا اون پر دین فروشی کا الزام لگانا ہے جس سے بڑھ کر کوئی نالائقی نہین ہے رسول اللہ صلعم کے ساتھ جو اون کو رشتے اور قرابتین تھین وہ بھی ایک حیثیت کی نہین تھین رشتہ مین کوئی خسر تھا اور کوئی داماد تھا۔ ان مختلف حیثیتون سے کسی کی افضلیت نہین ثابت کی جاسکتی۔ اس کے علاوہ شیعہ علما نے بعض خاص شرائط اور قواعد استحقاق خلافت کے واسطے مقرر کیے ہین۔ مگر وہ شرائط اور قواعد اوس وقت مقرر کیے گئے ہین جب کہ اسلامی خلافت دنیا سے گذر چکی تھی اور اس کے قانون کی کوئی ضرورت نہ تھی تعجب ہے کہ ایک شخص صدیون پہلے کے گذرے ہوئے واقعات کی اصلاح کے واسطے اب قواعد اور قانون بنائے اور عرب کے اوس زمانہ کے سیاست مدن کی غلطیان خلفا کی افضلیت ثابت کرنے کے واسطے نکالے۔ ہم بھی مان لیتے ہین کہ بے شک استحقاق خلافت کے واسطے ایسی ہی شرائط اور قواعد ہونے چاہیے تھے مگر اس سے فائدہ۔

ان سب سے بڑھ کر ہم ایک اور حیرت انگیز امر دیکھتے ہین جو صرف حیرت انگیز اور تعجب خیز ہی نہین ہے بل کہ اس لائق ہے کہ ایک مسلمان اوس کو دیکھ کر اور سن کر روئے اور فریاد کرے اور سر پیٹے

کہ دنیا کے جھگڑون نے اون پاک بزرگون کی بزرگی پر بھی بنا دھبے لگائے بغیر نہین چھوڑا شیعہ علما نے (ہم اون کو علما اون کے ادب کے سبب سے کہتے ہین ورنہ وہ لوگ پرلے درجے کے جاہل ہین جنھون نے مسلمانون کے درمیان تفرقہ اور فساد پیدا کرنے کے واسطے ایسے کام کیئے ہین) ایک سلسلہ احادیث اور روایات کا پیدا کیا ہے جس مین اونھون نے یہ بیان کیا ہے کہ خلفا اور اصحاب کبار رسول اللہ صلعم کے دلون مین دشمنی اور کینہ اور بغض اور عداوت اور ایک دوسرے سے نفرت اور نفاق تھا یہان تک کہ اون کا اسلام ہی نفاق تھا۔ جناب رسول اللہ کے ساتھ بھی وہ منافقانہ برتاؤ کرتے تھے اور اون کے آزار کے درپے تھے اور درپردہ دشمن رہتے تھے اور اسی بنا پر اونھون نے بزرگان دین کی نسبت کافر اور مرتد اور منافق کے لفظ استعمال کرنے کی جرأت کی ہے۔ درحقیقت ایک مسلمان کے روبرو جو ایک ذرہ کے برابر بھی عقل رکھتا ہے ایسی نالائق باتون کا جواب دینے کی کوشش کرنا بجائے خود حماقت ہے۔ اب ایسے سادہ لوح لوگون کا زمانہ گذر گیا ہے جن پر اس قسم کی لغو اور بیہودہ روایتون اور تدبیرون کا جادو چل جاتا تھا اور وہ اون کو سچ مان لیتے تھے یا اون سے متاثر ہوتے تھے ایک واقعہ ہم بطور مثال کے بیان کرتے ہین۔ اصحاب کبار رسول اللہ صلعم کے درمیان جو برادری اور محبت اور اخلاق اور اتحاد تھا اوس کے رو سے یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی کہ اون کے درمیان رشتہ اور قرابتین ہون۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت مین حضرت علیؓ کی بیٹی حضرت ام کلثوم سے جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے تھین نکاح کیا تھا۔ جو لوگ اون بزرگان دین کے درمیان دشمنی اور عداوت کا ہونا بیان کرتے ہین اور اصحاب کبار کو معاذ اللہ منہا کافر اور منافق اور مرتد کہتے ہین اونھون نے اس واقعہ سے انکار کرنے کی عجیب و غریب کوششین کی ہین۔ بعض نے اس نکاح کے ہونے سے سرے سے انکار کیا ہے۔ کوئی ام کلثوم کے بنت مرتضوی ہونے ہی کا منکر ہے کسی نے نکاح پر غصب کا اطلاق کیا ہے۔ کوئی بعد نکاح ہونے کے ہم بستری ہونے سے منکر ہے اور بعض یہ عجیب بات کہتے ہین کہ ایک جنیہ بشکل حضرت ام کلثومؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئی تھی اور بعض اس سے بھی زیادہ عجیب بات کہتے ہین کہ ابتدا ہی مین جب حضرت علیؓ نکاح کر دینے کو مجبور

لیے گئے تو ایک جنیہ سے جو ام کلثوم کی شکل بن کر آئی تھی نکاح کرادیا بعض اس کو حضرت علی کا انتہا درجہ کے صبر اور تحمل کا نتیجہ سمجھتے ہین۔ بعض اس کو تقیہ بیان کرتے ہین۔ مگر اوس سیدھے سادے صحیح واقعہ کے سامنے یہ سب کہانیان لغو اور بیہودہ ہین۔

اس قسم کی غلط اور جھوٹی روایتون کے پھیلانے اور ایجاد کرنے سے مطلب یہ تھا کہ اون کے سننے والون کو صحابۂ کبار کے برا سمجھنے اور اون کے حق مین ناشایستہ الفاظ استعمال کرنے کی جرأت ہو اور ان کی اصلیت ہم ایک واقعہ سے بطور مثال کے سمجھ سکتے ہین سر سید احمد خان صاحب بیان کرتے ہین کہ " ایک میرے نہایت دوست شیعہ مذہب تھے اون کے ہان ایک چھوٹا بچہ تھا جس کو ایک بکری کا بچہ پال دیا تھا اور وہ خوب اوس سے ہل گیا تھا۔ ایک دن اوس بکری کے بچہ کو ذبح کر ڈالا۔ اور وہ چھوٹا بچہ خوب رویا اوس کے باوا نے اوس سے کہا کہ عمرؓ یہ کام کر گیا ہے وہ بچہ عمرؓ کو برا بھلا کہتا تھا۔ یہ کام صرف اس لیے کیا تھا کہ بچپن ہی سے اوس کے دل مین عمرؓ کی عداوت اور ان کے نام سے نفرت پیدا ہو" یہی اصلیت اون روایتون اور کہانیون کی ہے جن مین صحابہ کے درمیان باہمی دشمنی اور عداوت ہونا بیان کیا جاتا ہے اور جن پر مذہب کا مدار ہو گیا ہے اور جز و مذہب بنالی گئی ہین۔

جیسے کہ شیعون مین جھوٹی اور غلط روایتین اور حدیثین بنائی گئی ہین اسی طرح سنیون مین بھی جھوٹی اور وضعی حدیثین وضع کی گئی ہین جن مین اول حضرت ابوبکرؓ اور پھر حضرت عمرؓ اور پھر حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؑ کے خلیفہ ہونے کا بیان آن حضرت صلعم سے منسوب کیا گیا ہے بلاشبہہ یہ حدیثین اوس وقت وضع کی گئی ہین جب کہ اون کے موضوع اس دنیا سے رحلت فرما گئے تھے۔ مگر دونون فریقون کی وضعی حدیثون مین اتنا فرق ہے کہ شیعون کی حدیثین اور روایتین فتنہ اور فساد پیدا کرنے والی تھین اور سنیون کی شر اور فساد کو مٹانے کی غرض سے دروغ مصلحت آمیز کی مانند تھین مگر اہل بصیرت کے نزدیک نہ پہلے قسم کی روایتون کی اب کچھ وقعت ہوگی اور نہ دوسری قسم کی احادیث کی کوئی ضرورت صحابۂ رسول اللہ باہم شیر و شکر کی طرح تھے اور ایک حدیث سے جو نہایت سچی ہے اوس کا اندازہ

کیا جاسکتا ہے کہ آن حضرت صلعم کی وفات کے دن حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہین کہ مین صحابہ کے ساتھ متفکر بیٹھا ہوا تھا حضرت عمرؓ ہمارے پاس سے گذرے اور سلام کہا۔ مین فکر مین ڈوبا ہوا تھا مین نے سلام نہ سنا اور جواب نہ دیا حضرت عمرؓ نے اس کی شکایت ابوبکرؓ کے پاس کی وہ یہ سن کر اون کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور دونون میرے پاس آئے اور سلام علیک کہ کر حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے کہا کہ تم نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیون نہین دیا پہلے تو مین نے کہا کہ اونھون نے سلام نہین کہا مگر آخر اپنے فکر مین مستغرق ہونے کے عذر سے معافی چاہی۔ یہ حال تھا اون بزرگان دین کا کہ اس قسم کی ذراسی بات کو گوارا نہین کرتے تھے چہ جائے کہ اون مین بغض اور عداوتین ہون۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت مین حضرت علیؓ اون کے دست و بازو اور معین اور مشیر اور صلاح کار تھے۔ رتبہ مین وہ ایک دوسرے کے مساوی اور مساویانہ برتاؤ کرتے تھے حضرت عمرؓ اپنے زمانہ خلافت مین ایک دن کسی مسئلہ مین کچھ دریافت کرنے کے لیے حضرت علیؓ کے مکان پر گئے۔ اور آدمی بھی ساتھ تھے۔ جب وہان پہونچے تو حضرت علیؓ نے کہا یا امیر المومنین مرحبا اور اون کی بات سن کر فرمایا کہ آپ نے مجھے وہین کیون نہ بلالیا حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ مین خود آنے کو اچھا سمجھتا ہون [1]—

حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے حضرت عمرؓ کو اس درجہ محبت تھی کہ اپنی اولاد سے نہ تھی۔ ایک دن نہ دیکھتے تھے تو چین نہین پڑتی تھی اون کے حالات سے یہ بخوبی معلوم ہوجائے گا۔ اگر یہ ایک لمحہ کے واسطے بھی سچ مان لیا جائے کہ اصحاب کبار کے درمیان باہم دشمنی اور عداوت تھی تو درحقیقت یہ اسلام اور شارع اسلام کی تعلیم پر ایک الزام اور سخت حملہ ہے۔

اگر اسلام یہی تھا اور اوس کی تعلیم یہی تھی کہ تو وہ مسلمانون کے سرتاج اون سب سے پہلے مسلمانون کو جنھون نے خود حضرت سرور کائنات سے تعلیم پائی تھی سوائے بداخلاقی کے کچھ نہ سکھلا سکا اور اوس اخوت اور برادری کی بجائے جس کی وہ تعلیم کرتا تھا بغض اور عداوت اور کینہ ہی دلون مین پیدا کرتا رہا تو ایسے اسلام کو سلام ہے۔ ایسا اسلام ایک لمحہ کے واسطے دنیا مین سچا سمجھا جانے کے

[1] ازالۃ الخفا [illegible] مقصود دوم سلوک۔

لائق نہین ہے اور نہ وہ انسان کی کسی مرض کی دوا ہو سکتا ہے۔ مگر خدا کی قسم ہے کہ اسلام کسی ایسے
الزام اور بہتان سے پاک ہے۔

خلافت حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے نزدیک ایسی تھی کہ خوشی سے اوس کو منظور نہین کیا اور
افسوس سے اوس کو چھوڑا نہین۔ اوس کو اتنا بڑا ذمہ داری اور جواب دہی کا کام سمجھتے تھے کہ بسا
اوقات خوف خدا سے روتے تھے۔ خلافت سے جو اونھون نے حظ اور آرام اوٹھایا وہ اون کے حالات سے
معلوم ہو جاوے گا۔ انگریزی مورخ لکھتا ہے کہ "خلافت کی ذمہ داری کا حضرت عمرؓ کی طبیعت پر
اتنا بوجھ تھا کہ اون کو یہ کہتے ہوئے لوگ سنتے تھے کہ" کاش میری مان مجھ کو نہ جنتی اور کاش مین ایک
گھاس کا تنکا ہوتا[۱]"

اب یہ بات کہ خلفا سے امور خلافت مین غلطیان ہوئی ہین یا نہین کچھ شور وغل اور بحث کرنے
کے لائق بات نہین ہے۔ انسان غلطی کرتا ہے اور ان سے بھی غلطیان سرزد ہوئی ہون گی۔

سرسید احمد خان صاحب لکھتے ہین کہ "مطاعن صحابہ ایک ایسا لغو اور بیہودہ اور جھوٹا
کام ہے جس کے برابر دنیا مین دوسرا نالائق کام نہین ہے۔ نہ ہمارے پاس صحیح صحیح واقعات
موجود ہین جو یقین کے لائق ہون اور اگر بالفرض واقعات بھی ہون تو وہ کیفیت اور حالات جن پر
باہم صحابہ کے مشاجرات واقع ہوئے ہرگز ہماری آنکھ کے سامنے نہین ہین پس جو لوگ صحابہ کے
مطاعن پر بحث کرتے ہین وہ بلاکافی شہادت اور بلا موجودگی روداد کے اپنا فیصلہ قائم کرتے ہین علاوہ
اس کے انسان سے غلطی اور خطا کا واقع ہونا خصوصاً ایک ایسی بڑی سلطنت کے انتظام مین جو
صحابہ کے ہاتھ مین تھی ایک ایسا امر ہے جو ناگزیر ہے صحابہ معصوم نہ تھے اگر بالفرض اون سے
غلطیان واقع ہوئی ہین تو کیا آفت ہوئی اور کیون بری سمجھی جائین۔ اگر انھین روایتون پر جو موجود
ہین نکتہ چینی کا مدار ہو تو اوس نکتہ چینی سے نہ حضرت علی مرتضیٰ بچتے ہین نہ خلفاء ثلاثہ۔ اور ہم
باوجود تسلیم کر لینے ان نکتہ چینیون کے جو خوارج و نواصب اور شیعہ اون بزرگون کی نسبت مشتہر
کرتے ہین اون مین سے کسی بزرگ کو برا اور بدخیال نہین کرتے۔ وہ تمام واقعات ایسے ہی ہین

جو دنیا مین ہمیشہ پیش آتے ہین وہ ہوئے ہون یا نہ ہوئے ہون اون سے نہ اون بزرگون کی بزرگی مین کچھ نقصان لازم آتا ہے اور نہ مذہب اسلام کو اون سے کچھ تعلق ہے"۔ درحقیقت اون علما کی رائے نہایت قابل قدر ہے جو ان مباحث کی اجازت نہین دیتے اور اون کی نسبت خاموشی اختیار کرنا بہتر سمجھتے ہین۔ اگر مخالفت اور نکتہ چینی کو اصول بنا کر کسی کی طرف دیکھا جائے تو کوئی بھی دنیا مین نہین بچ سکتا خود حضرت فخر انبیا کی ذات پاک مخالفین کی نکتہ چینی سے نہین بچی اور جس حال مین کہ خلفا کے حالات کو مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہین ہے پس اون کے حالات سے بحث کرنا اور اسلام مین تفرقہ ڈالنا نہایت نقصان دینے والا امر ہے۔ بقول سرسید احمد خان صاحب کے کہ "جو امور مذہب اسلام سے علاقہ رکھ سکتے تھے وہ آن حضرت صلعم کے بعد ختم ہو گئے اور جو واقعات اون کے بعد ہوئے اون کو مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہین ہے نہ وہ مذہب اسلام کے جزو ہین۔ نہ اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد الرسول الله کے بعد اشهد ان ابا بکر الصدیق اول خلیفہ رسول الله کہنا ہمارا جزو ایمان ہے اور نہ اشهد ان علیاً ولی الله وصی رسول الله وخلیفته بلا فاصلة ماننا ہم کو ضرور ہے۔ بل کہ اسلام کے لیے پہلے ہی دو تشہد کافی ہین"۔

سنی اور شیعہ کے اختلاف کے تاریخی حالات کو جو محض ملکی امور اور واقعات پر مبنی تھا اور رفتہ رفتہ مخالفت اور دشمنی کی صورت پکڑ گیا اور اس بات کو کہ مسلمانون کو اس سے کس قدر نقصان پہونچا ہم بہت اختصار کے ساتھ بیان کرین گے۔ زیادہ تفصیل سے بیان کرنے کی گنجائش نہین ہے۔

اسلام نے تو کوئی اس قسم کا اختلاف اور تفرقہ پیدا نہین کیا تھا۔ بل کہ اوس کا کام تو دنیا کے تمام تفرقون کو مٹانا تھا اور اوس نے اپنی وسعت کے اندر مٹا دیے تھے۔ پہلے دونو خلفا کے زمانۂ خلافت مین بھی اس قسم کے کسی تفرقہ کو تعلق نہین ہے۔ حضرت عثمان رض کی خلافت مین ان آنے والے واقعات کی بنیاد رکھی گئی کہ امیر معاویہ کو اس قدر اقتدار اور قوت حاصل ہو گئی کہ حضرت عثمان رض کے خون کا بدلا لینے کے عذر سے خلافت سے بغاوت کرین۔ اس مین بھی کچھ شبہہ نہین ہے کہ حضرت عثمان کے قتل کے واقعہ اور اوس کا بدلا نہ لیے جانے نے ایسے اشتعال کے اسباب پیدا کر دیے تھے

جن کی آرزمین امیر معاویہ کو اپنی دوگونہ غرض پورا کرنے کا موقعہ مل گیا۔ ورنہ امیر معاویہ کی اپنی خونین
اہل عرب کے ہاتھون پر پوری ہونی ناممکن تھین۔عمرو بن العاص کی حیلہ ساز طبیعت نے امیر معاویہ کی
اغراض کی ایسی مدد کی کہ کوئی بڑی سے بڑی فوج بھی نہین کر سکتی تھی حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت کو
بڑی مجبوری سے مسلمانون کے درمیان خونریزی اور شام کی اور مصر کی خلافت سے علیحدگی کو دیکھنا
پڑا۔مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو دارالخلافہ بنانے کا نتیجہ اچھا نہ پیدا ہوا کوفہ کی اقوام اعراب نے بہ جائے
اس کے کہ حضرت علیؑ کی خلافت کو اپنے درمیان دیکھنے پر فخر و ناز کرتے بہت بے اعتنائی اور
نافرمانی بلکہ مخالفت ظاہر کی۔اون کی بے اعتنائی کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ جب
ایک نسل کے گذرجانے کے بعد حضرت علیؑ کی تعظیم اور تکریم اور امامت وغیرہ کے عجیب وغریب خیالات کا
جوش پیدا ہوا تو حضرت علیؑ کے مدفن اور مقبرہ کا بھی کوئی نشان نہ بناسکا۔

بنی امیہ کی خلافت کے ساتھ دنیا طلبی اور قوت و اقتدار اور غلبہ کی خواہش اور ہوس کا زمانہ
شروع ہوا۔امیر معاویہ کو حضرت امام حسنؑ کو خلافت سے محروم کرکے تمام مفتوحہ ممالک پر اپنا تسلط
بٹھا لینے کا موقعہ مل گیا اپنے بیٹے یزید کو بہ ظاہر رفع شر کے بہانہ سے صرف اپنا جانشین ہی نہ مقرر کیا
بلکہ کہا جاتا ہے کہ اوس کو وصیت کی کہ تین شخصون کی طرف سے مدعی خلافت ہونے میں ہوشیار رہے
عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیر اور حضرت امام حسینؑ کی طرف اوس کا اشارہ تھا عبداللہ بن عمرؓ
کی طرف تو امیر معاویہ کا شبہہ درست نہین تھا۔ وہ دنیا کی کوئی خواہش نہین رکھتے تھے۔چنانچہ
یزید نے جب بعیت چاہی تو عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباس نے فوراً بعیت کرلی عبداللہ بن زبیر
اور حضرت امام حسینؑ نے بعیت نہ کی اور مدینہ سے مکہ چلے گئے۔اِس کے بعد حضرت امام حسینؑ کی
شہادت کا وہ عالم آشوب واقعہ ہوا جس نے گو بہ ظاہر ایک مستحق خلافت کو ایسے ظلم اور بیرحمی سے
راستہ سے اوٹھا کر یزید کی حکومت کو بے کھٹکا کردیا مگر درحقیقت بنی امیہ کی خلافت کی بیخ کنی کے واسطے
اوس کی بنیادون مین بارود بھردیا۔کوئی فوج اور کوئی تلوار بنی امیہ کی بربادی کے واسطے اتنا کام
نہین کرسکتی تھی جتنا کہ شہداے کربلا کے المناک واقعہ نے کیا۔اہل بیت کے استحقاق کی طرف

اس وقت تک جو ایک بے اعتنائی اور بے پروائی کا اظہار کیا گیا تھا وہ اون کی حمایت اور اون کا بدلا لینے کے جوش سے مبدل ہوگیا۔ عبداللہ بن زبیر نے جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ اوس نے دعوی خلافت کو بلا مزاحمت پیش کرنے اور حضرت امام حسینؑ کے دعوون کی روک اوٹھا دینے کے واسطے دانستہ حضرت امام حسینؑ کو کوفہ جانے کی رائے دی تھی اب شہدائے کربلا کا بدلا لینے کے واسطے علم اوٹھایا۔ اس کا نتیجہ مکہ اور مدینہ مین خرابی خون ریزی۔ کعبہ کی تباہی اور انصار کی بربادی اور جور برداری کے سوا فی الحال کچھ نہ پیدا ہوا۔ ابن زبیر کی مکہ اور مدینہ مین گو خلافت تسلیم ہوگئی مگر انجام اوس کا بھی کچھ اچھا نہ ہوا۔ مختار نے عبدالملک کی خلافت مین شہدائے کربلا کا بدلا لیا۔ اور اگر آیندہ دنیا طلبی اور دنیا پرستی کی اغراض کے واسطے شہدائے کربلا کا بدلا ایک بہانہ نہ بنا لیا جاتا تو یہ بدلہ کافی سمجھ لیا جاتا۔ اب دنیا کے واسطے تمام جھگڑے اور لڑائیان تھین دین اور دینی مسئلے اور شیعان علیؑ کا یہ نیا نام اختیار کرنا اور امامت کے نئے مسئلہ کو پیدا اور شایع کرنا یہ ایک آڑ تھی جس کے پیچھے دنیا اور دنیوی اقتدار کے حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ ان اندرونی جھگڑون اور لڑائیون سے اسلامی سلطنت کو یہ ایک اصلی نقصان پہونچا تھا کہ عرب کی فتوحات جو ایک بے روک سیلاب کی طرح دنیا مین پھیل رہی تھین بالکل بند ہوگئین اور مسلمانون کی قوت اپنی قوت سے ہی ٹوٹ رہی تھی۔ لیکن ولید بن عبدالملک کی خلافت نے وہ پچھلے اچھے دن پھر یاد دلا دیے اور ملک گیری اور فتوحات مین وہ نام پایا کہ سر ولیم میور اوس کے زمانہ کو ابتدائے خلافت سے انتہا تک عدیم النظیر کہتے ہین۔ مگر جو آگ گھر مین لگ چکی تھی اور جس کی چنگاریان دبی ہوئی تھین آیندہ خلیفون کے وقتون مین وہ نئی نئی صورتون مین بھڑکتی رہین اور آخر بنی امیہ کی بدنام خلافت کا خاتمہ کردیا۔

بنی عباس نے گو خلافت شہدائے کربلا اور اہل بیت اور بنی فاطمہ کا بدلا لینے کے نام سے حاصل کی مگر بہت جلد انھون نے ثابت کردیا کہ یہ سب دنیا اور دنیوی اقتدار کے حاصل کرنے کے واسطے ایک آڑ تھی اور کچھ نہ تھا۔ بنی امیہ سے بدلا لیا گیا۔ اون کے گذرے ہوئے آبا و اجداد کے مظالم کے

میسے اون کو ذبح کرکے اون کی لاشون پر فرش کرکے دسترخوان بچھایا گیا - تلوار بدلا لینےوالون کو ٹھنڈا نہ کرسکی اور لاشون کو آگ کے سپرد کیا گیا مشرقی دنیا کی زمین کے اوپر ایک متنفس بھی اوس بدنام نام سے پکارے جانے کے لائق نہ چھوڑا گیا - مگر کیا یہ بنی فاطمہ کا بدلا لیا جا رہا تھا - اوس وقت کو یہی خیال کیا جاتا - مگر بنی فاطمہؑ کے ساتھ جو سلوک ہوا اوس نے بہت جلد بتادیا کہ اس سب کا مطلب خلافت اور بادشاہی کے میدان کو صاف کرنے کے واسطے روکنے والی اور بدنما جھاڑ یا ان اونچے درخت آیندہ بڑھ جانے کے خوف سے کاٹے جارہے تھے - بنی فاطمہ پر بنی عباس کے ظلم اور تشدد کی تاریخ بنی امیہ کی تاریخ سے بہت لنبی ہے اور سنی اور شیعہ کے درمیان دشمنی اور مخالفت پیدا ہونے کے بڑے واقعات اسی زمانہ مین ہین - اب ہم کو شہدائے کربلا کے پاک نامون اور اون کے بدلا لینے کے بہانون کے ذکر کو چھوڑ دینا چاہیئے - اگرچہ بنی فاطمہ کی آیندہ کوششون مین جو خلافت کے واسطے کی جاتی تھین اون کا بڑا معاون یہی بہانہ تھا - لیکن در اصل بنی عباس اور بنی فاطمہ مین خلافت کے واسطے لڑائیان اور جنگ شروع ہوئے - بنی عباس نے خلافت حاصل کرتے ہی بنی امیہ کی طرف سے اون کا نام ونشان دنیا کے صفحہ سے مٹا کر جب اطمینان کرلیا تو اب اون کو بنی فاطمہ کی فکر ہوئی جن کے نام کو اونھون نے اپنی کامیابی کا وسیلہ بنایا تھا - لیکن اب ایسی رکاوٹون کو وہ اوٹھا دینا چاہتے تھے - ابو مسلم اوس زمانہ کا بےنظیر سپہ سالار تھا جس نے دولت عباسیہ کی بنیاد رکھی اور عدم سے نکال کر اوس عظیم الشان سلطنت کا مالک بنادیا اور زمین سے اوٹھا کر اوس آسمان مرتبہ تخت پر بٹھا دیا اور اس کوشش مین اپنے ہاتھون کو لاکھون مسلمانون کے خون مین رنگ لینے مین تامل نہ کیا اوس کا اقتدار اور قوت سب سے پہلا کانٹا تھا جو عباسیہ کے پہلے خلیفون کی آنکھون مین کھٹک رہا تھا - ابو جعفر منصور نے آخر اوس اپنے وفادار محسن اور بےگناہ اور بےخطا نامور سپہ سالار کو ذبح کرا ہی دیا - بنی فاطمہ باقی تھے - عبداللہ کو معہ اون کے کنبہ کے قید مین ڈال دیا اور اس پر بھی اکتفا نہ کرکے ایک یا دوسرے بہانہ سے اون کو مار ڈالا - محمد اور ابراہیم اگر بھاگ نہ گئے ہوتے تو وہ بھی اس قسمت مین شریک ہوتے بنی فاطمہؑ کے خلافت کے واسطے کمزور کوششین کرنے اور بنی عباس کے ان

سختیان اور جور وجفا کرنے کے واقعات تاریخی جھگڑے ہین سبز اور سیاہ رنگ کے نشان
اور جھنڈے دونون فریقون اور نوجوان کو تیز کرتے تھے بنی فاطمہ مین سے جن بزرگون نے دنیاوی
تعلقات اور جھگڑون سے کنارہ کشی اختیار کرلی وہ امن مین رہے لیکن جنھون نے اپنے نسبی
فخرون کے عوض مین دنیاوی لینی چاہی اور سلطنت مین خلل انداز ہوئے اُنھون نے اپنی
قسمتون کو دوسرون کے واسطے باعث عبرت بنانے کے سوائے اور کچھ نہ حاصل کیا۔ خلافت
کے امن مین خلل ڈالنے کا جرم اون کی بغاوتون کی اون کو سزا دینے کا کافی عذر تھا۔ اور قوت اور
اقتدار اُنھین کا تھا جن کے ہاتھ مین تھا خلیفہ مامون الرشید کے زمانہ خلافت نے بنی فاطمہ کے
حق مین ایک مفید پلٹا کھایا۔ مگر اون کی بدقسمتی نے حضرت علیؑ رضا کو خلافت کا وارث بننے کے
واسطے زندہ نہ رہنے دیا اور زمانہ بہت جلد اون کے خلاف پھر گیا خلیفہ متوکل باللہ نے بنی فاطمہ
کی مخالفت کو انتہا درجہ تک پہونچا دیا۔ حضرت امام حسینؑ کی قبر پر اوس نے ہل پھروا کر اوس زمین
کھیتی بوادی اور زائرین کربلا کو سخت دھمکیون سے منع کردیا۔ ایک عالم شخص کو اس جرم مین کہ اوس نے
خلیفہ کے دونون بیٹون کو امام حسنؑ اور امام حسینؑ پر ترجیح دینی پسند نہین کی تھی پاؤن مین روندوا دیا۔
غرض یہی جھگڑے اور لڑائیان سُنی اور شیعہ مین مخالفت اور دشمنی بڑھاتی گئین اور اُن کی
عجیب عجیب صورتین پیدا کرتی گئین۔ انھین ملکی جھگڑون سے دراصل سُنی اور شیعہ کے نام سے
دو مذہبی فرقہ پیدا ہوگئے۔ معزالدولہ دیلمی نے چوتھی صدی ہجری مین خلیفہ مطیع اللہ کے زمانہ مین یوم
عاشورہ کا رواج دے کر ایک عمدہ کام کے ساتھ اس تفریق کے اور پختہ کرنے کا ایک سبب
پیدا کردیا۔ گو شیعون مین نئے نئے مذہبی مسائل اور مذہبی تفرقہ عجیب وغریب قسم کے پیدا ہوتے رہے
مگر وہ اس اصلی اختلاف سے جدا سمجھنے چاہییے۔ یہ اصلی اختلاف تو خلافت کی بابت تھا بنی فاطمہ
جس قدر کوششین کرتے رہے سب مین ناکامیاب ہوئے اور اس ضعف نے تلوار کی کمی کو زبان
سے پورا کرنا چاہا اور کوششین اون کے جوش کو بڑھاتی اور نئی نئی صورتون مین ظاہر کرتی رہین
جو مذہبی رنگ پکڑتی گئین۔ بنی فاطمہ ہی اگر دنیوی اقتدار اور دنیا کی ہوس چھوڑ دیتے تو ممکن تھا

کہ ان دشمنون کا خاتمہ ہو جاتا مگر اون سے بھی یہ نہ ہو سکا اور خلافت کو ایک دم چین سے نہ بیٹھنے دیا ایشیا مین گو اون کو کوئی دیرپا کامیابی نہ حاصل ہوئی ہو مگر مصر مین اون کی ایک خلافت آخر قائم ہو ہی گئی جو سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کے وقت تک جس نے پھر مصر مین عباسیہ خلافت قائم کردی بھی قائم رہی ۔ مصر کی یہ عباسیہ خلافت ملوکیون کے زمانہ تک برائے نام مصر مین رہی اور سلطان سلیم کے زمانہ مین ترکان عثمانی کی طرف منتقل ہو گئی ۔

خلفاء اربعہ کے سوا اول سے آخر تک جس قدر جھگڑے اور لڑائیان اور کشت و خون ہوئے سب کی تہ مین ایک ہی وجہ دنیا کی طلب اور دنیا کی ہوس تھی اور کچھ نہ تھا۔ بنی امیہ اور بنی ہاشم کے تعلقات قبل الاسلام کو بلا ضرورت تذکرہ کیا جاتا ہے بنی ہاشم ہی نے بنی ہاشم سے کون سا اچھا سلوک کیا جو بنی امیہ کے سلوکون کو اتنی دور پیچھے لے جایا جائے دنیا کے واسطے جو کچھ بنی امیہ نے کیا وہی کچھ بنی عباس نے کیا اور وہی بنی فاطمہ نے کیا۔ تاریخ گواہ ہے جس سے جو ہو سکا کسی نے کمی نہین چھوڑی مسلمانون کا خون سب کی خلافتون پر ایک ہی جیسا دعوی کر سکتا ہے ۔

جس قدر کشت و خون مسلمانون کا ان جھگڑون اور لڑائیون مین جو رفتہ رفتہ مذہب بن گئی تھین ہوا وہ شمار کے حد و حساب اور اندازے سے باہر ہے ۔ اور آج ایک رونے والے کو اوس پر صبر کر لینا بھی مشکل ہے اگرچہ رونا اور فریاد کرنا ہی ایک چارہ ہے ۔ اسی دشمنی نے اسلامی خلافت کا نام دنیا سے رخصت کر دیا عباسیہ کی وہ شان و شوکت پھر نہ آنے کے واسطے اسی مخالفت کی نذر ہو گئی ۔ اسی سنی اور شیعہ کے جھگڑے نے ہلاکو کے خون خوار اور خون ریز ہتھیارون کو مسلمانون کے گھر مین بلایا اور اسلامی سلطنت کی شان و شوکت علم و فضل اور صدیون کی جمع کی ہوئی بزرگیون کو اوس غارت گر کے ہاتھون سے فنا کروا دیا۔ اور عالمون اور فاضلون اور شاعرون اور ادیبون ہزار اہل باکمال لوگون کو جو انتخاب روزگار اور دنیا کا فخر تھے جاہل درندون کے ہاتھون سے ذبح کروا ڈالا وہی تباہی اور بربادی اور زوال اور مدینۃ الاسلام کی ویرانی کا واقعہ تھا جس کو دیکھ کر شیراز کا علامہ خون کے آنسو روتا ہوا ہمارے رُلانے کے لیے یہ اشعار کہتا ہوا گیا ہے ۔

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین
اے محمد گر قیامت می برآری سر ز خاک
دیده بر وا را کے که دیدی شوکت بیت الحرام
خون فرزندان عم مصطفیٰ شد ریخته
نازنینان حرم را خون خلق نازنین
زینهار از دور گیتی و انقلاب روزگار

بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین
سر برآور وین قیامت درمیان خلق بین
قیصران روم سر بر خاک و خاقان بر زمین
هم بر آن خاکے که سلطانان نهادندے جبین
زآستان بگذشت و ما را خون دل از آستین
در خیال کس نگشتے کانچنان گردد چنین

الخ

سعدی اس ہیبتناک تباہی اور ویرانی پر جس نے صدیون کے اسلامی آثار اور بزرگیون کو ایک دم مین مٹا دیا تھا اور بغداد کی بزرگیون اور زمانہ کے فخر کے اسباب کو آگ اور تلوار کے حوالہ کر دیا تھا کیونکر صبر کر سکتا تھا اُس کا عربی مرثیہ دلون کو نہین پتھرون کو پاش پاش کر دینے والا ہے

عربی مرثیہ سے چند اشعار

نسیم صبا بغداد بعد خرابہا +
تمنیت لو کانت تمر علے قبری

کاش ایسا ہوتا کہ بغداد کی تباہی کے بعد اُس کی ہوا کا جھونکا میری قبر پر گذرتا۔

زجرت طبیبا جس نبضی مداویا
الیک فما شکوای من مرض یبری

مین نے طبیب کو جب کہ اوس نے علاج کے لیے میری نبض کو چھوا جھڑک دیا کہ جا اپنا کام کر مجھ کو ایسے مرض کی شکایت نہین جو اچھا ہو سکے ۔

ولا تسألن عما جری یوم حصرہم
وذالک مما لیس یدخل فی الحصر

نہ پوچھو جو حال بنی عباس کی قید کے دن گذرا یہ وہ حال ہے جو قید بیان مین نہین آسکتا ۔

اُدیرت کؤوس الموت حتی کانہ
رؤس الاساری تحرکن من السکر

شراب مرگ کے جام گردش مین لائے گئے یہان تک کہ قیدی کشتون کے سر (تڑپتے ہوئے) ایسے معلوم ہوتے تھے گویا نشے مین جھوم رہے ہین —

بکت عدر المستنصریۃ ندبۃ
علی العلماء الراسخین ذوا الحجر +
نوائب دہر لیتنی مت قبلہا +
ولم ار عدوان السفیہ علی الحبر
وقفت ببغداد ان ارتب دجلۃ
کمثل دم قان تسیل الی البحر
وفائض دمعی فی مصیبۃ واسط
یزید علی مد البحیرۃ والجزر
وہب ان دار الملک ترجع عامرا
ولغسل وجہ العارفین عن الغفر
فاین بنو العباس مفتخر الوری +
ذووا الخلق المرضی والغرر الزہر
غدا سمرا بین الانام حدیثہم +
وذا سمر یدمی المسامع کالسمر
اتذکر فی اعلی المنابر خطبۃ +
ومستعصم باللہ لم یک فی الذکر
ضفادع حول الماء تلعب فرحۃ
اصبر علی ہذا ویونس فی القعر
ولیت صماخی صم قبل استماعہ
بہتک استار المحارم فی الاسر
کان صباح الاسر یوم قیامۃ

علماے راسخین پر جو کہ اصحاب عقل و دانش تھے مدرسہ مستنصریہ کی دیوارین زار زار رو رہی ہین —

یہ زمانہ کے سخت حادثے ہین کاش مین اِن سے پہلے مرجاتا اور جاہلون کا ظلم دانشمندون پر نہ دیکھتا —

مین نے شہر بغداد مین ٹھہر کر دجلہ کے پانی کو دیکھا کہ مثل خون کی مانند سمندر کی طرف بہتا تھا —

میرے آنسو جو شہر واسط کی مصیبت مین جاری ہین خلیج فارس کے مد و جزر کو اور بڑھا دیتے ہین —

یہ نہ سمجھو کہ اب دار الخلافہ پھر آباد ہوگا اور علماء کے چہرے غبار ذلت سے پاک کیے جائین گے —

کہان ہین بنی عباس جن سے عالم کو فخر تھا جن کے اخلاق برگزیدہ اور پیشانیان نورانی تھین —

اُن کا ذکر اب دنیا مین ایک افسانہ ہوگیا اور یہ وہ افسانہ ہے جو کانون کو برچھیون کی نوک کی طرح خون آلودہ کرتا ہے —

کیا منبرون پر خطبہ پڑھا جائے گا اور مستعصم باللہ کا اوس مین ذکر نہ ہوگا —

کیا اسپر صبر ہو سکتا ہے کہ مینڈک پانی کے اِدھر اُدھر خوشی سے کھیلتے پھرین اور یونس پانی کی تہ مین ہو —

کاش ایسا ہوتا کہ قید مین محلون کے لیئے پردہ ہونے کی خبر سننے سے پہلے میرے کان بہرے ہو جاتے —

قید کی صبح گویا قیامت کا دن تھا کہ امتین سر مین خاک ڈالے ہوئے

علی امم شعث تساق الی الحشر
ومستصرخ یا للمروّتہ فانصروا
ومن یصرخ العصفور بین یدی صقر

یساقون سوق المعزی کبدا الفلا
عزائز قوم لایعودون بالزجر
جلبن سبایا سافرات وجوہہا
کواعب لاتبرزن من حلل الخدر
رعی اللہ انسانا تیقظ بعدہم
لان مصاب الزید مزجرۃ العمرو

میدان حشر کی طرف ہکائی جاتی تھین۔

بہت سی فریاد کرتے تھے کہ دہائی ہے مروت کی کوئی مدد کرو۔ مگر باز کے پنجے مین چڑیا کی فریاد کو کون پہونچتا ہے۔

جو لوگ زجر اور دھمکی سننے کے عادی نہ تھے اُن کے حرم محترم صحرا مین بکریون کی طرح ہکائے جاتے تھے

جو لڑکیان پردہ مین چادرون سے چہرے باہر نہ نکالتی تھین اون کو کھلے مُنھ اسیر کرکے لے گئے۔

خدا حمایت کرے اُس شخص کی جو دولت بنی عباس کے بعد خواب غفلت سے بیدار ہوگیا کیونکہ زید کی مصیبت عمرو کے لیے تازیانہ ہے۔

اِس آخری بڑی تباہی اور ویرانی کا سبب صرف سنی اور شیعہ کی دشمنی اور مخالفت تھی۔ اِس کی تفصیل کے معلوم کرنے کے واسطے تاریخ کو کھولنا چاہیے اگرچہ بنی عباس کی خلافت کا انجام ویسا ہی ہوا جیسا کہ پانچ صدیان پہلے اون کے ہاتھون سے بنی امیہ کا ہوا تھا مگر وہ آیندہ مسلمانون کے واسطے اوس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے واسطے کافی سے زیادہ تھا لیکن افسوس ہے کہ مسلمانون نے اوس سے عبرت نہ حاصل کی اور سلطان سلیم اور شاہ اسمٰعیل صفوی کے زمانہ مین وہ چنگاریان ایک دفعہ پھر بھڑکین اور مسلمانون کی ہزارہا جانین صرف اس تفرقہ اور مخالفت کی نذر ہوگیئن۔ ہندوستان مین بھی یہ آگ مسلمانون کے گھرون کو جلائے بغیر نہ رہی۔ مگر چھوٹے بڑے تمام واقعات کا بیان کرنا کچھ ضروری نہین ہے۔ عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے واسطے یہی واقعات کافی ہین۔ سعدی اگر اپنے زمانہ مین ایسی مصیبت اور تباہی دیکھکر زندگی سے بیزار تھا اور موت طلب کرتا تھا تو ہمارے زمانہ مین مسلمانون کے

سامنے رونے اور فریاد کرنے اور مرجانے کے واسطے اوس سے بھی زیادہ حوادث موجود ہین یورپ
و افریقیہ اور ایشیا اور ہندوستان مین اسلامی سلطنتون کی تباہی اور اپنے بُرے انجام سے بھی
اگر ہم سبق نہین حاصل کر سکتے تو ہماری ان زندگیون سے درحقیقت موت ہزار درجہ بہتر ہے۔
اے اسلام کی نسلون! تمھاری تاریخ سے بڑھ کر تمھارے واسطے کوئی معلم نہین ہو سکتا۔
اپنی تاریخ اور اپنے حال سے عبرت حاصل کرو۔ دنیا کی خلافت اور سلطنت کے جھگڑون نے
جو تفرقے تمھارے درمیان پیدا کیے ہین کم سے کم اب تو اون کو درمیان سے اوٹھا دو۔ نہ وہ خلافت
رہی نہ وہ سلطنتین رہین نہ وہ دعوے اور نہ وہ دعویدار رہے مگر افسوس ہے کہ وہ تفرقے اور مخالفتین
باقی ہین۔ ذرا غور کرو کہ کوئی عقلمند ہمارے اس حال پر سوائے ہنسنے یا افسوس کرنے کے
کیا کرے گا۔ ہم اپنے ان تفرقون سے دوگونہ نقصان اوٹھا چکے ہین۔ خدا کی مرضی یہی تھی۔ اگر
یہ دشمنیان ہم کو اپنے ہی گھر مین مصروف نہ رکھتین تو یہ دنیا اسلامی سلطنت کے سوا کوئی دوسرا نام
سننے کے لائق باقی نہ رہتی۔ مگر ایسے خوابون کا وقت گذر گیا ہے۔ ہم اپنی امن بخش موجودہ سلطنت کے
تحت مین اپنی زندگی کے اعلیٰ اغراض پورے کر کے اپنے بہت سے نقصانون کی تلافی کر لینے کے
لائق ہین —

آؤ اتفاق کرین۔ محبت اور اخوت کے ٹوٹے ہوئے رشتہ کو جوڑ کر اپنے اسلام کا ثبوت دین۔ اور
زمانہ جو کچھ ہم سے چاہتا ہے وہ کرین اور اسلام کی مبارک نسلین کہلانے کے مستحق ہون —

بزرگان دین کے حق مین بُرے اور ناشائستہ الفاظ کا استعمال کرنا اون کو کوئی نقصان نہین
پہونچاتا۔ تمام تر نقصان ہمین کو پہونچتا ہے کیونکہ انسان کے دل مین اوس سے بدی اور بدطینتی
اور بداخلاقی پیدا ہوتی ہے جو اسلام کے مقصد اعلیٰ کے برخلاف ہے۔ اور اوس کی برائی کا بجائے خود
یہی ایک ثبوت ہے۔ بلاشبہہ آل رسول اللہ کی محبت اور ہمدردی نہایت نیکی کا کام ہے
اور دل کو پاک اور ایمان کو مضبوط کرتا ہے مگر بزرگان دین کے حق مین برے اور ناشائستہ
الفاظ استعمال کرنے سے وہ تمام نیکی برباد ہو جاتی ہے اور برائی حاصل ہوتی ہے آ دمین

بزرگان دین کے اخلاق اور اطوار کو ہمین اپنا شعار بنانا چاہیئے اور آج وہ زمانہ اگیا ہے کہ دھوکا دینے والے پردہ درمیان سے اوٹھ جائین ہم اپنی غلطیون پر نادم ہون اور بزرگان دین کے نام کی جو عزت اور تعظیم و تکریم ہم کو کرنی واجب ہے وہ کرین ۔

مجھ کو دیباچہ کے آخر مین اپنی استعداد اور مقدور سے بڑھکر ایک ایسا بزرگ کام جیسا کہ حضرت عمرؓ کے حالات کا لکھنا ہے اختیار کرنے کی نسبت چند الفاظ کہنے ہون گے ۔ اصل یہ ہے کہ مین نے کوئی خواہش اور ارادہ نہین کیا اور کسی طرح ایسا ارادہ کرنا واجب نہین تھا جبکہ ہمارے اس زمانہ کے اسلامی مورخ مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی اس کے کرنے کا وعدہ اور اعلان کر چکے تھے ۔ مگر بعض واقعات نے مجھے اس کام کی طرف کھینچا ۔ کئی برس سے ایک قلمی مسودہ حضرت عمرؓ کے حالات پر ترتیب دینے اور شایع کرنے کے واسطے فرمایشاً میرے پاس تھا اوس کی صحت کے خیال نے مجھے اس مضمون پر زیادہ حالات پڑھنے کی طرف مائل کیا اور اوس وقت وہ مسودہ مجھ کو حضرت عمرؓ کے بزرگ اور عظیم الشان حالات کے رو برو بے کار معلوم ہوا اور اون کے دل چسپ حالات اور اوس عظیم نفع کے خیال سے جو ہر ایک مسلمان ایک بادشاہ سے لے کر عامی تک حضرت عمرؓ کے حالات کے مطالعہ سے حاصل کر سکتا ہے مین اپنے چند روزہ مطالعہ کے نتیجہ کو جمع کرنے اور شایع کر دینے کی طرف مائل ہوا کیونکہ مین یہ یقین کرتا ہون کہ ہماری اُردو زبان مین جس کو چھ کروڑ مسلمان ہندوستان مین بولتے ہین ایک ہی مضمون پر ایک سے زیادہ کتابین موجود ہونے مین کوئی نقصان نہین ہے ۔

لیکن میری کتاب سے یہ امید کرنا غلطی ہوگی کہ جناب مولوی محمد شبلی صاحب کی کتاب الفاروق کی ضرورت کو اِس نے رفع کر دیا ہو ۔ یہ کتاب زیادہ تر سہل الحصول ماخذون سے تالیف کی گئی ہے اور عالمانہ تحقیقات اور تدقیقات کی صرف مولوی صاحب کے علم و فضل سے ہی توقع کی جا سکتی ہے ۔ اور مجھ کو امید ہے کہ یہ کتاب بوجہ اون اعلی امیدون کے جو مولوی صاحب کی کتاب سے ہین اوس کے اشتیاق کو زیادہ کرنے کا باعث ہوگی ۔

اگرچہ مین نے یہ بات کہی ہے کہ میری کتاب سہل الحصول ماخذون سے تالیف کی گئی ہے لیکن
بایں ہمہ مین نے ضعیف روایات اور غیر معتبر تاریخون کو وہی وقعت دی ہے جس کی کہ وہ لائق تھین
اور مین نے اون کی طرف مطلق کچھ التفات نہین کیا۔

سب سے زیادہ مین شاہ ولی اللہ صاحب کی قابل قدر اور بیش بہا کتاب ازالۃ الخفاعن
خلافۃ الخلفا اور سر ولیم میور کی انگریزی تاریخون کا جو اونھون نے خلافت پر لکھی ہین مشکور ہون
مولوی محمد شبلی صاحب کی کتاب الفاروق جو اطمینان اس مضمون کی طرف سے دلا چکی ہے اور دلاتی ہے
اوس نے مجھے اس سے زیادہ محنت اور تجسس اور تلاش کرنے سے جس قدر کہ مین نے اپنی استعداد
کے موافق کی ہے بے پروا کر دیا ہے ورنہ ممکن تھا کہ مین اپنی ناچیز محنت اور سعی اور اوس کے نتایج کو
بڑھاتا گو ہر ایک شخص کو جو حضرت عمرؓ کے حالات جمع کرنا اور لکھنا چاہے گا آخر کار شاہ ولی اللہ صاحب
کی طرح یہی شعر پڑھ دینا پڑے گا۔

وعلی تفنن واصفیہ بوصفہ
یفنی الزمان وفیہ مالم یوصف
یعنی
دفتر تمام گشت وبپایان رسید عمر
ما ہم چنان در اول وصف تو ماندہ ایم

ایسے حالات اور مباحثون اور مذہبی مسائل اور تنازعہ اور تکرار کی باتون کو جن کا ذکر
مین اپنے سب سے بڑے مقصد کے لحاظ سے نامناسب سمجھتا تھا مین نے ترک کر دیا ہے
مین اپنے ناظرین سے یہ امید کرنے کے بعد دیباچہ کو ختم کرتا ہون کہ وہ میری استعداد کا
خیال کرکے جو بہت تھوڑی ہے اور اِس بات کو معلوم کرکے کہ اِن پانچ چھ مہینون مین جس عرصہ
مین مین نے اِس کتاب کے متعلق تمام کام کیے اور کرائے مین بہت کم وقت
اطمینان اور فراغت کا مجھے ملا ہے میری غلطیون کے ساتھ سختی سے سلوک

نہ کرین گے —

ناہن ۱۰ - دسمبر ۱۸۹۲ء

خاکسار سراج الدین احمد -

ف ۱ کتاب کے شایع کرنے کی جلدی کے سبب سے مین فہرست مضامین اور نقشہ ملک عرب و فتوحات اس وقت ساتھ شایع نہین کرسکا لیکن تھوڑے زمانہ مین فہرست اور نقشہ تیار ہو جاوین گے اور کتاب کے ساتھ لگا دیے جاوین گے جو اصحاب اس سے پہلے کتاب منگوا چکے ہون وہ اوسی جگہ سے فہرست اور نقشہ طلب کرین —

پہلا باب

نام و نسب۔ ولادت۔ بچپن۔ سن شد۔ حرب جاہلیت

عمر نام۔ ابو حفص کنیت۔ فاروق خطاب۔ امیرالمؤمنین لقب۔ القرشی العدوی نسب۔ شجرۂ نسب کے بارے مین مورخین مین کسی قدر اختلاف ہے۔ تاریخ الخلفا سیوطی مین شجرہ نسب عمر ابن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی ہے اور طبری مین عمر ابن خطاب ابن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن عدی بن کعب بن لوی ہے بہرصورت حضرت عمر کا شجرۂ نسب آٹھوین پشت مین یعنی کعب بن لوی پر آنحضرت صلعم سے مل جاتا ہے پس آپ اشراف قریش مین سے تھے۔ والد آپ کے مشہور اور عمدہ متکلم اور اپنے قوم اور قبیلہ کے امیر اور سردار تھے[1] آپ کی مان خنتمہ بنت ہشام ابن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھی۔

حضرت عمر کے نام کے بارے مین ایک دلچسپ روایت استیعاب مین ہے کہ ایک دن آپ مسجد سے نکلے جارود آپ کا غلام ساتھ تھا۔ سامنے سے ایک عورت (خولہ بنت حکیم) آئی جس کو آپ نے سلام علیک کہا اُس نے جواب دے کر کہا کہ اے عمر[2] کچھ اور کہو مین تجھے پہچانتی ہون۔ تیرا نام عکاظ کے بازار مین عمیرہ تھا اور تھوڑے دنون بعد تجھے عمر کہنے لگے اور اب بہت عرصہ نہین ہوا کہ تو امیرالمومنین کہلانے لگا[3]۔ اس نام کی تبدیلی کی بظاہر کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی

[1] لیف آف محمد مؤلفہ سر ولیم میور۔ [2] ازالتہ الخفا عن خلافۃ الخلفا مولفہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی [3] ازالتہ الخفا عن خلافۃ الخلفا۔

ممکن ہے کہ بچپن مین یا ایام جاہلیت مین لوگ آپ کو عمیرہ کے نام سے پکارتے ہون گو نام آپ کا عُمرؓ ہی ہو۔

نووی کے قول کے مطابق حضرت عُمرؓ عام فیل سے جو آنحضرت صلعم کی ولادت کا سال ہے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے اور ذہبی کی روایت کے حساب سے آپ عام فیل سے اُنیس برس بعد پیدا ہوئے۔ یہ اختلاف چھ برس کا آپ کی نسبت آخر تک پایا جاتا ہے جیسے کہ طبری لکھتا ہے کہ بعضون نے اُن کی عمر ستاون سال کی اور بعضون نے تریسٹھ سال کی لکھی ہے مگر ذہبی کی سوایت زیادہ قابل اعتبار ہے۔

اگر ہر ایک شخص کو جو اسی قسم کا کام اختیار کرے جیسا کہ میرے ہاتھ مین ہے زمانۂ جاہلیت کے حالات کے نہ ملنے کے ساتھ مجبوراً رضامند ہونا پڑتا ہے تو مجھ کو تو اپنی بے بضاعتی کی وجہ سے سب سے پہلے اپنی عاجزی کا اعتراف کرنا چاہیے۔ افسوس ہے کہ حضرت عُمرؓ کے بچپن کے زمانہ کے حالات بھی ایسی ہی تاریکی مین ہین اور مشکل سے آج کوئی وسیلہ اُن کے تلاش اور معلوم کرنے کا دستیاب ہوسکتا ہے عرب کی عجیب و غریب شاعری اگر اُن حالات کے زندہ رکھنے کا جو آج دستیاب ہوسکتے ہین اور اُن کے تاریخی اور سوشل حالات اُس سے اخذ کیے گئے ہین ایک ذریعہ نہ بنتی تو طریقہ تحریر کے موجود نہ ہونے اور حالات کو قلمبند نہ کرنے کی عادت نے اُن کی قدیم تاریخ کے علم کا خاتمہ ہی کر دیا تھا۔ اگرچہ غیر اقوام کی تحریرون اور قدیم کتب مذاہبی سے بھی عرب کے پرانے حالات جمع کرنے مین مدد ملی ہے مگر سب سے بڑا منبع اُن کی وہ شاعری ہی ہے جس کے وہ اِس قدر دل دادہ تھے۔

مگر حضرت عمرؓ کے بچپن اور عموماً زمانۂ جاہلیت کے حالات نہ لکھنے اور نہ بیان کرنے کی نسبت تو ہم کہہ سکتے ہین کہ مسلمان مورخون اور راویون نے دانستہ چشم پوشی کی ہے۔ اُن کے زمانۂ جاہلیت کے حالات لکھنا یعنی جب تک کہ وہ اسلام نہین لائے تھے اُن کی شان کے خلاف اور

سلہ تاریخ الخلفا سیوطی سلہ طبری فارسی نسخہ مطبوعہ لکھنؤ

بے ادبی سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ اسی بناپر ہم دیکھتے ہین کہ بعض مسلمان مورخون نے اُن کے زمانۂ جاہلیت کے ساتھ ایک غیر ضروری رعایت کرنے کی کوشش کی ہے اس سے گمان ہوتا ہے کہ دانستہ حضرت عمر کے زمانۂ کفر کے حالات نہین لکھے گئے۔ بہرحال اسی ناکامی کے ساتھ رضامند ہونا سب سے آخری چارہ ہے۔

اگر پھل سے ایک درخت کی اور پیڑ سے پودے کی حالت کا ہم کچھ اندازہ کر سکتے ہین تو ایک سادہ اور سنجیدہ مزاج شخص کے زمانۂ بچپن کے حالات سے کسی غیر معمولی دلچسپی اور تبدیلی کی توقع نہین کی جا سکتی حضرت عمر کے بچپن کے زمانے کا بڑا حصہ جاہلیت کے ایک سادہ زندگی بسر کرنے والے کنبہ کے اس قسم کے کامون مین مصروف رہنے مین گذرا ہے جس کی ایک مثال وہ خود ایک دفعہ ضجنان کے جنگل مین سے گذرتے ہوئے جو مکہ کے قریب ہے بیان کرتے ہین کہ "مین اس جنگل مین خطاب (اپنے باپ) کے اونٹ چرایا کرتا تھا اُن کا مزاج بہت سخت تھا۔ اُس کی طبیعت کے خلاف اگر مین کوئی کام کرتا تھا تو میرے پیچھے پڑ جاتا تھا اور اگر مین قصور کرتا تھا تو مجھے مارتا تھا"[1]۔ اس سے حضرت عمر کے باپ کی طبیعت کا ایک خاصہ بھی معلوم ہوتا ہے اور حضرت عمر کی طفولیت کا زمانہ جس قسم کے کامون مین گذرا اُس کی بھی ایک مثال ہے۔

سن رشد بھی حضرت عمر کا جاہلیت کے انھین گم شدہ حالات مین پوشیدہ ہے مورخین اُن کے اس تمام زمانے کے حالات کو جو اسلام لانے سے پہلے کے ہین ایک جملہ مین ختم کر دیتے ہین کہ "حضرت عمر قبل از اسلام قریش مین ایک بڑا رتبہ اور وجاہت رکھتے تھے۔ اشراف قریش مین سے تھے اور جاہلیت مین سفارت کا کام کرتے تھے۔ قریش مین جب کوئی باہمی لڑائی یا کسی دوسرے قبیلہ کے ساتھ جنگ ہوتا تھا تو اُن کو سفیر کر کے بھیجتے تھے۔ گاہ گاہ ثالث مقرر ہوتے تھے اور اگر کسی کی تذلیل اور توہین اور خفت کرنے اور عیوب اور برائیان بیان کرنے یا اپنے آباد اجداد کی بزرگیان اور اپنے حسب و نسب کے فخریہ بڑائیان بیان کرنے کی ضرورت ہوتی تو ایسے

---

[1] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا۔ ۱۲

موقع پر قریش کی طرف سے حضرت عمر منتخب کیے جاتے تھے۔ ان پچھلے الفاظ کے مطلب کی شاید کچھ تشریح کرنے کی ضرورت ہو۔ یہ جاہلیت کی ایک خاص رسم کی طرف اشارہ کرتے ہین کہ منافرت اور مفاخرت یعنی دوسرے قبیلون کی بزدلی اور عیوب اور اپنی بہادری اور اوصاف اور حسب نسب کی بڑائیان بیان کرنا جاہلیت کی ایک عام رسم تھی شاعرون کو اپنی طباعی اور ذہانت اور جودت طبع ظاہر کرنے کا ایک بڑا موقع ہوتا تھا وہ برجستہ اور برمحل اشعار تصنیف کرکے پڑھتے تھے بعض اوقات وہ ان منافرت اور مفاخرت کے معرکون مین حد سے گذر جاتے تھے مثلاً بنی عبد مناف اور بنی قصی اور بنی سہم کے درمیان یہان تک نوبت پہونچی کہ اپنی فضیلت اور کثرت کے فخر کو ثابت کرنے کے واسطے قبرین کھود کر اپنے مقتولین کا شمار کیا جس پر سورۃ "الهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ" نازل ہوئی ہے زیادہ تر رواج اشعار مین منافرت اور مفاخرت کرنے کا تھا۔ مثلاً حارث بن ہشام ابن زیابہ کو کہتا ہے کہ۔

ترجمہ	اشعار
اے زیابہ کے بیٹے اگر تو مجھ سے ملے۔	ایا ابن زیابۃ ان تلقنی
تو مین تجھ سے اونٹون مین جو اپنے مالکون سے دور ہون نہین ملون گا یعنی مین شتر چرانے والا نہین ہون اور گھوڑون اور سوارون مین ملون گا	لا تلقنی فی النعم العازب
اور تو مجھ کو ایسے وقت مین ملے گا۔	و تلقنی یشتد بی اجرد
کہ گھوڑا شل اپنے سوار کے بلند و فراخ سینہ مجھے تیز لیجاتا ہو۔	مستقدم البرکۃ کالراکب

ابن زیابہ اسکا جواب دیتا ہے

مطلب شعر کا یہ ہے کہ زیابہ کو اس بات کا بڑا افسوس ہے کہ حارث صبح کو لوٹ کر سلامت چلا گیا۔	یا لهف زیابۃ للحارث
	الصابح فالغانم فالآئب

لے ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء و تاریخ الخلفا سیوطی

والله لو لاقيته خاليا لآب سيفانا مع الغالب	بخدا اگر مین اُس سے تنہا ملتا تو بیشک ہم دونون کی تلوارین غالب کے ساتھ جاتین یعنی اُس کی تلوار چھین لیتا ۔
انا ابن زيابة ان تدعني آتك والظن على الكاذب	مین زیابہ کا بیٹا ہون اگر تو مجھ کو (لڑائی کے واسطے) بلاوے گا تو مین تیرے پاس آؤن گا اور تردد کا انجام جھوٹے کے حق مین بُرا ہوتا ہے ۔

ایک دوسرا شاعر مفاخرت کے طور پر کہتا ہے کہ

رويد بني شيبان بعض وعيدكم تلاقوا غداً خيلي على سفوان	اے بنی شیبان اپنی دھمکیان کسی قدر کم کرو ۔ کیونکہ اب سفوان پر کل تم سے میرے گھوڑون کی مٹ بھیڑ ہوگی
عليها الكماة الغر من آل مازن ليوث طعان عند كل طعان	اُن گھوڑون پر مشہور و نامی بہادر لوگ آل مازن کے سوار ہون گے جو ہر قسم کی نیزہ بازی مین مثل شیرون کے حملہ آور ہین ۔
تلاقوهم فتعرف كيف صبرهم على ما جنت فيهم يد الحدثان	اُن سے ملوگے تو جانوگے کہ یہ لوگ حوادث اور مصائب دہر پر کیسا صبر کرتے ہین ۔
مقاديم وصالون في الروع خطوهم بكل رقيق الشفرتين يمان	وہ لوگ لڑائی مین سب سے آگے رہنے والے ہین اور خوف کی جگہ مین اپنے قدم ہر دو دھاری یمانی تلوار سے ملانے والے ہین ۔
اذا استنجدوا لم يسألوا من دعاهم لأية حرب ام بأي مكان	جب اُن سے کوئی مدد مانگتا ہے تو مدد خواہ سے نہین پوچھتے کہ کس لڑائی کے لیے مدد مانگتا ہے اور ہم کو کہان لے جاویگا یعنی نہایت بیدھڑک ہین ۔

غرض اِس طرح کی منافرت اور مفاخرت کا عرب مین اُس وقت عام رواج تھا

حضرت عمرؓ قریش کی طرف سے اس کام کے واسطے منتخب کیے جاتے تھے۔ لیکن ہم اس سے لازمی طور پر
یہ نتیجہ مشکل سے نکال سکتے ہین کہ حضرت عمرؓ شاعر تھے یا خواندہ اور تعلیم پائے ہوئے تھے۔ کیونکہ منافرت
اور مفاخرت مقفیٰ اور مسجع اور معمولی نثر مین بھی کی جاتی تھی اور بڑے بڑے مشہور شاعر بھی ناخواندہ
اور ان پڑھ تھے۔ مثلاً طرفہ جو جاہلیت کا ایک مشہور اور ممتاز شاعر ہے ناخواندہ تھا مگر یہ کہا جا سکتا
ہے کہ اس کام کو انجام دینے کے واسطے حضرت عمرؓ کی لیاقت اور دلیری اور وقار کے لوگ قائل تھے
اور اسی طرح سفیر ہونے کے واسطے جو خاص اوصاف درکار ہین وہ بھی حضرت عمرؓ مین موجود تھے
حضرت عمرؓ لکھ پڑھ سکتے تھے۔ یہ امر بخوبی ثابت ہے۔ اور شعر بھی کہتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے حالات جاہلیت کی نسبت اب سوا اس کے کچھ کہنے کو نہین رہا کہ ہم ایک نظر
اس سادہ مزاج۔ سادہ معاش۔ خود پسند اور خودسر قوم پر ڈالین جس مین انھون نے ستائیس برس کی عمر تک
پرورش پائی تھی اور جن کے عادات اور خیالات کے حصہ دار ہونے مین وہ کسی سے کم نہین تھے۔
اور جو کہ عن قریب خداوند تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت سے بہرہ یاب ہونے والے تھے۔

یہ وہ عجوبہ روزگار قوم تھی جو ہمیشہ آزاد اور اپنی آزادی پر فخر و ناز کرنے والی رہی کسی غیر قوم کی
اطاعت کا جوا اس نے اپنے کندھون پر نہین اُٹھایا اور کوئی غیر قوم اُن پر فرمان روا نہین ہوئی تھی۔
کوئی خاص قوم یا خاص شہر کو کسی تاتاری ظالم (جبابرہ سدیہ) یا رومی حاکم کے سامنے چند روز کے واسطے
عارضی طور پر جھک گیا ہو ورنہ عرب کی کل قومون نے بڑے بڑے صاحب جلال اور باشان و شکوہ
شاہون کے غاشیۂ اطاعت کو کندھے پر نہ آنے دیا ہزارون برس آزاد رہے۔ فراعنہ مصر اور شاہان
روم کی سعی اس کی فتح مین بے حاصل رہی۔ کیخسرو ایرانی اور اسکندر یونانی سے بچا رہا۔ روم کی سلطنت کا
پھریرا ساری دنیا مین بلند ہوا مگر یہ سرزمین محفوظ رہی۔ ٹارس۔ پومپی۔ ٹریجن وغیرہ کی فوجین سر ٹپک کر بیٹھ رہین
ملک عرب کو نہ زیر کر سکین۔

بدو عرب کی معاشرت ایک چرواہے کے طریقۂ معاشرت سے کچھ زیادہ نہ تھی۔ خیمہ اور چراگاہ صرف
یہ دو چیزین اس کو اپنے اور اپنے دنبون اور بکریون کے ریوڑ کے واسطے درکار تھین۔ البتہ شہرون

صوبون مین رہنے والے کسی قدر مہذب زندگانی کے فوائد سے متمتع ہوتے تھے ان کا وقت کاشتکاری مین مجبوروں اور درختوں کے بونے مین جنگلے پھلوں سے اوقات بسری ہو اور مختلف انواع کی دستکاری اور مختلف اشیا کی تجارت اور سوداگری مین صرف ہوتا تھا ۔

مہمان نوازی ہمسایہ کی خبرگیری اور پناہ گیر کی حفاظت قیدیون کو چھوڑانا ۔ محتاج اور بےکس کی مدد کرنا جس کی طرف کھڑے ہوگئے اُس کا ساتھ دینا ۔ وعدوان کو پورا کرنا ۔ ان عادات کی بہت تعریف کی جاتی تھی اور فضل اور قابل ستائش سمجھے جاتے تھے اور ان پر فخر بھی کرتے تھے مگر خاص فخر کی چیزین حسب نسب کی بڑائی جنگجوئی ۔ بہادری اپنے قبیلہ کے مقتول کا انتقام لینا ۔ گھوڑے کی سواری مین مشاق اور ہوشیار ہونا اور اس قسم کی چیزین تھین ۔ مثلاً ایک شاعر (سموئل) کے فخریہ شعروں مین سے چند یہ ہین ۔

تعیرنا انا قلیل عدیدنا	وہ طعن کرتا ہے کہ ہماری تعداد تھوڑی ہے
فقلت لها ان الکرام قلیل	مین نے اُس کو جواب دیا کہ ہان اہل کرم تھوڑے ہوتے ہین ۔
وما ضرنا انا قلیل وجارنا	اور ہم کو اس نے ضرر نہین دیا کہ ہم تھوڑے ہین جب کہ ہمارا ہمسایہ
عزیز وجار الاکثرین ذلیل	صاحب عزت ہے حالانکہ ہمسایہ اکثرون کا ذلیل ہوتا ہے
لنا جبل یحتله من نجیره	ہمارا ایک پہاڑ ہے اُس مین وہی داخل ہوتا ہے جس کو ہم پناہ دیتے ہین
منیف یرد الطرف وهو کلیل	بہت سنوارا ہے نظر کو خیرہ کرکے ہٹا دیتا ہے ۔
وانا لقوم ما نری القتل سبة	اور ہم بیشک ایسی قوم ہین کہ ہم قتل کو گالی نہین سمجھتے ۔
اذا ما راته عامر وسلول	جب اُسکو عامر اور سلول نے عار سمجھا ۔
یقرب حب الموت آجالنا لنا	ہمارا موت کو محبوب رکھنا ہماری عمرین نزدیک کردیتا ہے او
وتکرهه آجالهم فتطول	ادن کی عمرین اس موت کو مکروہ جانتی ہین اور دراز ہوتی ہین ۔
وما مات منا سید حتف انفه	اور ہم مین سے کوئی سردار یون ہی (یعنی بے قتل ہوئے) نہین م
ولا طل منا حیث کان قتیل	اور نہ ہم مین سے کوئی مقتول کہین ہو باطل ہوگیا ہے (یعنی ا

	اُس کا انتقام لیتے ہین۔)
تسیل علی حد الظبات نفوسنا	ہماری روحین یا خون تلوار کی دھارون پر روان ہوتی ہین۔
ولیست علی غیر الظبات تسیل	اور تلوارون کے سوا اور پر روان نہین ہوتین۔
صفونا فلم نکدر و اخلص سرنا	ہم (نسب مین) صاف ہین پس ہم مین کوئی کدورت نہین ہے اور
اناث اطابت حملنا و فحول	ہماری پاک اصل کو اُن عورتون نے کہ اُنھون نے ہمارا حمل پاک رکھا او
	اصیل مردون نے خالص کر دیا ہے۔
علونا الی خیر الظہور و حطنا	ہم اچھی پشتون کی طرف (نطفہ ہوکر) بلند رہے۔
لوقت الی خیر البطون نزول	اور ہم کو ایک وقت معین پر نزول نے اچھے بطون کی طرف
	پہونچا دیا۔
فنحن کماء المزن ما فی نصابنا	سو ہم ابر کے پانی کے مانند (پاک و صاف) ہین۔ ہمارے گروہ مین
کہام ولا فینا یعد بخیل	کوئی ضعیف نہین ہے اور نہ ہم مین کوئی بخیل گنا جاتا ہے۔
وننکر ان شئنا علی الناس قولہم	اور اگر ہم چاہین تو لوگون کی بات پر اعتراض کرین۔
ولا ینکرون القول حین نقول	اور جب ہم گویا ہوتے ہین تو ہمارے قول پر اعتراض نہین کر سکتے۔
اذا سید منا خلا قام سید	جب ہم مین سے کوئی سردار انتقال کر جاتا ہے تو ایسا سردار اُس کی
قؤول لما قال الکرام فعول	جگہ قائم ہوتا ہے کہ کہتا ہے وہ جو شریفون کا قول ہے اور
	اور وہی کرتا ہے۔
وما اخمدت نار لنا دون طارق	اور ہماری آگ کسی رات کے آنے والے پر کبھی بجھی نہین ہے۔
ولا ذمنا فی النازلین نزیل	اور نہ مہمانون مین سے کسی مہمان نے ہماری مذمت کی ہے۔
وایامنا مشہورۃ فی عدونا	اور ہمارے واقعات ہمارے دشمنون مین مشہور ہین۔
لہا غرر معلومۃ و حجول	اُن واقعات کے واسطے روشنی اور بیاض معلوم ہے۔
واسیافنا فی کل غرب و مشرق	اور ہماری تلوارین تمام مغرب اور مشرق مین۔

بہا من قراع الدار عین فلول	ذرہ پوشون پر شمشیر زنی سے دندانہ دار ہو گئی ہین ۔
معودۃ الا تسل نصالہا	یہ عادت کی گئی ہے کہ تلوار کھینچ کر پھر میان نہ کیجاے ۔
فتغمد حتی یستباح قبیل	جب تک کوئی جماعت قتل نہ کی جاے ۔

غرض لڑائی اور جنگ جوئی اون کا رات دن کا مشغلہ تھا۔ جاہلیت کی لڑائیون کی شمار کوئی سترہ سو بتاتا ہے کوئی بارہ سو۔ ان بے باک اور بے خوف عربون کی معرکہ آرائیان اور خونریزیان بڑی مشہور ہین۔ ایک ذرسی بات ان کے درمیان آتش جنگ مشتعل کرنے اور سالہاسال باہم لڑتے رہنے کے واسطے کافی تھی مثلاً حرب بسوس جو بنی بکر اور بنی تغلب کے درمیان ہوئی اُس کا سبب یہ تھا کہ کلیب ایک بڑا مشہور امیر عرب تھا اُسنے حکم دے رکھا تھا کہ میری چراگاہ مین کوئی اونٹ چرنے نہ پائے ایک شخص قوم جرم کا جساس کی پھوپھی بسوس نامی کے پاس اترا تھا اُن کے ناقہ کا نام سراب تھا وہ چرتی ہوئی کلیب کی چراگاہ مین چلی گئی۔ کلیب نے اسپر تیر چلاے اور پھر اُسکے تھن کاٹ لیے۔ یہ اونٹنی لہولہان بڑبڑاتی ہوئی اپنے مالک کے پاس آئی۔ بسوس کو دیکھکر بہت رنج ہوا کہ اُس کے مہمان کو تکلیف پہونچی۔ جساس نے جو اپنی پھوپھی کو غمگین پایا اور ماجرا سنا تو تمام قوم کو جمع کر کے کلیب کو جا گھیرا اور احاطہ مین پھرتے ہوے پا کر جساس نے اُس کو ایک ایسا نیزہ مارا کہ وہ مرگیا۔ یہ جنگ کی آگ پچاس برس تک بھڑکی رہی جس کے شرارون مین ستر ہزار جانین خاکستر ہو گئین ۔

اسی طرح جنگ داحس کی کیفیت یہ ہے کہ عرب کے ایک امیر قیس کے پاس دو گھوڑے داحس اور غبرا نامی تھے۔ حذیفہ بن بدر کے گھوڑ ون کے ساتھ دوڑ ہوئی دو دو سو چھرون کی شرط بدی گئی۔ مگر دوڑ کے نتیجہ پر باہم تکرار ہو گیا۔ اور لڑائی چھڑ گئی چالیس برس تک خونریزی کا ہنگامہ برپا رہا۔ قبیلہ کے قبیلہ کٹ گئے اور ہزارہا جانین اُس ناچیز سے جھگڑے کی نذر ہو گئین ۔

اونٹ اور گھوڑا اُن کے دو وفادار اور خدمت گزار تھے اور وہ بھی اُن کے پورے قدردان اور عاشق زار تھے۔ اونٹ کا دودھ۔ دہی۔ گوشت پشم۔ چمڑا۔ مینگنیان۔ پیشاب۔ ہر چیز اُن کے کام آتی تھی بس یہ ریگستان کا جہاز صرف ریگستانی دشوار گذار رستون ہی مین کام نہین دیتا تھا بلکہ اُن کے

اسباب معیشت کا ایک بہت بڑا معزز تھا۔

گھوڑے کی نسبت علم حیوانات کے عالم رائے دیتے ہین کہ وہ عرب کی پیدائش ہے وہین کی آب ہوا اِس شریف اور نجیب جانور کے لیے موزون کی گئی تھی گو اُس کے قد و قامت کو وہ چندان بلند نہین کرتی مگر تیزی اور چستی و چالاکی اور شتاب روی وہ پیدا کرتی ہے کہ جس کا دنیا مین جواب نہین شریف و نجیب گھوڑ دن کی نسل کا باقی رکھنا عرب کا ایمان تھا۔ اور جگہ انسان اپنی شرافت کو ایسا یاد نہین رکھتا جیسا کہ عرب اِن گھوڑون کی نسل کی نجابت کو یاد رکھتا تھا۔ نر کو فروخت کر دے مگر مادہ کو جان کے برابر رکھتا اور جدا نہین کرتا تھا جب کوئی نجیب گھوڑی بچھیرا دیتی تو اُس کی خوشی ایک بڑی شادی کی تقریب سے کم نہوتی۔ اولاد کی مانند اُس سے محبت کرتے اور اولاد ہی کی طرح اُس کی تعلیم و تربیت کرتے تھے۔ اور اِس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ اِن کی تیزی اور دوڑ ہزارون جانین بچا دیتی تھی۔ عرب اِسی کے بھروسے پر اپنی جان کو خطرے مین ڈالدیتا تھا۔ اور وہ اُس کے اعتبار کو دھوکا نہین دیتا تھا اور ہوا کی طرح لے کر اُڑ جاتا تھا اگر سوار پیٹھ سے گر جاتا تو وہ اُس کی مصیبت کا دوست اُس کے سنبھل کر پھر سوار ہونے تک اُسکے پاس کھڑا رہتا۔

شعر و شاعری نے حیرت انگیز ترقی کی تھی۔ عرب شعر اور شاعری کا دلدادہ تھا کسی قوم مین اگر کوئی ہونہار شاعر پیدا ہوتا تھا تو مرد اور عورتین سب مل کر خوشی کرتے اور شادیانے بجاتے تھے۔ اپنے لائق شاعرون پر فخر کیا جاتا تھا۔ عکاظ کے بازار کے مشاعرے اور معلقہ مشہور ہین۔ اپنے اشعار مین وہ شجاعت۔ دل کی اُمنگین خونریزی۔ شرافت نسب۔ رفاقت باوفا۔ سخاوت۔ فرحت مقام۔ دریا کی روانی۔ جنگلون کی ویرانی۔ پہاڑون کی وحشتناکی۔ جنگلون کی سرسبزی۔ حیوانات کی خوبی۔ اونٹ گھوڑون کی تعریف۔ عشق۔ معشوق کی تعریف۔ ہجر کی اوداسی۔ وصل کی مسرت۔ اور اِس قسم کے مضامین ہوا کرتے تھے۔ فصاحت بلاغت لطافت ظرافت بھی فضیلت کے دائرے کی تکمیل کے لیے ضروری تھی۔ ایک فصیح متکلم اور مقرر کو خطیب کا خطاب ملتا تھا۔

بعض خوبیون کے ساتھ ساتھ عرب جاہلیت مین نہایت بداخلاقی اور فحش پھیلا ہوا تھا۔ قصائد کے شروع مین جو تشبیب کے اشعار ہوتے تھے اُن مین دولتمند امیرون کی لڑکیون اور عورتون اور

بھنون کا نام لے کر بیان کرتے تھے اور ہر طرح کے عیبون کو علانیہ اُن کی طرف منسوب کرتے تھے اُن کا یہ اعتقاد تھا کہ ہر شاعر کے اختیار مین ایک جن رہتا ہے اور جس قدر بڑا شاعر ہوتا ہے اُسی قدر زبردست جن اُس کے زیر حکم ہوتا ہے۔

بدکاری اور زناکاری سے نادم نہین ہوتے تھے اور ہر طرح کی غیر مہذب نظم مین ازراہ بے شرمی اُس کو مشتہر کرتے تھے اور اُس پر فخر کرتے تھے۔

سب لوگ شراب اور نہایت قوی نشی عرقون کے پینے سے بدرجۂ غایت اُنس رکھتے تھے۔ اور مدہوشی کی حالت مین تمام لوگون سے خراب اور معیوب باتین سرزد ہوتی تھین۔

قماربازی سب لوگون کا بلا استثنا ایک ہر دل عزیز کھیل تھا اور کوئی خاص مقام قماربازی کا مشہور ہوتا تھا تو لوگ دور و دراز مسافت طے کر کے وہان جوا کھیلنے کو جایا کرتے تھے۔ سودخواری بھی عام طور سے نہایت درجہ مروج تھی۔

لونڈیون کو جو قینات کہلاتی تھین گانا بجانا اور ناچنا سکھایا جاتا تھا اور وہ حرام کاری کرنے کی مجاز تھین۔ اِس حرام کاری کی آمدنی اُن کے آقا اپنے تصرف مین لاتے تھے۔

رہزنی اور غارت گری اور قتل روزمرہ کی باتین تھین۔ اِنسانون کا خون بلا خوف و تاسف ہر روز ہوا کرتا تھا۔ لڑائی مین جو عورتین قید ہوتی تھین اُن کو فتح مند لونڈیان بنا لیتے تھے۔

ٹوٹکون اور شگون لینے مین اُنکا نہایت مضبوط اعتقاد تھا۔ جب کوئی مصیبت اُن پر نازل ہوتی تھی۔ تو پتھر کی چھوٹی کنکریون پر کچھ پڑھ کر پھونکتے تھے اور اُن کو دفع مصیبت کی غرض سے پھینکتے تھے جانورون کے اُڑنے اور بولنے سے نیک اور بد شگون لیا کرتے تھے۔

خون کے انتقام مین دیت لینا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اُن کا اعتقاد تھا کہ اگر کسی آدمی کے خون کا عوض خون سے نہ لیا جائے تو ایک چھوٹا پردار کیڑا مقتول کے سر مین سے نکل کر آسمان مین چیختا پھرتا ہے اِس عجیب کیڑے کو "ہامہ" اور "صدی" کہتے تھے۔

ہر شخص کے مرنے کے بعد دستور تھا کہ اُس کے اونٹ کو اُس کی قبر سے باندھ دیتے تھے یہان تک

کہ بھوک اور پیاس کے مارے وہ مرجاتا تھا اور اُس اونٹ کو "بلیہ" کہتے تھے۔ کسی کے مرنے پر برس روز تک سوگ کرتے اور اُس کو رویا کرتے تھے۔

لڑائی مین عورتین مردون کے ہمراہ ہوتی تھین اور ہر طرح اُن کی مدد کرتی تھین۔ اُن کے شوہر جب لڑائی مین مصروف ہوتے تھے تو وہ پکار پکار کر کہتی تھین "آگے بڑھو آگے بڑھو اے ہمارے جری بہادر خاوندو۔ اگر تم کوتاہی کرو گے اور ہم کو دشمن سے نہ بچاؤ گے تو ہم تمھاری بیویان نہ ہون گی"

قحط اور گرانی کے زمانہ مین اپنے اونٹون کو مجروح کر کے اُن کا خون پیا کرتے تھے۔ خشک سالی مین مینہ برسنے کا ٹوٹکا اِس طرح پر کرتے تھے کہ پہاڑون مین ایک گاے کو لے جاتے تھے اور اُس کی دُم مین سوکھی ہوئی گھاس اور کانٹے اور جھڑیان باندھ کر اُس مین آگ لگا دیتے تھے اور گاے کو پہاڑون مین چھوڑ دیتے تھے۔

باوجودے کہ کوئی شخص اپنے غلامون کو آزاد کر دیتا تھا تو بھی اُس کی ملکیت کا استحقاق اُسکو باقی رہتا تھا اور اُس استحقاق کو فروخت کر دینے کا بھی مجاز تھا اور مشتری اور غلامون پر اپنی ملکیت قائم کرتا تھا اور اِس طرح سے یہ بدبخت ہمیشہ کی آزادی سے بالکل محروم تھے۔

عورتین کسی جانور کا دودھ نہین دوہتی تھین اور اگر کسی خاندان کی عورتون کو دودھ دوہتے دیکھ پاتے تھے تو اُس خاندان کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور وہ خاندان لوگون کی آنکھون مین دفعتًا حقیر ہو جاتا تھا۔

مجرم کو فوجداری کی سزا مین جلتی ہوئی ریت پر بٹھا دیتے تھے مردہ جانورون کا گوشت کھاتے تھے اور اُسکو بہت لذیز غذا سمجھتے تھے جو اونٹنی یا بھیڑ بکری دس دفعہ بچہ جن لیتی تھی اُس کو چھوڑ دیتے تھے اور وہ چھوٹی پھرا کرتی تھی اور جب وہ مرجاتی تھی تو اُس کا گوشت مرد کھاتے تھے اور عورتون کو اُس کا گوشت کھانے کی ممانعت تھی۔ اگر اونٹنی یا بھیڑ بکری پانچوین دفعہ مادہ بچہ جنتی تھی تو اُس کے کان کاٹ کر اُس کو چھوڑ دیتے تھے اور اُس کو بحیرہ کہتے تھے اور اُس کا گوشت کھانا اور دودھ پینا منع تھا۔ کسی کام کے ہو جانے پر اونٹون کو بطور سانڈ چھوڑ دینے کی منت مانتے تھے اور جب

وہ کام ہو جاتا تھا تو اونٹ کو بطور رسانڈ کے چھوڑ دیتے تھے وہ جہان چاہتا پھرا کرتا تھا۔ اگر کوئی اونٹنی
دس بچہ اور بکری سات بچہ دے چکتی تھی تو عورتون کو اُس کا گوشت کھانے کی ممانعت تھی اور صرف
مرد ہی اُس کا گوشت کھا سکتے تھے۔ اگر کسی بکری کے مادہ بچہ ہوتا تھا تو مالک اُسکو اپنے لیے رہنے دیتا
تھا اور اگر نر پیدا ہوتا تھا تو بتون پر بطور نذر کے چڑھایا جاتا تھا۔ اور اگر دو بچے ایک نر اور ایک مادہ
پیدا ہوتے تھے تو مالک دونون کو اپنے لیے رکھتا تھا اور وہ "وصیلہ" کہلاتے تھے۔ جو اونٹ دس
بچون کا باپ ہو چکتا تھا وہ چھوڑ دیا جاتا تھا اور جہان وہ چاہتا تھا پھرا کرتا تھا اور وہ بنام "حامی"
موسوم ہوتا تھا —

قسم لینے کا نہایت سنجیدہ قاعدہ یہ تھا کہ آگ جلا کر اُس مین نمک اور گندھک میں کر ڈالتے
تھے یہ آگ "ہولہ" کہلاتی تھی اور اُسکے جلانے والا "مُہول" کہلاتا۔ قسم کے مستحکم کرنے کا ایک یہ بھی
طریقہ تھا کہ میزاب خانۂ کعبہ کے نیچے جا ایک کمان اور جوتی رکھ دیتے تھے اور اِس طرح کرنے سے
قسم پختہ ہو جاتی تھی۔ اقرار اور وعدہ کے مستحکم کرنے کو اپنے بزرگون اور بتون کی قسم کھاتے تھے
ہر شخص گو وہ اجنبی ہو دوسرے شخص کے گھر مین بلا طلب اجازت چلے آنے کا مجاز تھا کسی نادار
کے گھر کھانا کھانا معیوب سمجھا جاتا تھا۔

خانۂ کعبہ مین سات تیر رکھے ہوے تھے اور ہر تیر پر ایک علامت بنی ہوئی تھی بعضون پر
کام کرنے کے حکم دینے کی اور بعضون پر اُس کام سے منع کرنے کی علامت تھی ہر شخص پیشتر اُس سے
کہ کوئی کام کرے اُن تیرون سے استخارہ کرتا تھا اور اُسی کے بموجب کام کرتا تھا۔ اُن تیرون کو
"ازلام" کہتے تھے۔

تمام عرب جاہلیت کا شیوہ بت پرستی تھا مختلف قبائل کے مختلف بت تھے جن کے نام اور
شکلین جدا جدا تھین مثلاً ہبل ایک بہت بڑا بت آدمی کی شکل کا جو شام سے لایا گیا تھا اور مینہ
برسانے والا یقین کیا جاتا تھا خانۂ کعبہ کے اوپر رکھا ہوا تھا۔ ود قبیلۂ بنی کلب کا بت تھا۔ سواع
جو عورت کی شکل کا بت قبیلۂ بنی مذحج کا تھا۔ یغوث قبیلۂ بنی مراد کا شیر کی شکل کا بت تھا علی ہذا القیاس

یعوق - نسر غزی - لات - منات - دوار - (نوجوان عورتون کا بت جو اُس کا طواف کرتی تھین)۔ یہان نائلہ - یعبب - مختلف بت تھے - کعبہ مین حضرت ابراہیم کی مورت بنی ہوئی تھی جس کے ہاتھ مین استخارہ کے تیر تھے - حضرت مریم کی بھی ایک مورت تھی جس کی گود مین حضرت عیسیٰ تھے - ان بت پرست باشندون کے درمیان ایک فرقہ "صابیی" مذہب کا تھا جو ثوابت اور سیارون کی پرستش کرتا تھا -

عورتین نہایت خراب اور ذلیل حالت مین تھین - مردون کو جس قدر چاہین عورتین کرنے کا اختیار تھا - طلاق دے کر پھر عورت کو اپنی زوجیت مین لے آنے کا اختیار تھا - سب سے خراب رسم لڑکیون کو بے رحمی سے مار ڈالنا یا اُن کو زندہ دفن کر دینے کی تھی - لڑکے اپنی سوتیلی ماؤن کے ساتھ ازدواج کرنے کے مجاز تھے مگر باپ اپنے بیٹے یا متبنی کی زوجہ کے ساتھ شادی کرنے کا مجاز نہ تھا - شوہر کے مرنے کے بعد اُس کا سوتیلا بیٹا اگر وہ نہو تو کوئی قریب کا رشتہ دار بیوہ کے سر پر ایک چادر ڈال دیا کرتا تھا اور وہ شخص جو اِس طرح چادر ڈالتا تھا اُس سے شادی کرنے پر مجبور ہوتا تھا -

عورتین بے حجاب عام مجمعون مین آتی تھین اور اپنے جسم کے کسی حصہ کو کھلا رکھنے اور عوام الناس کو دکھلانے مین کوئی بے حیائی اور بے شرمی کی بات خیال نہین کرتی تھین عورتین مصنوعی بال سر پر لگایا کرتی تھین اور اپنے جسم کو نیل سے گودا کرتی تھین -

دیوون اور خبیث ارواحون - خیالی اور وہمی اور فرضی صورتون اور نیک بد جنات کو مانتے تھے اور اُن کی مختلف شکلین مقرر کر رکھی تھین[1] -

غرض جاہلیت کے یہ خیالات یہ عادات اور اطوار اور عقائد اور رسوم تھے جن مین کہ حضرت عمرؓ نے اپنی ابتدائی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ بسر کیا تھا - انھین حالات کو ہماری زبان کے یگانہ شاعر نے سب سے موثر الفاظ مین یون بیان کیا ہے -

---

[1] یہ حالات خطبات احمدیہ مصنفہ سر سید احمد خان صاحب اور بعض دوسری معتبر کتابون سے لکھے گئے ہین - مؤلف -

کہین آگ پجتی تھی وہان بے محابا
کہین تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا
بتون کا عمل سو بسو جا بجا تھا
کرشمون کا راہب کے تھا صید کوئی
طلسمون مین کاہن کے تھا قید کوئی

وہ دنیا مین گھر سب سے پہلا خدا کا
خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل مین مشیت نے تھا جس کو تاکا
کہ اس گھر سے ابلیگا چشمہ ہدی کا
وہ تیرتھ تھا اک بت پرستون کا گویا
جہان نام حق کا نہ تھا کوئی جویا

قبیلہ قبیلہ کا بت اک جدا تھا
کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزی پہ وہ نائلہ پہ فدا تھا
اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا
نہان ابر ظلمت مین تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیون پر

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ
ہر اک لوٹ اور مار مین تھا یگانہ
فسادون مین کٹتا تھا ان کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت مین چالاک ایسے
درندے ہون جنگل مین بیباک جیسے

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے
سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس مین لڑ بیٹھتے تھے
تو صدہا قبیلہ بگڑ بیٹھتے تھے
بلند ایک ہوتا تھا گر وہان شرارا
تو اس سے بھڑک اٹھتا تھا ملک سارا

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی
صدی جس مین آدھی انھون نے گنوائی

قبیلون کی کردی تھی جس نے صفائی — تھی اک آگ ہر سو عرب مین لگائی
نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ
کرشمہ اک اُن کی جہالت کا تھا وہ

کہین تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا — کہین پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لب جو کہین آنے جانے پہ جھگڑا — کہین پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یون ہی روز ہوتی تھی تکرار اُن مین
یون ہی چلتی رہتی تھی تلوار اُن مین

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر مین دختر — تو خوفِ شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور — کہین زندہ گاڑ آتی تھی اُس کو جا کر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

جُوا اُن کی دن رات کی دل لگی تھی — شراب اُن کی گھٹی مین گویا پڑی تھی
تعیش تھا غفلت تھی دیوانگی تھی — غرض ہر طرح اُنکی حالت بُری تھی
بہت اس طرح گذری تھین اُن کو صدیان
کہ چھائی ہوئی نیکیون پر تھین بدیان

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت — بڑھا جانبِ بوقبیس ابرِ رحمت
ادا خاکِ بطحانے کی وہ ودیعت — چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوے پہلوے آمنہ سے ہویدا
دعاے خلیل اور نویدِ مسیحا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی — عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل مین سب کے لگا دی — اک آواز مین سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق سے — کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نامِ حق سے

دوسرا باب

اسلام کی ابتدائی حالت حضرت عمرؓ کا اسلام لانا ہجرت۔ آنحضرت صلعم کی رفاقت

آنحضرت صلعم نے نبوت کے پہلے تین برسون مین عرب سے بت پرستی چھوڑانے کی کوششین پوشیدہ طور پر کین۔ مگر آخرکار آپ نے علانیہ تلقین کرنا شروع کیا اور بت پرستی کی مذمت کرنی شروع کی قریش اور قبائل عرب اِس سے آگ کی طرح غصہ سے بھڑک اُٹھے اور آنحضرت کو اس سے روکنے اور باز رکھنے کی کوشش کی لیکن جب ایک نہ ماننے کے لائق بات کو آنحضرت نے نہ مانا تو قریش نے آنحضرت کو کعبہ سے جہان آپ موعظت فرمایا کرتے تھے نکال دیا[۱]۔ آنحضرت جس قدر اعلاء کلمۃ الحق اور بتون کے عیوب کے اظہار مین اصرار فرماتے تھے اُسی قدر قریش آپ سے زیادہ دشمنی اور مخالفت کرنے آمادہ ہوتے جاتے تھے۔ اُن کے اِس بڑھتے ہوے طیش اور غصہ نے آخرکار آنحضرت صلعم اور اُن مسلمان مردوان اور عورتون کو جو اسلام لاے تھے ایذا پہونچانے کا ایک سلسلہ قائم کردیا آنحضرت کی نسبت موہنہ در موہنہ دشنام دہی کرنا اور تذلیل کرنا یہ تو ایک عام بات تھی جو روزمرہ ہوتی تھی بعض قریش کمینہ لوگون کو اور اپنے غلامون کو اشارہ کرتے تھے اور وہ اس طرح سے آنحضرت کو ایذا پہونچاتے تھے ایک دفعہ اسی طرح اُن کمینہ لوگون اور قریش کے غلامون نے آنحضرت صلعم کو گھیر لیا اور گالیان دینی اور سخت وسست الفاظ کہہ کر غل مچانی شروع کی بہت سے آدمی جمع ہو گئے اور ایسی دھکا پیل ہوئی کہ آنحضرت کو ایک احاطہ مین پناہ لینی پڑی[۲] ابو لہب ہمیشہ آنحضرت صلعم کے دروازے پر نجاست اور نجس اور بدبودار چیزین ڈلوا دیتا تھا[۳]۔ ام جمیل ابولہب کی بیوی (حمالۃ الحطب) اُس راستہ پر

---

[۱] سپرٹ اوف اسلام مصنفہ مولوی سید امیر علی صاحب ضوی۔ [۲] از ابن ہشام۔ تفسیر القرآن جلد چہارم مصنفہ سید احمد خان
[۳] از تاریخ ابن الاثیر جلد ۲۔ تفسیر القران جلد چہارم۔

جہان سے آنحضرت صلعم کی آمد و رفت ہوتی تھی اور جہان آپ عبادت اور مراقبہ کرنے کو تشریف لے جاتے تھے کانٹے بچھا دیتی تھی[۱]۔ راہ چلنے کی حالت مین آنحضرت کے سر مبارک پر لوگ مٹی کوڑا کرکٹ ڈالدیتے تھے[۲]۔ قریش نے باہم پختہ عہد کرلیا تھا کہ کوئی شخص آنحضرت کے پاس نہ جاسے اُن کے پاس نہ بیٹھے اور اُن کی بات نہ سنے۔ ایک دفعہ عقبہ جاکر آنحضرت کے پاس بیٹھا اور کچھ کلام سنا اِس کی خبر اُبی کو پہونچی جو اُس کا بڑا دوست تھا وہ اُس کے پاس آیا اور کہا کہ مین نے سنا ہے کہ تو آنحضرت کے پاس جاکر بیٹھا تھا اور اُن کی باتین سُنی تھین تیری صورت مجھ کو دیکھنی اور نہ تجھ سے بات کرنی حرام ہے اور مین اپنی قسم کو اور زیادہ سخت کردونگا اگر تو اب گیا اور اُن کے پاس بیٹھا۔ کیا تجھ سے یہ نہ ہو سکا کہ اُن کے مونہہ پر تھوک دیتا چنانچہ اُس خدا کے دشمن نے ایسا ہی کیا[۳]۔ آنحضرت جہان جاتے تھے وہان وہ بھی پہونچتے تھے اور جب آپ اور آپ کے اصحاب نماز مین مصروف ہوتے تھے اُس وقت پتھر مارتے تھے اور جب آپ کھانا کھاتے تھے اُسوقت غلیظ پھینکتے تھے اور کعبہ کے قریب آپ کو نماز پڑھنے نہ دیتے تھے[۴]۔

جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے اُن پر بھی نہایت ظلم ہوتا تھا اور سخت ایذا پہونچائی جاتی تھی جہان بیکس مسلمانون کو دیکھتے تھے پکڑ لیتے تھے قید کرتے تھے۔ مارتے تھے بھوکا پیاسا رکھتے تھے جلتی ریت مین ڈالتے تھے آگ سے جلاکر ایذا پہونچاتے تھے[۵]۔ حضرت بلال کو عین دوپہر مین سورج کی تپش کے وقت امیہ بن خلف کبھی مونہہ کے بل اور کبھی پیٹ کے بل جلتی ریت پر ڈالدیتا تھا اور کہتا تھا کہ مین تیرے ساتھ اسی طرح کیے جاؤنگا جب تک کہ تو مرجاے یا محمد صلعم کے ساتھ کفر کرے[۶]۔ ایک دفعہ اُنھون نے عمار بن یاسر کو اور اُس کے باپ کو اور مان کو جو مسلمان ہو گئے تھے پکڑ لیا اور دھوپ مین جلتی ریت پر ڈالدیا اتفاقاً آنحضرت صلعم اُس طرف سے گذرے اور اُن سے کہا کہ اے یاسر کے

---

[۱] از ابن ہشام تنقید الکلام فی احوال شارع الاسلام مصنفہ مولوی سید امیر علی صاحب رضوی صفحہ ۴۴ و تفسیر القران جلد چہارم صفحہ ۵۴۔ [۲] از ابن ہشام تفسیر القران جلد چہارم صفحہ ۵۴۔ [۳] از ابن ہشام صفحہ ۲۳۸ و تفسیر القران جلد چہارم صفحہ ۴۶ [۴] تنقید الکلام فی احوال شارع الاسلام صفحہ ۵۴۔ [۵] تفسیر القران جلد چہارم صفحہ ۴۶۔ از تاریخ ابن اثیر۔ [۶] تفسیر القرآن جلد چہارم صفحہ ۴۶۔ از تاریخ ابن اثیر۔

خاندان کے لوگو صبر کرو تمھاری جگہ جنت میں ہے حضرت یاسر اسی سختی مین مر گئے اور اُن کی بیوی سمیہ کو ابوجہل نے اُس مظلومہ کی شرمگاہ مین ہتھیار مار کر مار ڈالا اور اُسکے بعد حضرت عمار کو سخت ایذا پہونچائی کبھی دھوپ مین ڈالتا تھا کبھی آگ سے گرم کیا ہوا پتھر اُن کے سینہ پر رکھوا تا تھا کبھی اُن کو پانی مین ڈال کر ڈبوا تا تھا آخرکار اُن سے کہا کہ ہم تجھے کبھی نہین چھوڑین گے جب تک کہ تو محمد کو دشنام نہ دے اور لات کی تعریف نہ کرے۔ خباب ابن ارت کو کافرون نے پکڑلیا اور نہایت سخت ایذا پہونچائی اُس کو ننگا کرکے موہنہ کے بل گرم جلتی ریت پر لٹاتے تھے اور پھر پتھر کے کنکرون کو آگ سے گرم کرکے اُس پر لٹاتے تھے اور اُس کا سر مروڑ کے اُلٹا پھیر دیتے تھے۔ فکیہہ کو امیہ بن خلف نے ایذائین پہونچا پہونچا کر آخر گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ زنیرہ مسلمان عورت کو ابوجہل نے اندھا کر دیا۔ غرض تمام مسلمانون کو طرح طرح کے عذاب اور طرح طرح کی ایذائین پہونچائی جاتی تھین اور یہ سلسلہ ایذا رسانی کا جاری تھا۔ پس جو حال کہ ابتدا مین اسلام کا تھا اور جس مصیبت مین مسلمان گرفتار تھے وہ اِس قسم کے واقعات سے ظاہر ہے۔

جیسا کہ ہمنے کہا ہے مسلمان مورخون نے حضرت عمر کے ایام جاہلیت کے حالات کو صرف چھوڑ ہی نہین دیا بلکہ غیر ضروری رعایت اُن سے کرنا چاہی ہے۔ اس قسم کی روایتین موجود ہین کہ حضرت عمر نے اسلام لانے سے پہلے کبھی مسلمانون کو یا آنحضرت کو کسی قسم کی تکلیف نہین پہونچائی مگر ابن اثیر کی ایک روایت سے صحیح حال معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک دن حضرت عمر نے اپنے مسلمان ہونے سے پہلے لبینہ ایک مسلمان عورت کو پکڑلیا اور اُس کو ایذا پہونچائی اور مارنا شروع کیا۔ جب تھک جاتے تھے تو چھوڑ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ مین نے تجھے چھوڑا نہین ہے مین تھک گیا ہون اس لیے ٹھہر گیا ہون اُس نے جواب دیا کہ اسی طرح خدا تیرے ساتھ بھی کرے گا اگر تو مسلمان نہ ہوا۔[۵۴] یہی مخالفت حضرت عمر کی اپنی بہن فاطمہ کے اسلام لانے کی خبر سن کر اور طیش کھا کر اُس کے گھر جانے اور اُن کو

[۵۲] تفسیر القرآن جلد چہارم صفحہ ۶۔ ۷۔ از تاریخ ابن اثیر۔ [۵۳] مدارج النبوت از مواہب لدنیہ۔ [۵۴] تفسیر القرآن جلد چہارم صفحہ ۸۔ از ابن اثیر جلد ۲۔ صفحہ ۲۷۔

مارنے کے مشہور واقعہ سے ظاہر ہے۔ہوشمند مورخین کو بھی اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہین تھی کہ حضرت عمرؓ اسلام لانے سے پہلے "مسلمانون کو ایذا اور عذاب پہونچانے مین متہم اور مشہور تھے اسلام کے وہ سخت مخالف اور پیغمبرؐ کے غایت درجہ کے دشمن اور رقیب تھے[1]" انگریزی مورخین سب اِس قول پر متفق ہین کہ حضرت عمرؓ پہلے اِس نئے دین کے نہایت مخالف اور دشمن تھے[2] اور اسلام کی دشمنی اور مسلمانون کے ساتھ سختی اور تشدد کرنے مین بدنام تھے[3]

غرض جیسا کہ حضرت عمرؓ کی سخت اور درشت طبیعت سے جب کہ وہ لوگ اپنی دلیری اور شجاعت اور تہور اور ہٹ اور لڑاکا پن ثابت کرنے کے واسطے اسی قسم کے موقعون کے متلاشی رہتے تھے توقع کرنی چاہیے وہ جاہلیت مین اسلام کے بے طرح مخالف تھے۔بعض روایات مین خود حضرت عمرؓ کا یہ قول بھی ملا ہے کہ مین رسول اللہ کے زمانہ مین اُن پر "اشد الناس" تھا[4] حضرت عمرؓ جس طرح کہ عزت اور وجاہت اور رعب مین ابوجہل سے کم نہ تھے اسی طرح معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی مخالفت اور مسلمانون سے سختی کرنے مین بھی اُس سے کم نہ تھے۔کیون کہ جناب رسول اللہ دونون مین سے ایک کے مسلمان ہوجانے کی دعا خدا سے کیا کرتے تھے۔جیسا کہ ابن مسعود کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت نے خدا سے دعا مانگی کہ خدایا عمر ابن ہشام (ابوجہل) یا عُمرؓ ابن الخطاب سے اسلام کو عزت (یامدد) دے حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ کی روایت مین آنحضرت کا صرف حضرت عمرؓ کے لیے دعا مانگنا بیان ہوا ہے جس سے یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ آنحضرت کو حضرت عمرؓ کی طبیعت سے ہدایت قبول کرنے کی زیادہ توقع تھی۔حضرت عمرؓ کی بہن اور بہنوئی پہلے مسلمان ہوچکے تھے اور اون کے بھائی اور ابوالبکیر کے چار بیٹے جو خطاب کے خاندان سے رشتہ مین ملتے تھے سب سے اول اسلام لانے والون مین تھے۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی نسبت جو روایتین ہین گو وہ جزیات تک صحیح نہون مگر ہر ایک سے

---

[1] سپرٹ آف اسلام مصنفہ مولوی سید امیر علی صاحب رضوی صفحہ ۱۱۲۔[2] کتاب اسلام مصنفہ شابرٹ صفحہ ۲۰۔[3] لیف آف محمد مصنفہ سر ولیم میور صفحہ ۹۵۔[4] تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۷۶۔

بجاے خود حضرت عمر کا اسلام کا مخالف اور معاند ہونا ثابت ہے۔ اس باب مین مختلف روایتین ہین اور اگرچہ اُن مین سے صرف وہی ایک روایت جو مشہور اور مسلم ہے قابل اعتبار ہو اور دوسری روایتون کو حضرت عمؓر کے اسلام لانے کے واقعہ کی نسبت صحیح نہ سمجھا جاے لیکن اُن مین جو واقعات بیان ہوے ہین اغلب ہے کہ وہ صحیح ہون اور حضرت عمر کی طبیعت پر اثر ڈالنے اور قبول اسلام کے واسطے تیار کرنے کا باعث ہوئی ہین۔ خود حضرت عمر سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ مین رسول اللہ کو مسجد جانے سے روکنے کے واسطے نکلا مگر وہ پیش دستی کر کے مجھ سے پہلے مسجد مین پہونچ گئے۔ مین اُنکے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ انھون نے سورۂ الحاقہ شروع کر دی مین تالیف قرآن سے تعجب کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ کی قسم جیسا قریش کہتے ہین یہ شاعر ہے تب اُنھون نے یہ آیت "انہ لقول رسول کریم وما ہو بقول شاعر قلیلا ما تومنون" پڑھی اُس سے میرے دل مین اسلام نے گھر کر لیا[۱]۔ ایک دوسری روایت مین ہے کہ حضرت عمر کے اسلام لانے کی ابتدا یہ تھی کہ ایک رات وہ اپنی بہن مخاض کو مار کر گھر سے نکل کر کعبہ مین چلے گئے۔ وہان آنحضرت صلعم کو دیکھا کہ ایک چادر اوڑھے ہوے آے اور حجر اسود کے پاس گئے اور کچھ عرصہ تک نماز مین مشغول رہ کر وہان سے لوٹ جانے لگے۔ حضرت عمؓر کہتے ہین کہ جو کچھ اُسوقت مین نے اُن سے سنا اُس سے پہلے کبھی نہین سنا تھا۔ جناب رسول اللہ جب باہر نکلے تو مین اُنکے پیچھے ہو لیا۔ آنحضرت نے کہا کہ کون ہے مین نے کہا کہ عمؓر تو فرمانے لگے کہ اے عمؓر تو مجھے نہ دن کو چھوڑتا ہے نہ رات کو۔ مین ڈر گیا کہ مجھے بددعا نہ دین اور کلمۂ شہادت پڑھاے[۲]۔

بخاری کی ایک اور روایت سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت عمؓر کی طبیعت پر اسلام لانے سے پہلے کچھ نہ کچھ اثر اسلام کی طرف سے موجود تھا حضرت عمؓر خود ایک واقعہ اپنے خواب کا بیان کرتے ہین کہ قبل نبوت ایک دن مین حطیم (یا ہتیم) کے پاس سوتا تھا۔ دیکھتا ہون (خواب مین) کہ ایک شخص ایک بچھڑا لایا اور اُس کو ذبح کیا۔ اور پھر کسی نے چیخ کر ایسی سخت آواز سے کہ پہلے مین نے کبھی نہین سنی تھی جلیح کا نام لے کر کہا کہ اے جلیح یہ شخص جو لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے نیک مرد اور خوش کلام ہے

[۱] تاریخ الخلفا سیوطی۔ [۲] تاریخ الخلفا سیوطی —

لوگ اُدھر جھپٹے۔ مین نے کہا کہ جب تک اس کا حال معلوم نہ ہو پیچھا نہ چھوڑونگا۔ دوبارہ اُس نے اسی طرح آواز دی پھر مین بیدار ہوگیا۔ اِس کے بعد بہت مدت نہ گذری تھی کہ آنحضرت نبی مشہور ہوگئے[1]۔ گو اِس کی کچھ اصلیت ہو کہ حضرت عمرؓ اسلام لانے سے پہلے صداقت اسلام کی نسبت کوئی خفیہ اور غیر محسوس اثر دل مین رکھتے تھے مگر ایسا اثر اسلام اور مسلمانون کی مخالفت اور توہین و تذلیل کرنے سے روک نہین سکتا تھا کیونکہ اپنے آبائی دین کی غیرت اور حمیت کی صورت مین اور قوم اور جماعت کے دباؤ اور اپنے قبیلہ کے مذہب کے ساتھ فخریہ چسپیدگی اور دلبستگی سے جو جوش پیدا ہوتے تھے اُن کا مقابلہ کوئی ایسا پوشیدہ خیال نہین کرسکتا تھا۔

قریش کا غضب اور غصہ جس قدر اپنی غایت اور انتہا کو پہونچتا جاتا تھا اسی قدر حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا زمانہ قریب آتا جاتا تھا۔ ابوجہل حضرت حمزہ سے زک اُٹھاکر اور بھی بھڑک گیا تھا اور اُس کی آخری تدبیر جس مین وہ رات دن غلطان و پیچان رہتا تھا سوا اسے اِس کے کچھ نہ تھی کہ آنحضرت صلعم کے خون سے اپنے غصہ کی آگ کو بجھانے کے درپے تھا۔ چنانچہ ابوجہل نے ایک دن معززین قریش کی جماعت مین علانیہ اعلان کیا کہ جو کوئی آنحضرت صلعم کو قتل کرے اور اُن کا سر میرے پاس لائے اُس کو سو اونٹ اور چالیس ہزار درم اور ایک دوسرے قول کے مطابق ہزار اونٹ اور بہت سے دینار و درم دونگا حضرت عمرؓ نے اس کام کو غیرت کھاکر اپنے ذمہ لیا اور تلوار گلے مین حمائل کیے ہوے گھر سے نکلے[2]۔ بعض روایات مین صرف اسی قدر ہے کہ حضرت عمرؓ گھر سے نکلے اور ایک مسلمان شخص بنی زہرہ سے (نعیم بن عبداللہ) راستہ مین ملا اور اُن سے پوچھا کہ آپ کہان جاتے ہین حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ محمد صلعم کو قتل کرنے۔ اُس نے کہا کہ بنی ہاشم اور بنی زہرہ کے انتقام کا تمکو خوف نہین ہے حضرت عمرؓ نے کہا کہ معلوم

---

[1] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء [2] اکثر مورخون نے روایت کے اس حصہ کو شاید ضعیف سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔ اور بعض نے بیان کیا ہے۔ مگر مولوی سید امیر علی صاحب نے سپرٹ اوف اسلام مین اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایک انگریز مصنف (سٹاربٹ مصنف کتاب اسلام صفحہ ۶۳) حضرت عمرؓ کا حضرت حمزہ سے ابوجہل کا بدلہ لینے کے واسطے روانہ ہونا لکھتا ہے۔ اسی طرح کا کثیر اختلاف موجود ہے۔ اور جس حالت مین ہمارے پاس تنقیح روایات کا کوئی ذریعہ نہین ہے۔ اگر کل نہین تو بعض روایات کا بیان کرنا لازم اور ضروری ہے۔ مؤلف۔

ہوتا ہے تو بھی صابی ہو گیا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ پہلے تم اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر لو کہ وہ بھی صابی ہو گئے ہین اور تیرا دین چھوڑ دیا ہے[۱]۔ ایک روایت حضرت عمرؓ ہی سے ہے کہ ایک دن مین گھر سے نکلا تو ایک مخزومی مجھے راستہ مین ملا۔ مین نے اوسے کہا کہ تو اپنے باپ دادا کے دین سے برگشتہ ہو کر دین محمدؐ کا پیرو بنا ہے۔ اوس نے کہا کہ اگر مین نے ایسا کیا ہے تو جن پر تیرا زیادہ حق ہے اُنھون نے بھی ایسا ہی کیا ہے یعنی تیری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو گئے ہین۔

اسی قسم کی ایک اور روایت ہے کہ ایک دن دوپہر کو مین مکہ مین راستہ پر چلا جا رہا تھا۔ تو ایک شخص نے مجھے ٹوکا اور کہا کہ اے عمر بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو فخر کرتا ہے کہ مین ایسا ہون اور ایسا ہون اور تیری بہن مسلمان ہو گئی ہے۔

بعض روایات مین صرف اس قدر ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی بہن فاطمہ اور اُس کے خاوند سعید بن زید کے مسلمان ہو جانے کی خبر سنی[۲] اور غصہ کھا کر اُس کے گھر گئے۔ اور بعض نے صرف اسی قدر لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ ایک دن اپنی بہن کے گھر کی طرف آئے[۳]۔ دروازہ بند پایا اور قرآن مجید کے پڑھنے کی آواز سنی۔ دروازہ کھلوایا اور کہا کہ لاؤ جو کچھ تم پڑھتے تھے اُنھون نے انکار کیا۔ (بعض روایتون مین ایک صحابی حضرت خباب کا موجود ہونا اور ڈر سے چھپ جانا لکھا ہے) حضرت عمر نے اپنی بہن اور بہنوئی کو اس قدر مارا کہ خون بہنے لگا۔ آخر اُن کی بہن نے کہا کہ جو کچھ تیرے دل مین آئے تو کر ہم تو مسلمان ہو چکے ہین اور دین محمدؐ اختیار کر چکے ہین۔ حضرت عمر کا دل بھی اُن کو دیکھ کر پسیجا اور سورۂ طٰہٰ اُن سے لے کر پڑھی یا اُن سے سنی ایک روایت مین آیتہ سبح للہ ما فی السمٰوات والارض وہو العزیز الحکیم الخ پڑھی۔ مگر معتبر یہی ہے کہ حضرت عمر نے سورۂ طٰہٰ کی یہ آیت اُن سے سُنی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ طٰہٰ۔ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی الا تذکرۃ لمن یخشی تنزیلا ممن خلق الارض والسمٰوات العلی۔ الرحمٰن علی العرش استویٰ لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض وما بینہما

[۱] تاریخ الخلفا سیوطی وغیرہ۔ [۲] ازالتہ الخفا عن خلافتہ الخلفا۔ مناہج النبوت ترجمہ مدارج النبوت مین حضرت عمرؓ کے بہنوئی کا نام سعد بن زید بن عمر بن نفیل لکھا ہے اور طبری فارسی نسخہ مین حضرت عمر کی اس بہن کا نام حفصہ اور بہنوئی کا نام طلحہ لکھا ہے مگر فاطمہ اور سعید ہی درست نام ہین [۳] طبری فارسی نسخہ۔

وما تحت الثریٰ وان تجہر بالقول فانہ یعلم السر واخفی اللہ لا الٰہ الا ہو الاسماء الحسنیٰ۔ اِس آیت کا سننا تھا کہ قرآن کی فصاحت اور بلاغت پر غش ہو کر حضرت عمرؓ کے دل کو یقین ہو گیا کہ بیشک سچا کلام خدا کا ہے اور اس پر ایمان لے آے اور آنحضرت صلعم کی حضور مین حاضر ہونے کا قصد کیا تاکہ مشرف باسلام ہون اور اس فیض رحمت الٰہی سے بہرہ یاب ہونے کا اقرار کرین آنحضرت[1] اُسوقت ارقم کے گھر مین جو مکہ کے اسفل مین تھا تشریف رکھتے تھے اور قریش کی شر سے محفوظ رہنے کے واسطے چند روز سے وہین تھے حضرت عمرؓ نے وہان پہونچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ اصحاب رسول اللہ مین جو اُس وقت وہان موجود تھے اور حضرت عمرؓ کے اِس ارادے سے واقف تھے تہلکہ پڑ گیا مگر حضرت حمزہؓ نے جو خود بھی دلیری اور شجاعت مین اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اُٹھ کر دروازہ کھولا حضرت عمرؓ کا ارادہ معلوم ہونے پر اصحاب رسول اللہ بے انتہا مسرور ہوے اور صداے تکبیر بلند ہوئی۔ آنحضرت نے حضرت عمرؓ کو گلے سے لگایا اور آغوش رحمت مین دبایا۔ اور حضرت عمرؓ نے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد انک محمد الرسول اللہ پکار کر کہا۔ آنحضرت نے حضرت عمرؓ کے سینہ پر تین دفعہ ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اے خدایا ان کے سینہ مین جو آلودگی ہے اُس کو اسلام سے بدل دے[2]۔ اسی اثنا مین جب نماز کا وقت ہوا اور آنحضرت نماز کے واسطے اُٹھے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا حضرت بتون کی عبادت تو کفار خانہ کعبہ مین جو خانہ خدا ہے علانیہ کرین اور آپ خدا کی عبادت چھپ کر۔ یہ گوارا نہین ہے۔ خانہ کعبہ کو چلیئے اور وہان آشکارا نماز ادا کیجیئے۔ پس آنحضرت اصحاب کرام کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف عازم ہوے۔ کفار حضرت عمرؓ کو خلاف توقع اس حال مین دیکھ کر حیران ہوے حضرت عمرؓ نے اپنے اسلام کا اعلان کیا اور لڑ بھڑ کر کفار کو خانہ کعبہ کی نواحی سے دور کیا۔ آنحضرت نے مع اصحاب کے کعبہ کا طواف کیا اور ظاہرا خدا کی عبادت کی[3]۔ اُس وقت یہ آیہ کریمہ۔ یا ایہا النبی حسبک اللہ

---

[1] طبری فارسی نسخہ مین یہ لکھا ہے کہ آنحضرت اُس وقت حضرت خدیجہ کے گھر مین تھے اور حضرت عمرؓ اپنی بہن کے ساتھ وہان گئے اور بعض روایات کے بموجب جناب صحابی کو ساتھ لے کر ارقم کے گھر گئے۔ بہر حال ارقم کے گھر مین حضرت عمرؓ کا جانا اور پیغمبر صلعم کا وہان ہونا معتبر ہے۔ مؤلف [2] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا۔ [3] مناہج النبوت۔ روضۃ الاحباب طبری فارسی نسخہ۔ ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا۔ تاریخ الخلفا سیوطی ——

ومن اتبعک من المومنین - نازل ہوئی -

حضرت عمرؓ چھٹے سال نبوت کے ماہ ذوالحج مین جب کہ اُن کی عمر چھبیس (اور ایک روایت مین ستائیس) برس کی تھی چالیس مرد اور گیارہ یا پندرہ عورتون کے بعد اور حضرت حمزہ عم رسول اللہ کے مسلمان ہونے سے تین دن بعد اسلام لائے -

ہمارے ایک مشہور اور فاضل عالم[1] حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعہ کو مختصر عبارت مین اس طرح بیان کرتے ہین کہ " اس وقت مین نئے دین کو ایک قیمتی معاون حضرت عمرؓ کی ذات مین حاصل ہوا جن کی دانشمندی اور قابلیت نے اُن کو اسلام کی آیندہ جمہوری سلطنت کا ایک عضو اور جزو ضروری بنا دیا - دین محمدی کی جو خدمات وہ بجا لائے ہین اُنھون نے اُن کے نام کو تاریخ کے صفحون پر کندہ کر دیا ہے وہ عدی بن کعب کے خاندان کے معزز اور ممتاز ممبر اور خطاب کے بیٹے اور اس سے پہلے اسلام کے سخت مخالفت اور پیغمبر صلعم کی معاندت کے سبب سے مشہور تھے اُن کا اسلام لانا قرآن مجید کی ایک سورۃ کے اُن کے دل پر جادو کا سا اثر پیدا کرنے کا نتیجہ بیان ہوا ہے جو اُنھون نے اپنی بہن کے گھر مین سنا جہان وہ غضب اور طیش مین آکر قتل کرنے کے ارادے سے گئے تھے - اُن الفاظ سے متاثر ہو کر جو اُنھون نے سنے ہاتھ مین ننگی تلوار لیئے ہوئے جس سے وہ پیغمبر کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے وہ سیدھے پیغمبر صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے جس سے صحابہ رسول اللہ کی جماعت مین ایک تہلکہ پڑ گیا حضرت عمرؓ نے اپنے آقا کے ہاتھ چومے اور سچے دین مین داخل ہونے کی درخواست کی مسلمانون نے حضرت عمرؓ کے رحمت الٰہی مین شریک ہونے پر دل سے خداوند کریم کا شکر کیا مسلمان ہونے کے بعد وہ اسلام کا ایک رُکن ہو گئے - اب اسلام کو گلی کوچون مین اپنا سر چھپانے اور پوشیدہ رہنے اور چھپ کر خدا کی عبادت کرنے کی کوئی ضرورت نہین رہی تھی اور ان نئے اسلام قبول کرنے والون نے اُن کو علانیہ طور پر عبادت کرنے کی جرأت دلائی - حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی خبر سن کر قریش پر بجلی گر گئی اور معاملہ کے نازک ہو جانے کو جان گئے " -

---

[1] مولوی سید امیر علی صاحب رضوی مصنف کتاب سپرٹ آف اسلام و سیرۃ محمدی صفحہ ۱۱۲ -

سر ولیم میور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہین کہ "حضرت عمرؓ نے چھٹے[1] سال نبوت کے اختتام پر اسلام قبول کیا۔ اُن کی بہن فاطمہ اور اُس کا خاوند سعید بن زید پہلے اسلام لاچکے تھے مگر قریش کے خوف سے اپنے دین کو ظاہر نہین کرتے تھے۔ ایک دن جب حضرت عمرؓ بعض مسلمانون کو دھمکا رہے تھے ایک دوست نے اُن سے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو اور اُن کی بہن اور بہنوئی کے نیا دین قبول کرنے کی طرف اشارہ کیا۔ اِس سے اُن کا غصہ بھڑک اُٹھا اور فوراً اپنی بہن کے گھر کو روانہ ہوے۔ وہ اُس وقت خباب سے قرآن کی بیسویں سورۃ سن رہی تھی جو ایک تحریری نسخہ سے پڑھ رہا تھا۔ یہ مخالف (حضرت عمرؓ) نزدیک ہوے اور پڑھنے کی نیچی آواز کو سُنا۔ اُن کے پاؤن کی آہٹ پاکر خباب ایک کوٹھری مین چھپ گئے۔ حضرت عمرؓ نے داخل ہوتے ہی غصہ سے کہا کہ یہ کیا آواز تھی جو مین نے سُنی ہے۔ اُنھون نے جواب دیا کہ کچھ نہین۔ حضرت عمرؓ نے قسم کھا کر کہا کہ نہین مین نے سُن لیا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کے دین سے برگشتہ ہوگئے ہو۔ اس پر اُن کے بہنوئی نے کہا کہ کیا تمھارے دین کے سوا کسی دوسرے دین مین سچائی نہین ہوسکتی؟ اِس سوال سے حضرت عمرؓ کا شبہہ مبدل بہ یقین ہوگیا اور غصہ کھا کر سعیدؓ پر جھپٹے اور اُس کو لاتون سے مارا۔ اُن کی بہن چھوڑانے کے واسطے دوڑین۔ اسی کشاکش مین اُن کا چہرہ زخمی ہوگیا اور خون بہنے لگا اور جوش مین آکر اُسنے کہہ دیا کہ بیشک ہم نے دین اسلام قبول کیا ہے اور خدا، واحد اور اُس کے نبی پر ایمان لاے ہین۔ جو تیرے دل مین آے تو ہمارے ساتھ کرلے۔ حضرت عمرؓ نے جب اُسکا چہرہ خون سے بھرا ہوا دیکھا اُن کا دل نرم ہوگیا اور کہا کہ جو کچھ تم پڑھ رہے تھے وہ مجھے دکھاؤ۔ مگر اُن کی بہن نے کہا کہ "لا یمسہ الا المطہرون" جب تک تم پاک نہ ہوگے تم اُسے نہین دیکھ سکتے۔ حضرت عمرؓ اُٹھے اور غسل کیا اور کاغذ لے کر پڑھنے لگے (کیونکہ وہ پڑھ سکتے تھے) جب تھوڑا سا پڑھ لیا تو کہنے لگے کہ یہ کلام کیسا عمدہ اور بزرگ ہے۔ یہ سُن کر خباب بھی اندر سے نکل آے اور کہنے لگے کہ اے عمرؓ مجھے یقین ہے کہ خدا نے اپنے نبی کی دعا قبول فرما کر تجھے اپنے واسطے منتخب کرلیا ہے کل ہی آنحضرت نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ "خدایا اسلام

[1] لیف آف محمد مصنفہ سر ولیم میور صفحہ ٩٥ —

ابوجہل سے یا عمر سے مضبوط کر" حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے آنحضرت کے پاس لے چلو کہ مین اپنے قبول اسلام کا اُن پر اظہار کرون - اُن کو ارقم کے گھر مین لے گئے - حضرت عمر نے دروازہ کھٹکھٹایا - حضرت حمزہؓ اور دوسرے اصحاب نے دروازے کے شگاف سے دیکھا کہ عمرؓ ہین اور چونک کر پیچھے ہٹ گئے لیکن آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسے اندر آنے دو اور خود آگے بڑھ کر اس سے ملے اور اُس کے دامن اور تلوار کی پیٹی کو پکڑ کر فرمانے لگے کہ تو مسلمانون کے ستانے سے کب باز آوے گا جب خدا تجھ پر غضب نازل کرے گا - حضرت عمرؓ نے اِس کے جواب مین کلمۂ "اشہد انک رسول اللہ" کہا - آنحضرت نہایت خوش ہوئے اور باواز بلند "اللہ اکبر" زبان مبارک سے فرمایا"

ایک انگریز مصنف لکھتا ہے[1] کہ حضرت عمرؓ کا آنحضرت کے ہاتھ پر یک بیک اسلام لانا ایسا ہی تھا جیسا کہ پال (پولوس رسول) کا حضرت مسیح کے ہاتھ پر - ایک شیعہ عالم نے اپنی کتاب حملۂ حیدری[2] مین حضرت عمر کے اسلام لانے کے تمام واقعات کو عمدہ منظوم عبارت مین بیان کیا ہے -

عمر بعد ازان از پسِ چند گاہ ۔ در آمد بدینِ رسولِ اِلٰہ
چنان بُد کہ بوجہل ازان سرزنش ۔ بکیفیتے شد عداوت فزش
کہ جز قتل پیغمبرِ ذوالجلال ۔ نبودش دگر ہیچ فکر و خیال
یکے روز مے گفت با اشقیا ۔ کہ آرد کسے گر سرِ مصطفےٰ
ہزار اشتر از خود بہ بخشم بہ او ۔ دو کوہان سیہ دیدہ و سرخ مُو
ز دیباے مصری و بردِ یمن ۔ دگر سیم و زر بخشمش چند من
عمر چون شنید آن سخن گفتنش ۔ بجنبید عرقِ طمع در تنش
با و گفت سوگند اگر میخوری ۔ کہ از گفتۂ خویشتن نگذری
من امروز خدمت رسانم بجا ۔ بیارم بہ پیشت سرِ مصطفےٰ
گرفت از ابوجہل اول قسم ۔ پس آنگہ زدہ در رہِ کین قدم

سلہ [1] از بھناٹ مصنف آربیٹن آتھرس صفحہ ۴ - سلہ [2] آیات بینات مصنفہ مولوی سید مہدی علی صاحب -

با آن کاره چون رفت بیرون عمر | یکی گفت با او نداری خبر
که همشیره‌ات نیز با جفت خویش | گرفت است دینِ محمد به پیش
برآشفت ابا حفص زین گفت و گو | بگفتا بریزم کنون خون او
سوی خانهٔ خواهر خویش رفت | چو آمد به نزدیک تر پیش رفت
بیامد به پیش درو ایستاد | صدای شنید و بآن گوش داد
شنید آن که میخواند مردِ نکو | کلامی که نشنیده بُد مثلِ او
وزو میگرفتند یاد آن کلام | همان خواهر و جفت او بالتمام
عمر زود در خواهرش باز کرد | چو آمد درون شور آغاز کرد
درافتاده با جفت خواهر بجنگ | گرفتش ز حلق و بیفشرد تنگ
درآویخت داماد هم با عمر | گرفتند خصمانه هم را به بر
بخستند گه روی هم گاه پشت | لگد گه زدندی بهم گاه مشت
ز هم پوست کندند گه گاه مو | گهی این بزیر آمدی گاه او
ازو چون عمر بود پرزورتر | فگندش بزیر و نشست از زبر
گلویش به تنگی فشرد آنچنان | که نزدیک شد تا شود قبض جان
بیامد دوان خواهرش نوحه گر | بگفتش چه خواهی ز ما ای عمر
اگر شاد گردی ز ما ور ملول | نمودیم دینِ محمد قبول
کنون گر کشی سر بداریم پیش | ولی بر نگردیم از دینِ خویش
چو بشنید ازو این حکایت عمر | بدانست کو بر نگردد دگر
بگفتش چه دیدی تو از مصطفا | که گشتی بدینش چنین مبتلا
بگفتا کلامِ خدای جلیل | که آرد باو حضرتِ جبرئیل
شنیدیم دگر دید بر ما یقین | که هست این کلامِ جهان آفرین

عمر گفت ازان قول معجز اساس | اگر یاد داری بخوان بے ہراس
بر و خواہرش آیۂ چند خواند | عمر گوش چون کرد حیران بماند
دلش زان شنیدن بسے نرم شد | بسوداے اسلام سرگرم شد
عمر گفت دیگر بخوان زین کلام | بگفتا دگر نیست زین مے بجام
ولے ہست استاد ما در نہفت | کہ گردید پنہان چو نامت شنفت
قسم گر خوری کو نیابد زیان | بیاریم پیشت کہ خواند ازان
چو بگرفت سوگند از و خواہرش | بیاورد استاد خود را برش
بدانرا اہل اسلام نامش خباب | بیامد بنزد عمر بے حجاب
بر و خواند آیات پروردگار | اباحفص اسلام کرد اختیار
چو آیات معجز بیان را شنید | ہمش قول کاہن بخاطر رسید
باسلام شد رغبتش بیشتر | کہ آن ہم شود راست چون این خبر
وزان پس بگشتند باہم روان | بنزد خداے رسول جہان
بدولت سراے پیمبر شدند | چو در بستہ بُد حلقہ بر در زدند
یکے آمد و دید از پشت در | کہ استادہ با تیغ بر در عمر
بنزد نبی رفت و احوال گفت | بماندند اصحاب اندر شگفت
چنین گفت پس عم خیر البشر | کہ غم نیست بروے کشائید در
گر از راہِ صدق آمدہ مرحبا | دگر باشد او را بخاطر دغا
بہ تیغے کہ دارد حمائل عمر | تنش را سبکسار سازم ز سر
چو در باز کردند بر روے او | در آمد عمر بالب عذر گو
گرفتش بہ بر سرورِ انبیا | نشاندش بجاے کہ بودش سزا
بگفتند اصحاب ہم تہنیت | وزان بیش تریافت دین تقویت

پس اصحابِ دین را شد این مدعا
که از خدمتِ سرورِ انبیا

بسوے حرم آشکارا روند
نماز جماعت بجا آورند

رسید این سخن چون بعرضِ رسول
ز خیر البشر یافت عزِ قبول

روان شد بتائید دیان دین
چو سوے حرم سید المرسلین

به پہلو روان حمزهٔ نامدار
به پیشش علی صاحب ذو الفقار

ہمی رفت در پیش حیدر عمر
حمائل ہمان تیغ کین بر کمر

بگرد آمده جمع یاران تمام
برفتند زینسان به بیت الحرام

چو دیدند کفار زان گونه حال
نمودند باہم بسے قیل و قال

یکے رفت زانها بنزد عمر
بدو گفت این چیست اے بدگہر

نه زانسان که رفتی تو باز آمدی
بکین رفتی و بانیاز آمدی

عمر کرد اسلامِ خود آشکار
پس آنگه بدو گفت اے نابکار

سران گر شما جنبد از جاے خویش
به بیند سر خویش بر پاے خویش

چو کفار دریافتند از سخن
که در دل چه دارند آن انجمن

نہادند پا در رہِ امتناع
نمودند با اہل ملت نزاع

چو دیدند آن صحبت اصحابِ دین
ہمه دست بردند بر تیغ کین

ازان حال کفار پس پا شدند
دلیران دین مسجد آرا شدند

به پیش اندر آمد رسول خدا
نمودند یاران باو اقتدا

نبی گفت تکبیر چون در حرم
فتادند اصنام بر روے ہم

ز تائید ایزد بمسجد نماز
ادا کرد و آمد سوے خانه باز

حضرت عمرؓ کو قوی اور ذی رعب آدمی تھے اور ایک ایسے بے دھڑک اور بے خوف طبیعت پائی تھی کہ کسی خوف وخطرے کا خیال اُن کے پاس نہین آسکتا تھا۔ مگر یہ ناممکن تھا کہ اسلام

لانے کے بعد کفار کی جاہلانہ اور متعصبانہ چھیڑ چھاڑ سے بچے رہتے۔ ایک عام برانگیختگی اور جوش غضب کے روبرو ایک شخص کی قوت اور رعب کہان تک ٹھہر سکتے ہین۔ ضرور ہے کہ کفار کی طرف سے مسلمانون کی قلیل جماعت کے شریک حال ہوکر خطرہ اور اندیشہ مین رہین اور اُن کے ہاتھ سے کم و بیش ایذا اُٹھائین۔ مگر صبر اور تحمل جو اس تمام جماعت کا شیوہ تھا اسی کو اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہین تھا۔ عبداللہ بن عمرؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہین کہ حضرت عمرؓ جب اسلام لائے تو جمیل بن معمر الجمحی کے کان مین یہ خبر ڈالی گئی جو خبر کے مشتہر کرنے مین ایک عام اشتہار کا کام دینے مین مشہور تھا۔ حضرت عمرؓ نے خود جمیل کو اپنے اسلام لانے کے سانحہ سے مطلع کیا۔ وہ اِس خبر کو سنتے ہی اُٹھ بھاگا۔ حضرت عمرؓ اُس کے پیچھے ہو لیئے اور عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہین کہ مین بھی اپنے باپ کے پیچھے ہو لیا۔ مسجد کے دروازے پر جہان قریش کعبہ کے گرد اپنی نشست گاہون مین بیٹھے ہوئے تھے جا کھڑا ہوا اور باآواز بلند پکار پکار کر کہنے لگا کہ عمر صابی ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ جھوٹ کہتا ہے مین نے تو دین اسلام قبول کیا ہے۔ قریش جمع ہوکر آ گئے اور باہم لڑائی شروع ہو گئی۔ دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی حتیٰ کہ حضرت عمر تھک گئے اور قریش کو کہتے تھے کہ خدا کی قسم اگر ہم تین سو مسلمان ہوتے تو مکہ تمھارا ہوتا یا تم کو ہمارے لیے چھوڑ دینا پڑتا۔ اسی تکرار مین تھے کہ قریش کا ایک بوڑھا آدمی (عاص بن وایل) آیا اور قریب کھڑا ہوکر پوچھنے لگا کہ کیا ماجرا ہے۔ قریش نے کہا کہ عمر صابی ہو گیا۔ اُسنے کہا کہ ایک شخص نے اپنے پر ایک امر کو اختیار کیا ہے تم کو اس سے کیا مطلب ہے کیا تم امید رکھتے ہو کہ بنی عدی اپنا آدمی تمھارے حوالہ کر دینگے اسے چھوڑ دو۔ چنانچہ قریش علحدہ ہو گئے[۱]۔ ایک دوسری روایت اسی مضمون کی ابن عمرؓ سے بیان کی گئی ہے جو اس گذشتہ واقعہ سے زیادہ قرین صحت و قیاس معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عمر کے اسلام لانے کی خبر جب مشہور ہوئی تو لوگ اُن کے گھر کے گرد آ کر جمع ہو گئے اور غل کرنے لگے کہ عمرؓ صابی ہو گیا۔ مین کوٹھے پر سے کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اتنے مین ایک شخص آیا اور یہ ماجرا سن کر کہنے لگا کہ اگر وہ صابی ہو گیا ہے تو کیا ہوا

---

[۱] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا۔

مین اُسکو پناہ دیتا ہون لوگ یہ سن کر منتشر ہوگئے۔ اور وہ مرد بزرگ عاص بن وائل تھا۔ اِس قسم کی اور روایتین بھی موجود ہین کہ ابوجہل نے حضرت عمرؓ پر تشدد کیئے اور اُنسے لڑا اییا ن لڑا کیا۔ مگر وہ اُس کے بس مین نہ آیے اور آخر زبون ہوا حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ مین ہمیشہ لوگون سے لڑا کرتا تھا وہ مجھکو مارتے تھے اور مین اُن کو مارتا تھا۔ یہان تک کہ خدا نے اسلام کو قوی کر دیا حضرت عمرؓ کے قریش سے لڑ جھگڑ کر بیت اللہ مین نماز پڑھنے مین کامیاب ہونے کے واقعہ کو اکثر اہل سیر بیان کرتے ہین ۔

غرض حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے آنحضرت صلعم کی ایک بڑی خواہش پوری ہوئی اور اسلام اور مسلمانون کو نہایت قوت اور تقویت حاصل ہوگئی اور اِس حسن اتفاق سے کہ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ قریبًا ایک ہی وقت مین اسلام لاے یہ قوت اور شوکت دوبالا ہوگئی قریش اور کفار کی کمرین ٹوٹ گیئن اور دل بیٹھ گئے ۔ ابن عباسؓ کے اس قول کی صحت کی تصدیق کی جاتی ہے کہ "جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا کہ آج کے دن ہماری قوم نصف نصف ہوگئی"[۱]۔ ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ "جب سے حضرت عمرؓ اسلام لائے ہم صاحب عزت ہوگئے"[۲]۔ ابن اسحاق کا قول ہے کہ "حضرت عمرؓ جب اسلام لائے اور وہ نہایت قوی اور ایسے بے خوف اور باسیاست اور ذی رعب شخص تھے کہ کوئی آدمی اُن کی کسی چیز کی طرف اُن کی غیبت مین بھی آنکھ اُٹھا کر نہین دیکھ سکتا تھا اور ساتھ ہی حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے سے اصحاب رسول اللہ کو بہت سہولت اور آرام اور اطمینان نصیب ہوا۔ عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ "حضرت عمر خطاب کے اسلام لانے سے پہلے ہم کو یہ یارا نہین تھا کہ کعبہ کے پاس نماز پڑھین جب وہ اسلام لائے قریش کے ساتھ لڑے یہان تک کہ ہم اُن کے ساتھ کعبہ کے پاس نماز پڑھنے مین کامیاب ہوے۔ انھین کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ کا اسلام لانا اسلام کی فتح تھی"[۳]۔ اس کے بعد مسلمانی ظاہر ہوئی اور آنحضرت صلعم اپنے

---

[۱] ازالۃ الخفا [۲] مناہج النبوت ترجمہ مدارج النبوت ۔ [۳] تاریخ الخلفا سیوطی ۔ [۴] یہ سب روایتین ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا مین لقیۃ رواۃ وغیرہ موجود ہین ۔

اصحاب کے ساتھ آشکارا نماز ادا کرتے تھے اور مشرکان قریش غم و غصہ کھاتے تھے[1]۔ اسلام کو اب گلی کوچوں میں چھپنے اور پوشیدہ رہنے اور خفیہ طور پر خدائے واحد کی عبادت کرنے اور خوف زدہ پھرنے کی کوئی ضرورت نہ رہی تھی حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے سے گویا قریش پر بجلی گر گئی اور جان گئے کہ اب صورت معاملہ کی نازک ہوئی ہے[2]۔ ایک انگریز مورخ حضرت حمزہؓ کے اسلام قبول کرنے کے واقعہ کو بیان کر کے لکھتا ہے کہ "اسی زمانہ سنہ ۶۱۶ء میں ایک اور شخص عمر ابن الخطاب نے اسلام قبول کیا جس کے عظیم قد و قامت اور ہیبت اور بے انتہا جسمانی قوت اور بہادرانہ اور شجاعانہ دلیری نے اُس کو حضرت حمزہ کا ایک موزون ساتھی اور جوڑ بنا دیا"۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعہ کو بیان کر کے لکھتا ہے کہ "اس قسم کے لوگوں کے اسلام قبول کرنے سے محمد صلعم کی حالت کو نہایت تقویت حاصل ہوئی۔ کوئی شخص پیغمبر کے نزدیک جانے اور اُن کو ایذا پہونچانے کی جرات نہیں کر سکتا تھا عمرؓ اور حمزہؓ ان دونوں خوفناک دلیران جنگ اور مردان میدان کی نگاہوں سے لوگ خوف کھاتے تھے جو اپنے دشمنوں کی طرف ایسے دو شیروں کی طرح دیکھتے تھے جن سے کہ اُن کے بچے چھین لیے گئے ہوں۔ نیز اب مسلمان چھپ کر اپنے گھروں میں عبادت نہیں کرتے تھے بل کہ اپنی جانچی ہوئی طاقت اور مقابلہ کرنے والی صورت کے ساتھ کعبہ میں جمع ہوتے تھے اور عبادت کرتے تھے۔ قریش پر خوف اور بے چینی طاری ہو گئی تھی"[3]۔ سر ولیم میور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعہ کا ذکر کر کے لکھتا ہے کہ "قبول اسلام کے وقت اگرچہ حضرت عمر کا سن صرف چھبیس ۲۶ برس کا تھا مگر اُن کی شمولیت کا اسلام پر اتنا بڑا اثر اور ایسا فوری اثر ہوا کہ گویا مکہ میں علانیہ اور بلا خوف اسلام کے ظاہر ہونے کی وہی تاریخ ہے محمد صلعم ارقم کے گھر سے نکل آئے مسلمان علانیہ طور پر عبادت کرنے لگے اور اُن کے دل بڑھ گئے در انحالیکہ قریش پر خوف اور بے چینی طاری ہو گئی"[4]۔

القصہ ہر ایک مورخ خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر اِس بات کا قائل ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام

---

[1] تاریخ طبری فارسی نسخہ صفحہ ۳۸۰۔ [2] سیرٹ اوف اسلام صفحہ ۱۱۳۔ [3] شابرٹ مصنف کتاب اسلام اینڈ اُٹس فونڈر۔ [4] لیف اوف محمد صفحہ ۹۷۔

قبول کرنے نے اسلام اور مسلمانون کی شوکت اور ہمت کو بڑھا دیا اور مصیبت اور تکلیف کو گھٹا دیا سو حقیقت اس بات سے جس کی طرف سر ولیم میور نے اشارہ کیا ہے حضرت عُمر کی بے انتہا عزت اور رعب اور دباؤ اور شان و شوکت معلوم ہوتی ہے کہ صرف چھبیس برس کی عمر مین اُن کی ایک ذات اس قدر وزن اور قیمت رکھتی تھی کہ قریش نے اُن کے علیحدہ ہونے کو اپنی قوم اور قوت کا آدھا ہو جانا تسلیم کیا اور مسلمانون کو جو اُس جہالت اور کفر کے ریگستان مین چند چمکتے ہوے مگر بے بنا ذرون کے مانند تھے قریش اور کفار کی ایذا دہی سے مخلصی مل گئی حضرت عمر کا یہ رعب اور ہیبت اور عزت جس قدر اُن کی ذاتی شجاعت اور بے دھڑک بہادری کے سبب سے تھی اُسی قدر اُن کی آبائی بزرگی اور نسبی فضیلت اور قوم اور قبیلہ کی قوت اور شوکت کے سبب سے بھی تھی۔

حضرت عمر کو فاروق کا خطاب دیا گیا اور اُس شاہنشاہ دو جہان سردار کائنات افضل الانبیا خدا کے برگزیدہ رسول صلعم نے یہ خطاب عنایت کیا پس اُس کی بزرگی آفتاب سے بھی زیادہ ظاہر ہے۔ اکثر مورخین کا بیان ہے کہ یہ خطاب حضرت عُمر کو اُس وقت جب کہ وہ اسلام لاے اور اسلام مکہ مین ظاہر ہوا اور علانیہ خداے واحد کی عبادت کی گئی اور اُن کے اسلام لانے سے گویا حق اور باطل مین تمیز اور تفریق ہو گئی آنحضرت صلعم نے عطا کیا تھا۔ ابن عباس روایت کرتے ہین کہ اُنھون نے ایک دن حضرت عمر سے "فاروق" نام پانے کی وجہ دریافت کی تو اُنھون نے اپنا اسلام لانے کا واقعہ بیان کر کے یہ کہا کہ "اُس وقت مین نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کیا ہم حق پر نہین ہین اُنھون نے فرمایا کہ ہان حق پر ہین۔ تو مین نے کہا کہ پھر حق کو چھپایا کیون جاے تو ہم ارقم کے گھر سے دو صفین باندھے ہوے نکلے ایک مین مین تھا اور ایک مین حمزہ تھے یہان تک کہ مسجد مین پہونچ گئے۔ قریش نے جب میری اور حمزہ کی طرف دیکھا تو اُن کو بہت رنج ہوا اور آنحضرت نے اُس دن سے میرا "فاروق" نام رکھا۔ کیونکہ اسلام ظاہر ہوا اور حق اور باطل مین تفریق ہو گئی[1]۔ مگر بہت سے مورخون نے اس خطاب کے حاصل کرنے اور حضرت عمر کو یہ نام دیے جانے کو ایک اور زمانہ اور ایک اور واقعہ سے منسوب کیا ہے جو یہ ہے کہ ایک دفعہ

[1] تاریخ الخلفا سیوطی۔

ایک یہودی اور ایک مسلمان کے درمیان تنازعہ ہوگیا۔ ایک نے کہا کہ کعب ابن اشرف یہودی کو منصف مقرر کرین اور دوسرے نے آنحضرت صلعم کو منصف بدا۔ آخر جناب رسول اللہ سے فیصلہ کرانے پر دونون راضی ہوے اور مقدمہ انفصال کے واسطے آنحضرت کے سامنے لے گئے آنحضرت نے یہودی کے حق مین فیصلہ کیا۔ مگر وہ مسلمان راضی نہوا اور کہنے لگا کہ دوبارہ حضرت عمر کے پاس مقدمہ لے چلین جب دونون حضرت عمرؓ کے پاس آے تو تنازعہ کی کیفیت بیان کرکے یہودی نے حضرت عمر سے یہ بھی بیان کیا کہ آنحضرت صلعم اس مقدمہ کا فیصلہ دے چکے ہین مگر اُس کے مخالف نے اسے منظور نہین کیا۔ مسلمان شخص نے یہودی کے اِس بیان کی تصدیق کی جس کو سن کر حضرت عمرؓ اُٹھ کھڑے ہوے اور کہنے لگے کہ تھوڑی دیر ٹھیرو مین اس کا فیصلہ کیے دیتا ہون۔ وہ آکر اپنی تلوار لے گئے اور ایک ہاتھ سے مسلمان کا سر اُس کے تن سے جدا کردیا اور باآواز بلند کہا کہ "اُس شخص کی یہ سزا ہے جو خدا اور اُس کے رسول کے فیصلے سے انحراف کرے"۔ اِس فعل سے حضرت عمر کو "فاروق" کا نام دیا گیا اُس منافق مسلمان کے سر کو تن سے جدا کرنے اور حق اور باطل مین تمیز کرنے دونون کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے[۱]

اگر سچ پوچھو تو اُس نسبت کے خیال سے جو حضرت عمرؓ کے حالات حضرت رسالتمآب صلعم اور بعد ازان اُن کے زمانہ خلافت کے حاصل ہوسکنے اور بیان کیے جانے کی ہے حضرت عمر کا اسلام لانا گویا اُن کا پیدا ہونا اور عدم کفر سے وجود اسلام مین آنا ہے اور آنحضرت صلعم کے ظل رحمت مین بسر کرنا اور تربیت پانا گویا اُن کی طفولیت کا زمانہ ہے۔ اگرچہ ہونہار اولاد کی طرح ہم اُن کو آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک شریک اور مشیر کے مانند پاتے ہین۔ اِس صورت مین اُن کی خلافت کے زمانہ کو اُن کے عہد شباب اور پیری سے موسوم کرنا چاہیے۔

حضرت عمر اور حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے جس قدر اسلام کو اور مسلمانون کو تقویت حاصل ہوئی اُسی قدر کفار اور قریش زیادہ برافروختہ اور برانگیختہ ہوگئے[۲]۔ ایک اور وجہ قریش کی

[۱] جلال الدین بیضاوی ہسٹری اوف سرسینیس مصنفہ اوکلی۔ قران انگریزی مترجمہ سیل حاشیہ صفحہ ۱۶ [۲] ازالۃ الخفا بروایت ابن مسعود

برانگیختگی اور غصہ سے بھڑک اُٹھنے کی یہ ہوئی کہ جو مسلمان قریش کے ظلم سے بچنے کے واسطے ہجرت اولی کرکے حبشہ کو چلے گئے تھے اور نجاشی عیسائی بادشاہ حبشہ کے پاس جاکر پناہ لی تھی قریش نے نجاشی کے پاس اپنے سفیر بھیج کر اُن پناہ گیر مسلمانون کو واپس طلب کیا تھا۔ مگر نجاشی بادشاہ نے انکار کیا اور سفیرون کو بے نیل مرام لوٹا دیا[۱]۔ قریش مسلمانون کو ایذا دینے اور ستانے مین اور زیادہ سختی اور تندی سے کوشش کرنے لگے جس پر آنحضرت نے مہاجرین حبشہ کو آرام و آسائش مین پاکر دوسری دفعہ اور مسلمانون کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی اور بعض کے نزدیک حضرت عمر نے بھی اس جماعت کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی ہے[۲]۔ اگر یہ صحیح ہو تو حضرت عمر کی طبیعت کے لحاظ سے اس بات کا تسلیم کرنا مشکل ہوگا کہ اُنھون نے اپنی جان کے خوف یا اپنی ذات کے آرام کے لیے ہجرت کی ہو ممکن ہے کہ کوئی دوسرا سبب مثلاً مہاجرین کی حفاظت وغیرہ اس کی وجہ ہو جیسا کہ اُن کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے حبشہ سے مکہ معظمہ مین واپس آجانے کی روایت[۳] سے قیاس کیا جاسکتا ہے بہرحال آنحضرت اور مسلمانون پر جو مکہ مین تھے کچھ زیادہ دن اطمینان اور آرام کے نہ گذرنے پائے کیونکہ حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے سے جو آسودگی مسلمانون کے حال مین پیدا ہوئی تھی اور جس قدر تقویت اُن کی جماعت کو پہونچی تھی اُسی قدر حضرت خدیجہ اور ابو طالب عم رسول اللہ کے انتقال سے جن کے رعب داب سے کسی قدر آنحضرت کو امن تھا ضعف پہونچ گیا[۴]۔ آنحضرت جب طائف مین جاکر بنی ثقیف کو خدا کے کلام کی طرف راغب کرنے مین کامیاب نہ ہوے اور اہل مدینہ کے حالات نے اچھی امیدین دلائین تو آنحضرت نے اصحاب کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت اور ہدایت فرمائی۔ پہلی ہجرت حبشہ کی طرف سنہ ۵ نبوی مین ہوئی تھی دوسری سنہ ۶ نبوی مین۔ یہ تیسری ہجرت مدینہ کی طرف سنہ ۱۳ نبوی مین ہوئی جس مین حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان اور حضرت حمزہ اور اکثر اصحاب آنحضرت صلعم مکہ سے مدینے کو

ف۱ ازالۃ الخفا بروایت ابن مسعود و مناہج النبوۃ وغیرہ۔ ف۲ تفسیر القرآن سرسید احمد خان صاحب جلد چہارم صفحہ ۵۲
ف۳ تفسیر القرآن سرسید احمد خان صاحب جلد چہارم صفحہ ۵۲۔ ف۴ سپرٹ اوف اسلام مؤلفہ مولوی سید امیر علی صاحب

چلے گئے۔[۵۱] آنحضرت صلعم کے پاس مکہ مین حضرت ابوبکر اور حضرت علیؑ کے سوا خاص اصحاب مین سے کوئی نہ رہا جنھون نے کہ آخر سنہ ۱۳ نبوی مطابق سنہ ۶۲۲ء مین آنحضرت کے ساتھ ہجرت کی۔

حضرت عمر کے ہجرت کرنے کو بعض مورخین[۵۲] نے ایک واقعہ سے مخصوص کیا ہے کہ کسی نے سوائے حضرت عمر کے علانیہ ہجرت نہین کی جب وہ مکہ سے چلنے کے واسطے تیار اور آمادہ ہوے تو اپنی تلوار گلے مین لٹکا کر اور کمان کندھے پر رکھ کر ہاتھ مین تیر لیے ہوے کعبہ مین آے جہان کہ اکابر قریش جمع ہوے بیٹھے تھے اور سات دفعہ طواف کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور کہا کہ انکا برا ہو جو پتھرون کو اپنا خدا سمجھین اور پھر کہا کہ جو شخص چاہتا ہو کہ اُس کی جورو بیوہ اور بچے یتیم ہو جائین وہ میرے پیچھے آے اور ویرانہ مین مجھ سے ملے۔ مگر کسی کو اُن کے پیچھے جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ گو اس قسم کی روایات کی صحت مین حجت کی جاسکتی ہے مگر ہمارے پاس جیسے کہ اُن سے انکار کرنے کے واسطے قرائن موجود ہون ویسے ہی اُن کی صحت پر یقین کرنے کے واسطے قیاسات موجود ہوتے ہین۔

ایک اور روایت جس کی صحت اور درستی مین اور اِس امر مین کہ حضرت عمر ہی کی نسبت ہو گو شبہہ ہوتا ہے مگر سر ولیم میور[۵۳] نے اُس کو حضرت عمرؓ ہی کے نام سے نقل کیا ہے اُس کا درج کرنا بے جا نہوگا وہ اِس امر کے بیان مین کہ بہت سے مسلمانون کو جبر اور فریب سے ہجرت کرنے سے روکا گیا تمثیلاً بیان کرتے ہین کہ "حضرت عمرؓ نے عیاش اور ہشام کے ساتھ مکہ سے باہر ایک مقام پر مل کر اور اکٹھے مدینہ کی طرف روانہ ہونے کی تجویز ٹھہرائی تھی ہشام کو اُس کے کنبہ نے اِس سے باز رکھا اور کچھ عرصہ تک بت پرستی کرنے پر مجبور کیا۔ حضرت عمر کہتے ہین کہ پس مین اور عیاش تنہا چلے گئے اور قبہ تک سفر کیا جہان ہم رفاع کے مہمان نواز گھر مین جا ٹھہرے۔ لیکن ابوجہل پیچھے ہی پیچھے مدینہ پہونچا اور عیاش کو آکر کہا کہ تیری مان نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تیرا مُنہ نہ دیکھے گی سایہ مین نہ بیٹھے گی اور بالون مین تیل اور کنگھی نہ لگاے گی۔ تب مین نے عیاش کو کہا کہ تجکو دین سے برگشتہ کرنے کے واسطے یہ ایک

---

۵۱ تفسیر القرآن از سر سید احمد خان صاحب جلد چہارم و مناہج النبوت وغیرہ۔ ۵۲ تاریخ الخلفا سیوطی و معارج النبوت و مناہج النبوت صفحہ ۱۱۰۔ ۵۳ لیف اوف محمد مولفہ سر ولیم میور صفحہ ۱۳۷۔

چال ہے تیری ماں اپنی قسم کو جلد توڑ ڈالے گی خبردار مدینہ کے پاس مت جاؤ لیکن اُس نے نہ مانا اور کہا کہ مین دین سے نہیں پھر سکتا۔ اپنی ماں کی قسم توڑوا کر اور اپنا اسباب لے کر جلد چلا آؤن گا تب مین نے اُس کو ایک تیز رفتار اونٹ دیا اور کہا کہ اگر فریب کا شبہہ معلوم ہو تو اِس کی تیزی سے اپنے آپ کو بچا لیجیو۔ لیکن جب وہ راستہ مین ایک جگہ اُترا تو اُس کے ہمراہیون نے اُسے پکڑ کر رسیون سے جکڑ لیا اور اسی طرح مکہ لے گئے اور روک لیا۔ عیاش اُس وقت تک مکہ مین بت پرستی کرتا رہا جب تک کہ مدینہ مین یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی۔ قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ہو الغفور الرحیم۔ اور حضرت عمرؓ نے اُس کو لکھ کر عیاش کے پاس بھیجا جس سے وہ دلیری کر کے مکہ سے مدینہ کی طرف چلا آیا"۔

سب سے پہلے مدینہ مین مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم مسلمانون مین سے پہونچے ہین۔ جو لوگون کو دین سکھلاتے تھے اُن کے بعد حضرت عمرؓ صحابہ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ اور ایک روایت مین بیس اصحاب کے ساتھ پہونچے۔ اُن کا جانا آنحضرت کی تشریف آوری کے واسطے گویا مقدمہ تھا۔ عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ "حضرت عمرؓ کا ہجرت کرنا اسلام کے واسطے نصرت تھا"[1]

حضرت عمرؓ اور جو اصحاب آنحضرت سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ پہونچ گئے تھے اُن کے پاس آنحضرت کی تشریف آوری تک سوا اس کے اور کیا کام تھا کہ اہل مدینہ کو دین اسلام کی تلقین اور تعلیم کرین۔ مگر آنحضرت کی طرف سے جو مکہ مین کفار اور دشمنون کے درمیان گھرے ہوے تھے اُن کے اصحاب کو فکر دامن گیر رہتی تھی۔ خصوصاً آنحضرت کے مدینہ پہونچنے سے پہلے مین چار روز جو آنحضرت نے غار مین گذارے مدینہ کے اصحاب نہایت تشویش اور تردد مین رہے کیونکہ مکہ سے آنحضرت کے چلے آنے کی خبر اُن کو پہونچ گئی تھی۔ لیکن یہ کسی کو خبر نہ تھی کہ آنحضرت تین روز تک غار مین پنہان رہے ہین۔ ہر روز مہاجرین یعنی مسلمان اہل مکہ اور انصار یعنی مسلمانان

[1] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا۔

اہل مدینہ شہر سے تھوڑی دور فاصلہ پر آکر آنحضرت کا انتظار کیا کرتے تھے مگر آپ کے نہ آنے سے تردد اور تشویش کے ساتھ لوٹ جاتے تھے[۵۱]۔ آخر جمعہ کے ایک مبارک دن کو آنحضرت قبہ سے ہوتے ہوئے یثرب یعنی مدینۃ النبی یا مدینہ مین پہونچے وہ دن مسلمانون کے واسطے عید کا دن تھا اور اسی لیے وہ مبارک دن ہمیشہ کے لیے عید المسلمین کا دن قرار پایا۔

اسلام کا جو سب سے بڑا کرشمہ ربانی تھا اہل مدینہ اُس سے فیض یاب ہونے مین پیچھے نہین تھے بنی اوس اور بنی خزرج جو مشہور قبیلہ ایک دوسرے کے رقیب اور دشمن تھے اپنی پرانی اور خونریز لڑائیون کو اسلام کے برادرانہ لطف و محبت کے جذبہ مین بھول گئے۔ مہاجرین (اہل مکہ) اور انصار (اہل مدینہ) مین جو رشتہ اخوت اسلام نے قائم کیا تھا اور قدیم تفرقہ جو عرب کے خمیر مین تھا اُس کو مٹا دیا تھا آنحضرت نے اس برادری اور باہمی محبت اور الفت اور یگانگت کے خیالات کو اُن کے درمیان زیادہ پختہ اور مضبوط کرنے کے واسطے ایک صیغۂ اخوت اُن مین قائم کیا اور دو دو آدمیون کے درمیان عقد مواخات باندھا حضرت عمر کا عقد مواخات حضرت ابوبکر کے ساتھ باندھا گیا[۵۲]

مدینہ مین آنحضرت کا پہلا کام ایک مسجد تعمیر کرنے کا تھا جو مسجد قبا کے نام سے موسوم ہوئی آنحضرت نے اُس کی تعمیر مین خود دست مبارک سے کام کیا اور حضرت عمرؓ نے دوسرے خاص اصحاب سمیت پتھر اور مٹی ڈھو کر جمع کی اور ایک سادہ قطع کی مسجد تیار ہوگئی جو اسلام کی تاریخ مین سب سے پہلی مسجد ہونے سے ممتاز ہے۔ اور ایک دوسرے درجہ کا شرف اُس کو یہ حاصل ہے کہ حضرت عمر اُس مین اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے تھے اور کوڑا کرکٹ اور تنکے اکٹھے کرتے اور مسجد کو صاف کرتے تھے۔

اس وقت سے حضرت عمرؓ ہر دم اور ہر لحظہ اور ہر ساعت آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے اور

[۵۱] لیف آف محمد مولفۂ سر ولیم میور۔ صفحہ ۱۷۷۔ [۵۲] منہاج النبوت ترجمہ مدارج النبوت۔ [۵۳] منہاج النبوت [۵۴] منہاج النبوت۔

آپ کے کامون اور سرگذشتون مین ممد اور مشیر رہے اور آن کے اور دوسرے صحابہ خاص کے حالات آنحضرت کے حالات سے گویا ملے جلے ہوے ہین لیکن یہ ایک غیر ضروری کام اور باعث طوالت ہوگا کہ آن حضرت کے حالات کو جن کی بابت بیشمار مستقل کتابین موجود ہین حضرت عمر کے حالات کی تکمیل کا باعث خیال کرکے زیادہ تر بیان کیا جاے۔ پس ہم سواے آن خاص واقعات کے جو حضرت عمر کی نسبت کسی خاص دلچسپی یا کیفیت کے ظاہر کرنے کے واسطے بیان ہوے ہین بیان نہین کرینگے۔ البتہ واقعات کے قابل فہم ہوجانے کی ضرورت سے جہان دوسرے تاریخی واقعات کے بیان کرنے کی ضرورت ہوگی وہ بیان کرنے پڑین گے۔

قریش اور کفار مکہ کے دلون مین آنحضرت صلعم کے اُن کے قاتل ہاتھون سے بچ کر سلامت نکل جانے اور اُن کے مہلک ارادون کے پورا ہونے کی زک اُٹھانے سے غصہ کی آگ بھڑک رہی تھی اس پر مدینہ مین آنحضرت صلعم کی کامیابی اور دین اسلام کی روز افزون ترقی اور بڑی بڑی جماعتون کے مشرف باسلام ہونے کی خبرون نے اُن کے ساتھ وہ کام کیا جو ہوا آگ کے ساتھ کرتی ہے۔ اِس کے سواے اُن کو مسلمانون کی جماعت اور جمعیت کی ترقی سے ایک اور خدشہ یہ دامنگیر ہوا کہ مکہ کی جو بہت بڑی تجارت ملک شام کے ساتھ ہوتی تھی اور اس سفر کے راستے مدینہ کے قرب مین واقعہ تھے اگر درمیان مین مسلمانون کی جماعت زیادہ مضبوط اور قوی ہوگئی تو اُن کے تجارتی قافلون کے واسطے امن اور سلامتی مخدوش ہوجاوے گی اگرچہ آن حضرت کی طرف سے جن کو وہی قوم "امین" کا خطاب دے کر ابھی بھولی نہین تھی اس قِسم کا خوف و اندیشہ کرنے کی کوئی وجہ نہین تھی مگر اُن کی اپنی طبائع اور سلوک کے لحاظ سے جو اُن کے پاس ایسے امور کی نسبت فیصلہ کرنے کے معیار تھے اِس قِسم کا خطرہ اُن کے دلون مین پیدا ہونا ضروری تھا۔ پس انھون نے مدینہ مین بھی آنحضرت صلعم اور مسلمانون کو چین اور اطمینان سے زیادہ دنون تک نہ بیٹھنے دیا اور اُن غریب الوطن مسافرون اور اُن کے پناہ دہندون کو اپنی جان اور مال کی حفاظت کے واسطے طوعاً وکرہاً تلوار اُٹھانے کے واسطے

مجبور کیا۔ دو ہی سال مین قریش نے پے در پے حملے کیے مگر صلح و صفائی پر ٹل گئے۔ آخر کار سہی دوسرے سال کے آخر پر قریش کے ایک بہت بڑی فوج جمع کر کے مدینہ پر حملہ کرنے کی غرض سے کوچ کرنے کی خبرین مدینہ مین پہونچین۔ آنحضرت اور مسلمانون کو ایک اور مشکل یہ درپیش تھی کہ مدینہ مین رہ کر وہ دشمنون کا مقابلہ نہین کر سکتے تھے۔ انھون نے اُس شہر مین مسافرون اور مہاجرین کی طرح جسا کر پناہ لی تھی اور گو بعض قبائل اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے تھے مگر شہر کے مالک انصاری تھے اور اُن کو کفار مکہ اور قریش کے ساتھ ہمدردی ہونی ضروری تھی اور اگر اُن سے ہمدردی نہ کرتے تو کم سے کم مسلمانون کو اپنے شہر مین پناہ دینے کو اپنے لیے ایک مصیبت ضرور خیال کرتے کہ اُن کے ساتھ ہی ساتھ اُن کے دشمنون کے حملون نے اُن کے شہر کے امن و آسایش کو برباد کر دیا پس نہ تو شہر مسلمانون کا تھا کہ اُس مین محصور ہو کر دشمنون کا مقابلہ کرتے نہ تمام باشندون کو اُن سے ہمدردی تھی کہ اُن کی طرف سے بے خطر اور بے اندیشہ ہو کر دشمنون سے لڑائی کرتے پس آنحضرت نے مسلمانون کو ترغیب دی کہ قریش کے اِس حملہ کے دفعہ کرنے کے واسطے خدا پر توکل کر کے مدینہ سے باہر جا کر دشمنون سے لڑین اور مکہ کی طرف روانہ ہونے کے واسطے آمادہ کیا۔ اِسی اثنا مین قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے شام سے مکہ کی طرف بسرداری ابی سفیان گذرنے والا ہونے کی خبر ہو نچی۔ اور گو بعض اصحاب کو قافلے کے لوٹنے کا خیال ہو مگر یہ امر آنحضرت کے ارادہ اور منشا کے بالکل خلاف تھا اُنھون نے مکہ کی طرف کوچ کیا جدھر سے غنیم کے لشکر کے آنے کی خبر تھی نہ کہ شام کی طرف جدھر سے قافلہ آ رہا تھا[1] جب آنحضرت مقام بدر کے قریب پہونچے جو

[1] مسلمان مورخون نے جیسی کہ اُن کی عادت ہے آنکھین بند کر کے اِس قسم کی روایتین بیان کی ہین کہ آنحضرت قافلہ کے لوٹنے کے ارادہ سے مدینہ سے روانہ ہوے تھے اور مخالفین کو بانی اسلام کے پاک ارادون پر نکتہ چینی کرنے اور حرف رکھنے کا موقعہ دیا ہے مگر قرآن مجید کی آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت بارادۂ جنگ مکہ سے روانہ ہوے تھے اور نیز تاریخ سے بھی ایک منصف اور عقلمند شخص یہی امر بخوبی ثابت اور مستنبط کر سکتا ہے۔ نہ تو آنحضرت مدینہ سے قافلہ لوٹنے کے واسطے نکلے تھے نہ ابوجہل اِس قافلے کی حفاظت کے واسطے آیا تھا کیونکہ اس صورت مین جب قافلہ صحیح و سلامت چلا گیا تھا تو اُس کو لوٹ جانا چاہیے تھا۔ مگر وہ بھی بارادۂ جنگ آ رہا تھا اور مدینہ لوٹتا اس بحث کو مفصل دیکھنا ہو تو تفسیر القرآن از سر سید احمد خان صاحب جلد چہارم کے شروع مین دیکھو۔ مؤلف۔

مدینہ سے تین منزل پر بحر احمر کے کنارے کے پاس واقع ہے اور اس نام کے ایک چشمہ کے سبب سے مشہور تھا تو بعض اصحاب نے یہ رائے دی کہ قریش کا مقابلہ اور مدافعت اور اُن سے لڑائی کرنے کے ارادے کو ترک کر کے قافلے کو لوٹنے کے واسطے تدبیر اور تعاقب کیا جائے آنحضرت صلعم یہ رائے سُن کر نہایت برآشفتہ ہوئے۔[۱] مگر حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ قریش بڑے معزز اور مغرور اور غالب ہین۔ نہ اُنھون نے اب تک اسلام قبول کیا اور نہ آیندہ اسلام قبول کرینگے اور آپ سے اور مسلمانون سے جنگ وجدل کرنے سے باز نہ آوینگے اور ناچار اُن سے لڑائی اور مقابلہ کرنا پڑیگا۔ پس آپ بھی اُن سے جنگ کرنے کے ارادے مین مستعد رہین۔ حضرت عمر کی اِس رائے سے آنحضرت نہایت خوش ہوئے۔[۲] اور بڑھتے ہوئے بدر کے مقام پر پہونچ گئے جو اسلامی تاریخ مین مسلمانون اور کفار کے درمیان حق اور باطل مین فیصلہ کرنے اور پہلے جنگ کا مقام ہونے کے واسطے مشہور ہونے والا تھا۔ آخر کار قریش کے حملہ آور لشکر سے سامنا ہوا اور آنحضرت نے اتمام حجت کے واسطے حضرت عمر کو قریش کے پاس یہ پیغام پہونچانے کے واسطے بھیجا کہ مین تم سے جنگ کرنا اور لڑنا ہرگز پسند نہین کرتا اور مناسب یہ ہے کہ تم یہین سے اپنے وطن کو پھر جاؤ حضرت عمرؓ نے یہ پیغام نبی کریم کا قریش کے پاس پہونچا دیا۔ مگر قریش کب ماننے والے تھے۔ حکیم بن حزام نے اگرچہ آنحضرت کے اِس فرمودہ کی بہت تعریف کی مگر ابوجہل نے حقارت سے جواب دیا کہ اب تم ہمارے قابو مین ہو ہم بدلہ لئے بغیر تمھین کب چھوڑتے ہین۔[۳] غرض لڑائی اٹل تھی اور ہوئی۔ خدا تعالی نے مسلمانون کو فتح دی اور دشمنون کا مال اسباب اور قیدی اُن کے ہاتھ آئے۔

ایسی بڑی جنگ کی صورت مین یہ سب سے پہلا موقع مسلمانون کے امتحان اور آزمائش کا تھا مسلمانون کے مقابلہ مین قریش مین اُن کے خویش واقربا جو کفر کی حالت مین تھے موجود تھے

---

[۱] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور و مدارج النبوت ترجمہ مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۱۰۹ [۲] مغازی واقدی ترجمہ اردو مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۴۳ و مدارج النبوۃ صفحہ ۱۰۹ - [۳] مغازی واقدی صفحہ ۴۳ -

حضرت عمرؓ نے بدر مین اول سے آخر تک اپنے جوش اور محبت اسلامی کا جس نے قرابت اور خویشاوندی کے تمام خیالات کو اُن کے دل سے محو کر دیا تھا ایسا ثبوت دیا کہ وہ کسی دلیل کا محتاج نہین ہے۔ انھون نے اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا[1] اور کوئی خون کا رشتہ جو درحقیقت فرزندان اسلام کے نئے اخوت کے پیوندون کے سامنے کمزور ہوکر ٹوٹ چکا تھا خونخوار تلوار کے اُٹھانے سے مانع نہ ہوسکا۔

حضرت عمرؓ کے رعب کا ثبوت پیش کرنا ایک غیرضروری کام ہے مگر تاہم واقعات کو چھوڑ نہین جاسکتا۔ قریش مکہ جو مدینہ پر چڑھائی کرکے آے تھے اُن مین بنی ہاشم کو وہ جبراً اور زبردستی نکال کر ساتھ لاے تھے وہ اس بات پر رضامند نہ تھے کہ آنحضرت صلعم کے مقابلہ مین جو گویا اپنا مقابلہ تھا ہتھیار اُٹھائین مگر ابوجہل نے اُن کو سخت جوش دلا کر اور تنگ کرکے اس مہم مین شریک کیا تھا آنحضرت صلعم کو یہ حال معلوم تھا اور آنحضرت کے چچا عباسؓ بھی انھین مین تھے۔ آنحضرت نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے حکم دیا تھا کہ جو شخص عباسؓ اور ابوالبختری بن ہشام کو دیکھے اُن کو قتل نہ کرے کیونکہ وہ اپنی رضامندی سے لڑنے نہین آے ہین۔ مگر ابوحذیفہ بن عتبہ نے اس حکم پر بگڑ کر کہا کہ کیا ہم اپنے خویش و اقربا کو قتل کرین اور عباسؓ کو چھوڑ دین؟ واللہ اگر مین عباس سے ملا تو اس کو قتل کرنے سے نہ رکون گا۔ آنحضرت صلعم نے جب یہ سنا تو حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے ابا حفص کیا رسول اللہ کا چچا تلوار سے قتل کیا جاوے گا؟ حضرت عمرؓ نے ارادہ کر لیا تھا کہ ابو حذیفہ کی اس گستاخی کی سزا اُس کی جان کا مول ہو۔ مگر وہ اپنی اس حرکت پر نادم ہوا اور اسی نے آخر کار یمامہ کے دن اُس کا سر شہادت کے شوق مین خوشی سے دشمن کی تلوار کے آگے رکھ دیا[2] اس روایت مین آنحضرت نے حضرت عمرؓ کو ابا حفص کی کنیت سے پکارا حضرت عمرؓ کہتے ہین کہ یہ سب سے پہلا موقع ہے کہ آنحضرت نے مجھے اس نام سے پکارا۔

حضرت عمرؓ کی شجاعت اور قوت ہی ایسے موقعون پر ایک کارآمد چیز نہین تھی بلکہ اُن کی ج

[1] ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا۔ مغازی واقدی وغیرہ [2] ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا و مناہج النبوت —

وردور اندیشی بہت کام آتی تھی وہ ہر طرف نگاہ رکھتے تھے اور جنگ آزمودہ سردار کی طرح وقت اور
موقع کی ضروریات مسلمانون کو سمجھا دیتے تھے۔ جنگ بدر ہی مین عاصم بن ابی عوف یہ پکارتا ہوا
بڑھا آتا تھا کہ آنحضرت کو قتل کرون گا۔ اگر وہ بچ گئے تو پھر ہم نہ بچین گے۔ ابودجانہ سے اُس کا
مقابلہ ہوگیا اور تلوار چلنے لگی۔ آخر ابودجانہ نے اس کو قتل کر ڈالا اور اُس کا سازوسامان اُتارنے
مین مصروف ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے دیکھ کر اُس کو منع کیا اور کہا کہ جب تک دشمن پر فتح کامل نہ حاصل ہو
مین اسباب کی فکر کو چھوڑ دے اور مین شاہد ہون کہ تو ہی اس اسباب کا مستحق ہے[۱]

بدر کی لڑائی مین قریش کے لشکر مین سے ستر آدمی بطور قیدی کے گرفتار ہو گئے تھے اُن کی نسبت
بحث درپیش ہوئی کہ ان سے کیا سلوک کرنا چاہیے۔ تمام مورخین نے جس طرح پر کہ اس واقعہ کو بیان
کیا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ ان قیدیون کی نسبت جب آنحضرتؐ نے اصحاب سے مشورہ طلب
کیا تو حضرت عمرؓ نے اُن کے قتل کرنے کی رائے دی اور حضرت ابوبکر نے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی
آنحضرت نے حضرت ابوبکر کی رائے کو پسند کیا اور فدیہ لے کر سب کو چھوڑ دیا۔ مگر خداوند تعالی نے
اس بات کو ناپسند کیا اور یہ آیت نازل ہوئی ما کان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض تریدون
عرض الدنیا واللہ یرید الآخرة واللہ عزیز حکیم۔ لولا کتب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم"
"نہین ہے نبی کے لیے کہ ہون اُس کے لیے قیدی یہان تک کہ گھمسان کر دین زمین مین یعنی
خونریزی مین تم چاہتے ہو مال دنیا کا اور اللہ چاہتا ہے آخرت کو اور اللہ غالب ہے حکمت والا۔ اگر
نہ ہوتا لکھا ہوا اللہ کی طرف سے پہلے سے بیشک تم کو پہونچتا اُس مین جو تم نے لیا عذاب بہت بڑا"
مورخین اور مفسرین اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہین کہ خدا نے فدیہ لینے کو ناپسند کیا اور حضرت
عمرؓ کی رائے کو جو اُن سب کو قتل کرنے کی تھی پسند فرمایا۔ اور حضرت عمرؓ کی اس رائے کو حضرت عمرؓ کے
موافقات مین یعنی جو رائین اُن کی منشاء حق اور احکام الٰہی کے موافق ہوئی ہین شمار کرتے ہین
لیکن یہ ایک عام غلطی ہے جو ان آیات کی تفسیر اور اس واقعہ کی تشریح مین داخل ہوگئی ہے

[۱] مغازی واقدی صفحہ ۴۹۔

صحیح تفسیر اور اصلیت واقعہ کی جو ایک بزرگ مفسر نے اپنی تفسیر میں[1] بیان کی ہے حسب ذیل ہے
"بدر کی لڑائی مین قریش مکہ کے تمام لشکر سے جو اُن کے ساتھ آیا تھا لڑائی نہین ہوئی تھی بل کہ
ایک گروہ سے جو لڑنے کو نکلا تھا لڑائی ہوئی تھی جیسا کہ آیت "واذ یکریکموہم اذ التقیتم فی" سے
ثابت ہوتا ہے۔ اُس گروہ کو جو مقابلہ مین آیا تھا شکست ہوئی تھی اور تمام لشکر قریش مکہ کا ایسا پریشان
ہو گیا تھا کہ کسی کو پھر مقابلہ کرنے کی جرأت نہین ہوئی اور مسلمانون نے اُنکا تعاقب بھی نہین کیا
جیسا کہ خدا نے اسی صورۃ مین فرمایا "ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح وان تنتھوا فھو خیر لکم" مگر قریش
مکہ کے لشکر مین سے ستر آدمی بطور قیدی کے گرفتار ہو گئے تھے ان قیدیون کی نسبت آنحضرت
صلعم نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جاے حضرت عمرؓ اور سعد ابن معاذ نے راے دی کہ سب کو
قتل کرنا چاہیے۔ حضرت ابو بکر نے کہا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جاے چنانچہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔
فدیہ لینے پر خدا نے اپنی ناراضی ظاہر کی کیون کہ وہ لوگ بغیر لڑنے کے پکڑے گئے تھے اور ایسی
بے لڑائی کے قیدی جن سے فدیہ لیا جا سکتا نہین تھے۔ اسی پر خدا کی ناراضی ہوئی اور خدا نے
فرمایا کان لنبی ان یکون لہ اسری۔ الخ"۔ جن لوگون کی یہ راے ہے کہ اُن کے قتل نہ کرنے پر
خدا کی ناراضی ہوئی تھی کسی طرح پر صحیح نہین ہو سکتی۔ اسلیے کہ خدا تعالیٰ نے جب اُن کا قیدی جنگ
ہونا ہی نہین قرار دیا تو اُن کے قتل نہ کرنے پر کیون کر ناراضی ہو سکتی تھی۔"

اب یہ بات کہ حضرت عمرؓ کی راے ایسی سختی کرنے کی کیون تھی ہم پھر بیان کرینگے حضرت
عمر کی ایک یہی راے اِس قسم کی نہین ہے بل کہ ایسی ہی اور بہت سی رائین ہین ہم سب
کر لینے کے بعد بحث کرینگے کہ اُن مین بھی ایک مخفی حکمت اور مصلحت تھی۔

فتح بدر کے بعد ایک اور واقعہ ہوا جو حضرت عمرؓ کی محتاط اور سخت طبیعت کی مثال ہے
عمیر بن وہب جو قریش مین سے ایک جنگ جو اور دلیر شخص تھا اپنے بھائی کو جو قیدیون مین
گرفتار تھا چھڑانے کے واسطے آیا مسجد کے دروازے پر جب اُس نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا تو حضرت

[1] تفسیر القرآن از سید احمد خان صاحب جلد چہارم صفحہ ۴۰۔

عمرؓ کی نظر اُس پر پڑی گلے مین تلوار لٹکائے ہوئے دیکھ کر اور بھی زیادہ خیال ہوا۔ اور کہا کہ یہ دشمن خدا وہی ہے جو بدر کے دن قوم کو بھڑکاتا اور اکساتا تھا۔ وہ جھپٹ کر آنحضرتؐ کے پاس گئے اور بیان کیا کہ عمیر بن وہب اس حال مین آیا ہے۔ آنحضرت نے اپنے پاس لانے کا حکم دیا۔ حضرت عمرؓ نے آکر اُس کی تلوار کا تسمہ جو گلے مین پڑا ہوا تھا پکڑ لیا اور آنحضرت صلعم کے پاس لے چلے اور کہا کہ اس کی شر سے آنحضرت کی حفاظت کرنی چاہیے کیونکہ اس کا جانا مامون نہین ہے۔ آنحضرت نے اُس کو اس طرح لاتے دیکھ کر فرمایا کہ اے عمر اسے چھوڑ دے اور عمیر کو پاس بلا لیا۔ گو آنحضرت خدائے بزرگ کے قادر و یاور ہاتھون کو اپنے حفظ اور امن کا ذمہ دار سمجھ کر ایسے امور کی بہت کم پروا کرتے تھے۔ مگر حضرت عمرؓ اور اُن کے اصحاب کے واسطے آنحضرتؐ کی نسبت ایک ذرا سا خوف کا خیال بھی احتیاط ضروری کرنے کے واسطے کافی تھا۔ خدا کی جس رحمت کو اُنھون نے اپنی جان و مال اور دنیا کی عزیز سے عزیز چیزون کے بدلے خریدا تھا اُس کی حفاظت سے بڑھ کر کس چیز کا خیال ہو سکتا تھا۔ اسلام کے آسمان کے ہمارے اس بزرگ اور روشن ستارے (حضرت عمرؓ) اور اُس آفتاب عالم تاب حضرت سرور کائنات کے درمیان جو روحانی رشتہ اور تعلق تھا وہ تیسرے سال ہجرت (اور ایک روایت مین دوسرے سال) مین ایک جسمانی پیوند سے اور زیادہ مستحکم ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کی بیٹی حفصہ سے جو خنیس بن خدافہ سہمی کی بیوہ ہو گئی تھین آنحضرت نے نکاح فرمایا۔

شوال سنہ ۳ ہجری مین دوسرا مشہور جنگ احد مسلمانون اور قریش کے درمیان ہوا۔ قریش نے جنگ بدر مین جو شکست پائی تھی اُس کا بدلہ لینے کی آگ اُن کے دلون مین بھڑک رہی تھی پس ابوسفیان مکہ سے تین ہزار لڑنے والون کے ساتھ لڑنے اور مدینہ پر حملہ کرنے کے واسطے روانہ ہوا خلاصہ واقعات کا یہ ہے کہ آنحضرت صلعم بھی اِس حملہ کی خبر سُن کر مدینہ سے روانہ ہوئے اور احد کے پاس قیام کیا۔ نہایت سخت لڑائی ہوئی مسلمانون کی فتح کامل ہونے کو تھی

؎ عروہ بن زبیر۔ ومغازی واقدی صفحہ ۹۴۔

لوگ لوٹنے مین مشغول ہوے اور فتح کی شکست ہوگئی۔ آنحضرت صلعم کے چار دانت پتھر کے صدمہ سے ٹوٹ گئے اور مشہور ہوگیا کہ آنحضرت شہید ہوگئے۔ اس پر بہت لوگ بھاگ نکلے جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صحیح و سالم ہین تب سب لوگ ایک محفوظ جگہ مین اکٹھے ہوگئے۔ دوسرے دن قریش مکہ نے وہان سے کوچ کیا اور مکہ کو چلے گئے۔ اور آنحضرت صلعم نے شہدا کو دفن کیا اور مدینہ مین چلے آئے۔

اس جنگ مین بھی جو حضرت حمزہ اور بہت سے اصحاب رسول اللہ کے شہید ہونے اور مسلمانون کو شکست ہونے کے سبب سے بدنام ہے حضرت عمرؓ نے کارزار کے سخت معرکہ مین کچھ کم دلیری اور شجاعت نہین ظاہر کی۔ قریش کی ایک جماعت سے جب وہ پہاڑ پر چڑھ کر غلبہ حاصل کرنا چاہتی تھی حضرت عمرؓ نے چند مسلمانون کے ساتھ بڑھ کر نہایت سخت مقاتلہ کیا اور لڑکر پہاڑ سے گرا دیا[۱]۔ اگر لوگ لوٹنے مین مصروف نہ ہوجاتے تو مسلمانون کی فتح کامل ہوچکی تھی۔ خالد بن ولید جب مسلمانون کو اس طرح مصروف دیکھا تو موقع پاکر اپنے سوارون کے ساتھ پچھلی طرف سے آن پڑا اور مسلمان درمیان مین گھر گئے۔ اور لڑائی کی صورت تبدیل ہوگئی۔ آنحضرت کے چار دانت ٹوٹ گئے۔ حضرت عمر سخت زخمی ہوے[۲]۔ مگر اس پر بھی وہ لڑنے اور مقابلہ کرنے مین استوار رہے۔ لیکن جب آنحضرت صلعم کے شہید ہونے کی خبر مشہور ہوئی تو اُن کی کمرین ٹوٹ گئین اور حضرت عمرؓ مسلمانون کی ایک جماعت کے ساتھ دل شکستہ اور مایوس ہوکر بیٹھ گئے[۳]۔ اور بہت لوگ مدینہ کی طرف بھاگ نکلے لیکن جب اس نامبارک خبر کی غلطی معلوم ہوئی تو خاص اصحاب آنحضرت نے گرد جمع ہوے اور کفار سے بچانے مین مصروف ہوگئے۔ ابن قیمہ نے قریش مین جاکر مشہور کردیا تھا کہ مین محمد صلعم کو قتل کرآیا ہون۔ ابوسفیان اس خبر کی تصدیق نے کے واسطے بلندی پر کھڑا ہوگیا اور مسلمانون کو پکار کر کہا کہ پیغمبر تمہارے زندہ ہین

[۱] نقلاً عن خلافۃ الخلفا بروایت ابن اسحاق۔ [۲] سپرٹ اوف اسلام صفحہ ۱۵۶۔
[۳] ہی صفحہ ۲۰۷۔

یا شہید ہو گئے مسلمانون مین سے کسی نے جواب نہ دیا تو اُسنے پھر کہا کہ ابن قحافہ (حضرت ابو بکر) تم مین ہین یا نہین پھر کہا کہ ابن خطاب (حضرت عمرؓ) تم مین ہین یا نہین[۵۱] جب کوئی جواب نہ ملا تو قریش کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ یہ سب مارے گئے اگر کوئی ہوتا تو جواب دیتا اور خوشی مین آکر اپنے بُت ہُبل کی ثنا کرنے لگا اور کہا " اعل ہبل (اے ہبل بلند ہوجا) آج بدر کے دن کا بدلا لیا گیا " حضرت عمرؓ سے اب نہ رہا گیا اور آنحضرت کی اجازت سے جو جواب دینے سے روکتے تھے باواز بلند کہا۔ " اللہ اعلیٰ و اجل تم ہمارے مساوی نہین ہو سکتے کہ تمھارے قتیل دوزخ مین ہین اور ہمارے جنت مین[۵۲] " ۔ حضرت عمرؓ کی آواز سُن کر ابو سفیان کے کان کھڑے ہو گئے اور اُن سے کہا کہ میرے نزدیک آئیے حضرت عمرؓ آنحضرتؐ سے اجازت لے کر نزدیک گئے تو اُسنے آنحضرت کی نسبت دریافت کیا کہ ہم نے کیا اُن کو قتل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ وہ بفضل الٰہی زندہ اور تیری باتین سُن رہے ہین۔ ابو سفیان نے کہا یہی درست ہے کیونکہ ابن قمیہ سے تو میرے نزدیک سچا ہے[۵۳] مسلمانون کا اگرچہ لڑائی مین بہت نقصان ہوا مگر قریش کی جمعیت ابتدا ہی مین ٹوٹ چکی تھی فتح کے بعد بھی وہان ٹھہرنے کی تاب نہ لا سکے اور مکہ کی طرف کوچ کر گئے۔ آنحضرت مدینہ چلے آئے۔ مسلمانون کی اِس شکست کے سبب سے یہود کو ایک موقع مسلمانون کو بہکانے کا مل گیا کہ اگر تم مسلمان نہ ہوتے تو یہ تکلیف کیون اُٹھاتے حضرت عمرؓ اِس کو سُن کر بھڑکے اور آنحضرت سے اجازت چاہی کہ اِن یہود و منافقین کو قتل کر دالین مگر آنحضرت ایسے امر کی کب اجازت دینے لگے تھے۔

یہودیون کی ایک قوم بنی نضیر اور آنحضرت کے درمیان باہمی حسن سلوک کا معاہدہ ہو چکا تھا لیکن عبداللہ بن ابی کی سازشون سے جو بڑا سخت منافق اور منافقین کا سرگروہ تھا اُن کا دل آنحضرت کی نسبت صاف نہین تھا۔ بارہا اُن کی مخالفانہ اور منافقانہ حرکات سے اُن کے

---

[۵۱] مناہج النبوت جلد دوم صفحہ ۲۸۴ [۵۲] ازالتہ الخفا بروایتہ ابن اسحاق و مناہج النبوت جلد دوم ص
[۵۳] ازالتہ الخفا بروایت ابن اسحاق و مغازی واقدی صفحہ ۲۲۱۔

دل کا بغض اور کینہ ظاہر ہو چکا تھا۔ آخر جب ایک دفعہ آنحضرت اُن کے پاس ایک خاص کام کے واسطے تشریف لے گئے اور ایک دیوار کے تلے جا بیٹھے بنی نضیر نے آپس مین مشورہ کیا کہ ایسے وقت مین آنحضرت کو ایک بڑا پتھر دیوار پر سے اُن پر ڈال کر اُن کو مار ڈالا جائے۔ مگر آنحضرت وہان سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور یہ بد ارادہ یہودیون کا پورا نہ ہوا۔ لیکن جب اُن کی یہ دغابازی تحقیق ہو گئی تو آنحضرت نے اُن کی آیندہ شرارتون سے مامون اور محفوظ رہنے اور اس خدشہ اور خطرہ سے نجات پانے کے واسطے اُن پر چڑھائی کی۔ بنی نضیر نے کچھ عرصہ محصور رہ کر آخر یہ بات ٹھہرائی کہ وہ لوگ مدینہ سے چلے جاوین گے۔ چنانچہ وہ اپنا مال و متاع لے کر مدینہ سے خیبر کو چلے گئے اُن کے املاک اور زمینین جو وہ چھوڑ گئے آنحضرت نے انصار مدینہ کی رضامندی سے مہاجرین اور محتاج انصار مین تقسیم کر دین[1]۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کو بھی کچھ حصہ اُن کی جائداد کا مل گیا[2] جس سے حضرت عمرؓ اور مہاجرین کی محتاجی جو اپنی تمام قسم کی ضروریات کے واسطے انصار کے دست نگر تھے رفع ہو گئی۔

ماہ شعبان ۵ھ مین بنی المصطلق سے لڑائی ہوئی جو ایک قبیلہ عرب کا تھا سبب یہ تھا کہ آن حضرت صلعم کو یہ خبر پہونچی کہ حارث بن ابی ضرار نے لڑائی کے ارادے پر لوگون کو جمع کیا ہے آنحضرت نے اُن کے مقابلہ کے واسطے کوچ کیا اور مریسیع کے مقام پر جو اس نام کے ایک چشمہ کے سبب سے مشہور تھا دونون لشکرون کا مقابلہ ہوا۔ حضرت عمرؓ مقدمۃ الجیش یعنی فوج ہراول کے سردار تھے ایک بڑی کامیابی اُن کو یہ ہوئی کہ کفار کا ایک جاسوس گرفتار کیا اور اُن کا سب حال اُس سے دریافت کر لیا۔ اور کفار کو ہیبت زدہ کرنے کے واسطے اُسے قتل کر ڈالا۔ خاص لڑائی کے وقت حضرت عمر اس امر کی منادی کرنے پر مامور ہوئے کہ جو شخص اسلام لا دے گا اور کلمہ اسلام کہے گا تعرض سے امن مین رہے گا[3]۔ آخر لڑائی ہو کر بنی مصطلق کو شکست ہوئی۔

---

[1] لیف آف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۲۹۳ - [2] سپرٹ آف اسلام صفحہ ۱۶۶ - [3] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا۔

اور مال غنیمت مسلمانون کے ہاتھ آیا ۔

اِس فتح کے بعد چند روز تک مسلمانون کا لشکر چشمہ مریسیع پر مقیم رہا ۔ اسی اثنا مین ایک دن حضرت عمر کے خادم جہجاہ غفاری اور ایک اعرابی یا انصار کے درمیان کچھ تکرار ہوئی ۔ جہجاہ نے ایک تھپڑ اُس کو مار دیا ۔ اُس نے شور و غل کر کے اہل مدینہ کو اپنی امداد کے واسطے جمع کر لیا مہاجرین بھی اکٹھے ہو گئے اور باہم سخت کلامی بلکہ تلوارون پر ہاتھ بڑھانے تک نوبت پہونچ گئی[۵۱] ۔ انصار درحقیقت عبداللہ بن ابی کے بھڑکائے ہوے تھے اپنی غلطی کا اقرار کر کے طالب معافی ہوے اور معاملہ رفع دفع ہو گیا ۔ عبداللہ بن ابی اپنے منافقانہ چلن مین مشہور ہو چکا تھا اور کئی دفعہ مسلمانون پر سخت سے سخت چوٹین کر چکا تھا ۔ احد کے دن تین سو آدمیون کو بہکا کر آنحضرت کے لشکر سے علیحدہ کر لے گیا تھا اور لشکر کی جمعیت کو ضعیف کر دیا تھا[۵۲] بنی نضیر کو بھڑکا کر مسلمانون سے لڑا ہی دیا تھا[۵۳] ۔ اب بھی مسلمانون کے ساتھ شریک ہونے سے اُس کا مطلب غنیمت کے لالچ کے سوا کچھ نہ تھا ۔ اِس خفیف سے تکرار مین جو دو غیر معروف آدمیون مین ہوا پڑا تھا اُس کو انصار کو برانگیختہ کرنے کا موقع مل گیا اور ذرا سی بات کا طومار عظیم بنا دیا ۔ اور انصار کو جوش دلانے کے واسطے یہان تک کہہ گذرا کہ " یہ مصیبت تم نے آپ ہی غیرون کو بلا کر اور اپنے شہر مین بسا کر ہم پر ڈالی ہے اب مدینہ مین چل کر جو زبردست ہو گا وہ اپنے سے ضعیف اور ذلیل کو نکال دے گا[۵۴] "

زید بن ارقم نے یہ الفاظ اُس کے سن پائے تھے اور آنحضرت صلعم کے گوش گذار کر دیے حضرت عمرؓ سن کر جوش مین آ گئے اور اُس منافقین کے سرگروہ کے مار ڈالنے کا ارادہ کر لیا ۔ مگر عبداللہ اور دوسرے لوگون نے عذرخواہی کی اور آنحضرت نے اپنی معمولی طبع کریم اور رحیم سے اُس کو معاف کر دیا اور حضرت عمر کو اپنے ارادے سے باز رہنے کو فرمایا[۵۵] عبداللہ بن ابی

[۵۱] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۳۰۷ ۔ [۵۲] سیرٹ اوف اسلام صفحہ ۱۵۴ [۵۳] سپرٹ اوف اسلام صفحہ ۱۶۶ ۔
[۵۴] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۳۰۸ ۔ [۵۵] ازالۃ الخفا و لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور ۔

کے بیٹے عبداللہ نے جو راسخ العقیدہ اور صادق الایمان تھا اپنے باپ کو اس حرکت پر ملامت کی اور پھر آنحضرت کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ مین نے سنا ہے کہ آپ عبداللہ بن ابی کی شکایت گذرنے پر اُس کے قتل کا ارادہ رکھتے ہین۔ اگر یہ ارادہ پختہ ہو تو مجھے حکم ہو مین اُسکا سر کاٹ لاؤن کیونکہ خزرج جانتے ہین کہ اُن مین مجھ سے زیادہ اپنے باپ سے بھلائی کرنے والا کوئی نہین ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اگر میرے سوا کسی دوسرے نے میرے باپ کو قتل کیا تو مجھے اُس کے قاتل کو زندہ دیکھنے کی برداشت نہو گی اور مین ایک کافر کے بدلے کسی مومن کو قتل کرنے سے دوزخ کا مستوجب ہو جاؤن گا۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین ہم اُس کے ساتھ احسان کرین گے اور جب تک ہمارے ساتھ رہے گا اُس کی صحبت کو اچھا سمجھین گے[۵۱] آنحضرت کے اس احسان اور کرم نے خود عبداللہ کی قوم کو اُس سے بدظن اور بدعقیدہ کر دیا اور وہی اُس کو کافی عتاب اور سرزنش کرتے تھے اور بے عزتی اور بے حرمتی سے پیش آتے تھے۔ آنحضرت نے یہ کیفیت سُن کر حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ "اے عمر تیری کیا رائے ہے جس روز تو نے اُس کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا اگر تو اُس کو قتل کر دیتا تو اس وقت تجھے کتنا رنج اور پریشانی ہوتی۔" (یعنی مسلمانون کے درمیان فساد ہوتا حالانکہ اسی طرح اُس کو کافی سزا مل گئی ہے) حضرت عمرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم مین جانتا ہون کہ میری بات سے رسول اللہ کی بات بڑی برکت والی ہے[۵۲]" اسی واقعہ کے بعد سورۂ منفقون مدینہ مین نازل ہوئی ہے ہم اس قسم کے واقعات سے بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ آن حضرت کے ظل رحمت مین حضرت عمرؓ کس طرح تربیت حاصل کر رہے تھے جو آئندہ اسی ذات پاک کی برکتون کو بہت عرصہ تک دنیا مین بالواسطہ جاری رکھنے کا ذریعہ ہونے والی تھی۔

ماہ ذیقعدہ ۵ ہجری مین خندق کی لڑائی ہوئی بنی نضیر کے یہودی جو جلاوطن کیے گئے تھے

---

۵۱ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ولیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور ۵۲ ازالۃ الخفا۔ ولیف اوف محمدؐ مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۳۰۸۔

بنی وائل کے ساتھ قریش مکہ کے پاس گئے اور اُن کو مدد دینے کا وعدہ کر کے مدینہ پر چڑھالائے ابوسفیان قریش کا سردار تھا اور بنی غطفان کے لوگ بھی شریک تھے۔ آنحضرت صلعم نے اس خبر کو سن کر مدینہ سے باہر جا کر لڑنا مناسب نہ سمجھا اور مدینہ کے گرد خندق کھود کر مورچہ بندی کی۔ یہود بنی قریظہ بھی معاہدہ توڑ کر حملہ آوروں کے ساتھ شریک ہو گئے اور مدینہ اور مسلمانوں کی حالت نہایت خطرناک ہو گئی۔ حضرت عمرؓ کی مساعی نے بہت کچھ کام دیا۔ خندق کی ایک طرف کی محافظت اُن کے ذمہ تھی۔ خوب جان توڑ کر لڑے اور حفاظت کے اعتبار کا حق ادا کیا۔ بعدازاں اسی مقام پر اُن کے نام پر وہان مسجد بنا ہوئی ہے[۱]۔ قریش اور کفار اور یہود ایک مہینہ تک محاصرہ کیئے پڑے رہے اور لڑائیان ہوتی رہین حضرت عمرؓ نے ایک دن زبیر کی جماعت کے ساتھ کفار پر حملہ کیا اور جماعت کو متفرق کر دیا۔ اگرچہ اس سخت حملہ سے مسلمانون کے جان بر ہونے اور ایک شخص کے بچنے کی بھی توقع نہ تھی۔ مگر مسلمانون کی جانبازیون نے دشمن کو محاصرہ اُٹھا کر ناکام واپس چلے جانے پر مجبور کیا۔

چھٹے سال ہجرت کے ذیقعد مہینہ مین آنحضرتؐ نے مکہ مین جا کر حج وعمرہ ادا کرنے کا ارادہ کیا اور بغیر کسی لڑائی کے خیال کے اسباب ضروریات حج وعمرہ ساتھ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے جب آنحضرت حدیبیہ کے مقام پر پہونچے تو قریش مکہ کو اندیشہ ہوا اور مکہ مین آنے سے روکا۔ اور دونون طرف سے پیغام جاری ہوئے۔ پہلا قاصد جو مسلمانون کی طرف سے مکہ بھیجا گیا۔ قریش نے اُس کو پکڑ کر نہایت ایذا پہونچائی۔ اور آنحضرت کی سواری کے اونٹ کو لنگڑا کر دیا بلکہ جان کا اندیشہ ہوا[۲] لیکن جب اُن کا پہلا جوش رفع ہو گیا تو آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ قریش مکہ کے پاس جا کر اُن کو فہمائش کرو کہ ہم جنگ وپیکار کا ارادہ نہین رکھتے اور حج وعمرہ ادا کرنے مین ہمارے مزاحم نہ ہون حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آنحضرت پر بخوبی روشن ہے کہ قریش مجھ سے کس درجہ عداوت اور سخت دشمنی رکھتے ہین اور مکہ مین بنی عدی (حضرت عمرؓ کا

---

[۱] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ [۲] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۳۱۱۔

قبیلہ مین سے کوئی نہین ہے جو میری حمایت کرے گا پس حضرت عثمانؓ کا بھیجنا مناسب ہوگا کیونکہ
اون کا قبیلہ مکہ مین نہایت قوی اور عزیز و اقارب موجود ہین جو اُن کو کسی قسم کے تعرض سے
محفوظ رکھین گے[1]۔ درحقیقت آنحضرت نے جو انتخاب حضرت عمرؓ کا فرمایا تھا وہ اغراض سفارت
اور پیغام رسانی کو کماحقہ اور بوجہ احسن ادا کرنے کے واسطے غالباً سب سے افضل تھا۔ لیکن
قریش کی سخت عداوت جو حضرت عمرؓ کے ساتھ تھی وہ اُن کو برانگیختہ کرکے ایک دوسرا مفسدہ
درمیان مین کھڑا کردیتی اور معاملہ درہم برہم ہوکر اصلی مقصود فوت ہوجاتا۔ حضرت عمرؓ کا رعب
جو کچھ اب تھا وہ اُن کی اپنی ذات ہی تک محدود تھا کیونکہ قریش مین بنی عدی مین سے مکہ مین کوئی
ذی اثر شخص موجود نہ تھا جو اُن کی حمایت کرتا۔ وہ اپنی جان کو خطرے مین ڈالنے سے کسی طرح ڈرنے
اور ہٹنے والے نہین تھے۔ مگر کسی نئے تکرار کے کھڑے ہوجانے سے مسلمانون کے معاملے کو
نقصان پہونچنے کا اندیشہ تھا۔ حضرت عثمانؓ کا قبیلہ یعنی بنی امیہ اس وقت مکہ مین سب سے قوی
اور زورآور اور ذی رعب تھا۔ پہلے بھی بنی ہاشم کے ساتھ اگر کسی کو ہمسری اور برابری کا دعویٰ تھا
تو بنی امیہ ہی کو تھا جو اپنے آپ کو بنی ہاشم کا برابر درجہ کا رقیب سمجھتے تھے[2] اور دولت اور اقتدار
کے لحاظ سے تو گویا واقعی یہی حال تھا۔ اب بنی ہاشم کی بزرگیان تو بہت کچھ آنحضرت کی ذات بابرکات
کے ساتھ منتقل ہوگئی تھین اور بنی امیہ ہی کا بول بالا ہو رہا تھا۔ خود ابوسفیان جو سرامر مین سرگروہ
اور سردار تھا حضرت عثمانؓ کا چچیرا بھائی تھا پس اس اعتبار سے انھین کا انتخاب مناسب تھا
جس کو آنحضرت نے بھی پسند فرمایا اور حضرت عثمان کو قریش کے پاس بھیجا۔ مگر وہ اُن کی فہمائش پر
بھی راضی نہ ہوے بلکہ اُن کو بھی قید کرلیا۔ اسی اثنا مین یہ خبر مشہور ہوئی اور آنحضرت تک
پہونچی کہ حضرت عثمان کو قریش نے قتل کرڈالا۔ اس پر آنحضرت صلعم نے لڑنے کا ارادہ کیا
اور سب لوگون سے لڑنے اور مرنے مارنے پر بیعت لی۔ یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی

[1] لیف آف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۳۷۱۔ مناہج النبوت جلد دوم صفحہ ۲۹۴ مغازی واقدی صفحہ ۳۰۶ [2] دیباچہ
لیف آف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۲۲۔

اور بیعت الرضوان کے نام سے مشہور ہے مگر بعد کو معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے قتل ہونے کی خبر غلط تھی۔ اس کے بعد قریش مکہ نے سہیل بن عمرو کو صلح کا پیغام دے کر بھیجا۔ بہت گفت و شنود کے بعد آنحضرت قریش کی شرائط معاہدہ سے رضامند ہوئے کہ مسلمان اس سال حج و عمرہ نہ کرین اور واپس چلے جائین آیندہ سال حج و عمرہ کرنے آئین مگر تین روز سے زیادہ مکہ مین نہ ٹھہرین۔ دس برس تک آپس مین لڑائی موقوف رہے۔ اگر کوئی شخص قریش مکہ مین کا بلا اجازت اپنے ولی کے آنحضرت پاس چلا آئے تو آپ اسکو قریش مکہ کے پاس بھیج دین گے۔ اگر آنحضرت کے ساتھی قریشیون مین سے کوئی شخص مکہ مین چلا جائے تو اس کو قریش واپس نہین دین گے۔ جب یہ شرائط طے ہوگئین مگر ابھی عہدنامہ تحریر نہین ہوا تھا کہ حضرت عمرؓ مسلمانون کے ایسے ضعف اور عاجزی کی شرطین منظور کر لینے پر غیرت سے طیش کھا کر درمیان سے اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس جا کر شکایت کی اور کہا کہ کیا آنحضرت رسول اللہ اور ہم مسلمان نہین ہین اور کیا یہ مشرک اور کافر نہین ہین۔ انھون نے کہا ہان ہین۔ تو کہنے لگے کہ پھر ہم کیون اپنے اور دین کے واسطے ایسی پستی اور ضعف گوارا کرین۔ پھر آنحضرت کے پاس جا کر بھی یہی کہا۔ مگر آپ کے سمجھانے سے مان گئے بلکہ آنحضرت کی منشا کے خلاف چاہنے پر اپنی غلطی کا اقرار کیا اور اس کے کفارہ مین غلام آزاد کرنے کا عہد کیا[1]۔ جب عہدنامہ لکھا گیا تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور چند اصحاب کے دستخط بطور شہادت کے اس پر ثبت ہوئے حضرت عمرؓ کو معاہدے کی جو شرط سب سے زیادہ ناپسند تھی وہ یہی تھی کہ مسلمان قریش کے آدمی کو ان کے حوالہ کر دین مگر قریش مسلمانون کے آدمی کو واپس نہ دین۔ اس کا ایک اشتعال انگیز نتیجہ جس کی طرف سے وہ ڈرتے تھے اسی وقت پیدا ہوا کہ سہیل کا بیٹا ابوجندل جو مسلمان ہوچکا تھا اور اس کے باپ نے اسے قید کر رکھا تھا کسی طرح بھاگ کر آنحضرت کے پاس آپہونچا اور مسلمانون سے پناہ طلب کی۔ مگر سہیل نے معاہدہ کی شرائط کی پابندی پر اصرار کیا۔ آنحضرت تو معاہدہ کی پابندی سے پھرنے والے نہ تھے اور

[1] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا بروایت ابن اسحق۔

اُس کو اُن کے حوالہ کرکے چلا آنا پڑا۔ حضرت عمرؓ کا دل بہت کڑھا اور وہ خوش ہوتے اگر ابا جندلؓ اُن کی تلوار لے کر اپنے باپ کو قتل کر ڈالتا[1]۔ اِسی سفر کی واپسی کے اثنا مین سورہ فتح نازل ہوئی جسمین بیعت رضوان مین شریک ہونے والون کے واسطے خوش خبری اور فتح کا مژدہ اور آیتہ سکینہ جو حضرت عمرؓ کے خیالات سے زیادہ متعلق ہونی چاہیئے تھی نازل ہوئی اور حضرت عمرؓ ہی سب سے اول اِس خوش خبری سے مشرف ہوے۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبہم فانزل السکینۃ علیہم واثابہم فتحاً قریبا۔

رات کو چلتے مین حضرت عمرؓ نے آنحضرت سے کسی امر کی نسبت سوال کیا مگر آنحضرت نے کچھ جواب نہ دیا مکرر سہ کرر سوال کرنے پر بھی آنحضرت نے کچھ جواب نہ دیا وہ اپنے خدا کے ساتھ مشغول تھے حضرت عمرؓ ڈرے اور متاسف ہوے کہ آنحضرت کو ناراض نہ کیا ہو۔ اور اپنے اونٹ کو ہانک کر آگے نکل گئے تھوڑی دیر مین پکارے جانے کی آواز سنی اور آنحضرت کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا کہ آج رات مجھ پر ایک سورہ نازل ہوئی ہے جو ہر چیز سے زیادہ پیاری ہے اور پھر "انا فتحنا لک فتحاً مبینا" پڑھا[2]۔

ماہ جمادی الاخر سنہ ۷ھ مین خیبر کا مشہور جنگ ہوا جو مدینہ سے آٹھ منزل شام کی طرف ایک مشہور اور نہایت مضبوط اور متعدد قلعون سے مستحکم شہر تھا۔ اہل خیبر جن مین وہ تمام یہودی جو مدینہ سے جلاوطن ہوے تھے اور بنی غطفان اور بنی اسد وغیرہ مشہور قبیلہ اُن سے جا ملے تھے۔ اور مسلمانون سے لڑنے کی طیاریان کرتے تھے اپنے مضبوط قلعون پر نازان تھے۔ جب اُن کی آمادگی جنگ نے زیادہ شہرت پائی تو آنحضرت صلعم نے اِس فساد کو مٹانے کے واسطے خیبر کی طرف کوچ کیا ایک مہینہ تک لڑائی رہی۔ حضرت عمرؓ فوج میمنہ کے سردار تھے[3]۔ کئی چھوٹے چھوٹے قلعہ فتح ہوگئے اور بنی غطفان اور بنی اسد اہل خیبر سے جدا ہوگئے۔ ایک رات کو جب لشکر کی حفاظت اور خبرداری کرنے کی حضرت عمرؓ کی باری تھی وہ ایک یہود کو پکڑ لائے اُس سے

---

[1] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء و مناہج النبوت۔ [2] ازالۃ الخفا بروایت زید بن اسلم۔ [3] ازالۃ الخفا مناہج النبوت جلد دوم صفحہ ۴۷۸۔

آنحضرت نے خیبر کا بہت کچھ حال دریافت کر لیا جو ایک بڑی وجہ حصول فتح کا ہوا[1] سخت سے سخت لڑائیاں ہوئین حضرت عمرؓ سے کئی دفعہ مقابلہ ہوا مگر مسلمانون کی کامیابی مشتبہ رہی[2] آخر ایک دن جب حضرت علیؓ لشکر اسلام کے سردار اور علم بردار تھے گھمسان لڑائی ہو کر حصن الوطیح اور حصن السلالم جو نہایت مضبوط قلعہ تھے فتح ہو گئے اور یہودیون نے امن کی درخواست کر کے صلح کر لی۔

اب ایک بڑا معرکہ فتح مکہ کا پیش آنے والا تھا۔ قریش سے جو حدیبیہ پر صلح ہو کر باہم معاہدہ ہو گیا تھا اُس کو قریش نے توڑ ڈالا اور آنحضرت کے پاس اُن کے خلاف عہد ظلم اور تعدی کی شکایتین پہونچین۔ تو آنحضرت نے لشکر کے جمع کرنے کا حکم دیا اور اُن کو اُن کی عہد شکنی کی سزا دینے پر آمادہ ہوئے۔ حاطب بن ابی بلتعہ نے بلا اجازت آنحضرت کے قریش کو آنحضرت کے اس ارادے کی خبر بھیجی حضرت عمرؓ یہ سن کر جوش مین آ گئے اور کہا کہ اِس نے مسلمانون کے ساتھ خیانت کی ہے اور آنحضرت سے اُس کی گردن مارنے کی اجازت چاہی۔ مگر آنحضرت نے فرمایا کہ یہ اہل بدر سے ہے جن کے واسطے معافی ہے حضرت عمرؓ اپنے ارادے سے باز رہے ابوسفیان نے آنحضرت کی اِس تیاری کی خبر سن کر عہد نامہ کی تجدید کرنی چاہی حضرت عمرؓ اِس کے نہایت مخالف تھے[3] اور آنحضرت نے بھی اِس درخواست کو منظور نہ فرمایا کیونکہ ان کے خلاف عہد ظلم سے درگذر کرنا ناممکن تھا۔

آنحضرت ماہ رمضان سنہ ۸ھ مین اپنے لشکر کے ساتھ مکہ کو روانہ ہوئے حضرت عباس عم رسول اللہ راستہ مین آنحضرت کو آ ملے اور دین حق کا اقرار کیا اور اسلام لائے ابوسفیان نے جب دیکھا کہ قریش پر ضرور لشکر کشی ہو گی تو خود آنحضرت کے پاس حاضر ہونے کا ارادہ کیا اور مسلمانون کے لشکر کثیر کو دیکھ کر اور بھی حواس باختہ ہوا مسلمانون مین کوئی اُس کی شفاعت کی حامی نہین بھرتا تھا حضرت عباسؓ نے اُس کی سفارش کرنی منظور کی۔ اور آنحضرت کے پاس لے کر چلے حضرت عمرؓ کو اُسے اِس حال مین دیکھ کر اور وہ تمام ایذائین جو اُس کے ہاتھون سے مسلمانون کو پہونچی تھین

[1] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا۔ [2] ازالۃ الخفا۔ [3] ازالۃ الخفا۔

یاد کرکے طیش آنا ضروری تھا اُسے دیکھ کر للکارا اور کہا کہ اے خدا کے دشمن خدا کا شکر ہے بغیر عہد و پیمان کے تجھپر قابو مل گیا اور بھاگ کر رسول اللہ کی طرف چلے۔ حضرت عباسؓ جو اس واقعہ کو بیان کرتے ہین کہتے ہین کہ مین بھی رسول اللہ کی طرف بھاگا اور چونکہ مین خچر پر سوار تھا حضرت عمرؓ سے پہلے پہونچ گیا حضرت عمرؓ جب پہونچے تو کہا کہ یا رسول اللہ آج ابوسفیان پر بغیر کسی عہد و پیمان کے قابو مل گیا ہے۔ مجھے اجازت دین کہ اُس کی گردن ماردون[۵۱]۔ مین نے کہا (حضرت عباسؓ کہتے ہین) یا رسول اللہ مین نے اُس کو امان دی ہے۔ غرض نتیجہ تو یہ ہوا کہ ابوسفیان کچا پکا اسلام کا اقرار کرکے اور اپنی حفاظت اور امن کا اقرار لے کر مکہ کو واپس چلا گیا۔ اور مسلمانون نے آخر مکہ کو فتح کرکے خدا کے اُس سب سے پہلے گھر کا جس کو دنیا مین سب سے اول خدائے احد کو پہچاننے اور پکارنے والے کے بزرگ اور مقدس اور مبارک ہاتھون نے بنایا تھا اور جس کے کہ صرف وہی مستحق تھے قبضہ حاصل کر لیا۔ آنحضرت کوہ صفا پر بھی رونق افروز ہوے اور دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاے اور شکرانہ نعمت بجا لاے۔ اور اُسی جگہ بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ آنحضرت کی خدمت مین کھڑے تھے اور قریش مین سے جو لوگ بیعت کرنے آتے تھے اُن کو بیعت کراتے تھے اِسی طرح مردون اور بعد ازان عورتون نے بیعت کی[۵۱]۔

اسی طرح حضرت عمرؓ اور باقی مشہور لڑائیون حنین اور طائف اور تبوک وغیرہ مین شریک تھے حنین مین فوج کی ابتری اور پریشانی کے وقت آنحضرت کے پہلو مین ثابت قدم کھڑے تھے تبوک کی لڑائی مین اپنا نصف مال سامان لشکر کے واسطے نذر کیا۔ سریہ ذات السلاسل مین عمرو بن عاص کی امداد کو بھیجے گئے۔ غرض اپنی خدمات مین ممتاز اور جلیل تھے۔ ایک سریہ اُن کے نام سے مشہور ہوا[۵۲]۔ آنحضرت نے بعض دفعہ دوسرے سردارون مثلاً ابوعبیدہ بن جراح اور عمرو بن العاص حتیٰ کہ اسامہ بن زید کے ساتھ بل کہ ماتحت کرکے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کو بھیج دیا مسلمان مورخ بعض اوقات اِس کو تعجب سے دیکھتے ہین۔ مگر اول تو اس سے

---

[۵۱] ازالتہ الخفا عن خلافتہ الخلفا۔ [۵۲] مناہج النبوت صفحہ ۵۸۲ [۵۳] مناہج النبوت صفحہ ۵۲۹ ۔

اُن کی بزرگی اور امتیاز مین کچھ فرق نہین آتا تھا بلکہ اُن کی تجربہ کاری اور معاملہ فہمی سے فائدہ اُٹھانا مقصود ہوتا تھا۔ اور عجب نہین کہ آنحضرت صلعم کا یہ بھی خیال ہو کہ جو مساوات اور برادری اسلام نے اِس نعمت عظمیٰ کے خوش نصیب شرکا مین قائم کی تھی وہ سب کے دل مین تازہ رہے اور کوئی کسی قسم کا خیال اُس کو اُن کے دلون سے محو نہ کر دے آنحضرت نے حضرت عمرؓ کو مدینہ کے صدقات پر عامل بنا دیا تھا۔ خود اُن سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ نے مجھے عامل مقرر کیا اور معاوضہ دینا چاہا مگر مین نے عرض کیا کہ مجھ سے جو زیادہ محتاج ہو اُس کو یہ بخشیے[۱] درحقیقت حضرت عمرؓ ایک ایسے کام کے واسطے جس مین کچھ سختی اور مضبوطی درکار ہو نہایت ہی موزون تھے۔ زکوٰۃ اور صدقات کا دینا لوگون کو گران گذرتا ہی تھا اور وصول کرنے کے واسطے ایک ذی رعب شخص کی ضرورت تھی جو ایک ایسے ضروری کام مین مراعات اور تساہل کو عمل مین نہ لائے حضرت عمرؓ جس مضبوطی کے ساتھ کام کرتے تھے وہ حضرت عباس اور خالد بن ولید اور ابن جمیل کی ذکوۃ نہ دینے اور آن حضرت کے پاس شکایت گذرنے کے واقعہ سے بخوبی ظاہر ہے خود آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ "میری امت مین سے ابوبکر میری امت پر زیادہ مہربان ہے اور اللہ کے کام مین عمرؓ زیادہ قوی ہے"[۲]۔ درحقیقت یہ حضرت عمرؓ کا ایک مخصوص وصف تھا۔

حضرت عمرؓ کی نسبت اُس زمانہ کے مشہور واقعات جو آنحضرت صلعم کی رفاقت اور مصاحبت مین گذرا ہے غالباً ناکافی نہین لکھے گئے ہین۔ اِن تمام حالات سے صاف طور پر جو کچھ اُن کی نسبت مستنبط ہوتا ہے وہ اُن کی عزت اور رعب اور ہیبت اور شان وشوکت اور جلال شجاعت اور دلیری اور بہادری اور قوت اور توانائی اور مصائب اور تکالیف کے ساتھ صبر اور رضامندی اور اپنے حال پر قناعت اور غیرت اور حمیت اور دین اسلام اور بانی اسلام کی محبت اور مودت نہین بلکہ ایک فدائیانہ عشق اور اسلام کی نصرت اور حمایت کا اور خدا کے احکام کی اطاعت اور رسول اللہ صلعم کے ارشاد کی تعمیل کا جوش اور اسی قسم کے اوصاف اور عادات ہین اور ان کے

---

[۱] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفا۔ [۲] ازالۃ الخفا باب سلوک و تصوف حضرت عمرؓ۔

ساتھ ہی ساتھ ایک خاص عادت اور خاصہ طبیعت وہ سختی اور درشتی ہے جو کسی دوسری خصلت سے کم ممتاز نہین ہے شاید وہ کسی کو اُن کے تمام قابل رشک اور بے نظیر اوصاف سے کچھ جدا گانہ معلوم ہو مگر یہ ایک غلطی کا نتیجہ ہوگا۔ خوب یاد رکھنا چاہیے اگر ہم اس کو سختی اور درشتی کہین تو ساتھ ہی یہ کہنا پڑیگا کہ وہ انصاف سے متجاوز اور انصاف کے خلاف اور اُن کے مستحکم عقیدے اور اعتقاد اور ضروری مصلحت کے مخالف نہین تھی تمام واقعات پر غور کرنے سے یہی امر ظاہر ہوگا۔ درحقیقت ہم اُس کو سختی اور درشتی اس واسطے کہتے ہین کہ اس کے ساتھ ہی ہماری آنکھون کے سامنے آنحضرت صلعم کے حلم اور کرم اور مروت اور کریمانہ رعایت اور بخشش کو پیش کیا جاتا ہے۔ ورنہ بجائے خود وہ رائین اور ارادے حضرت عمرؓ کے عین انصاف اور عدل ہوتے تھے۔ قیدیان بدر کے قتل کرنے کی جو رائے حضرت عمرؓ نے دی تھی اُس کی نسبت سر ولیم میور لکھتا ہے کہ "حضرت عمرؓ نے جو مجسم سخت انصاف اور عدل تھے محمد صلعم کو اُن کے قتل کر دینے کی رائے نہایت اصرار سے دی"[۱] وہ ایسے سخت برتاؤ اور سختی کی رائین جو مبنی بر انصاف ہوتی تھین اس لیے دیتے تھے کہ کفار کی جمعیت شکستہ ہو اُن کے دلون مین اسلام کا رعب اور ہیبت پیدا ہو اور اسلام کی نصرت اور غلبہ ظاہر ہو اور ایسے بدکردار اور ظالم لوگون کو اُن کی بدی اور شرارت کی جائز سزائین ملتی دیکھ کر دوسرے لوگون کو عبرت اور نصیحت ہو اور پھر کسی کو ایسے فعل کے کرنے کی جرأت نہو۔

مسلمانون کے ساتھ اگر اس قسم کے سلوک کی کوئی مثال ہے تو وہ بھی اُن کے عقیدے کے رو سے عین مصلحت اور دوراندیشی پر مبنی ہے مثلاً ابو ہریرہؓ کی حدیث کا واقعہ کہ وہ ابو بکرؓ اور عمرؓ ایک دن آنحضرت کی خدمت مین بیٹھے تھے کہ آنحضرت صلعم درمیان سے اٹھکر باہر چلے گئے۔ اور آنے کے دیر کرنے سے سب متردد ہوے اور ابو ہریرہ حضرت کو تلاش کرنے نکلے جب آنحضرت ملے ابو ہریرہ سے کہا جو تجھے اس باغ کے پیچھے ملے اور لا الہ الا اللہ پر یقین رکھتا ہو اُس کو بشارت دے کہ جنتی ہے۔ حضرت عمرؓ اُن کو سب سے پہلے ملے اور اُن سے یہ امر بیان کیا۔ انھون نے ا[بو]

[۱] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۲۳۴۔

دو ہنٹر اُن کی چھاتی مین مارا اور لوٹا کر آنحضرت کے پاس لے گئے اور کہا کہ لوگ اس پر بھروسے کرکے عمل کرنا چھوڑ دین گے۔

اگر یہ روایت صحیح ہے تو مصلحت بینی سے خالی نہین ہے۔ درحقیقت حضرت عمرؓ کی کسی اس قسم کی راے کو غیر نظر سے دیکھنا گویا انصاف اور مصلحت بینی پر الزام لگانا ہے۔ علاوہ اس کے ایک بڑی حکمت اور مصلحت اس قسم کی منصفانہ مگر سخت برتاؤ کرنے کی راپئین دینے سے جن پر درحقیقت بہت کم عمل کیا گیا ہے آنحضرت صلعم کی طبع کریم اور رحیم کے سامنے اُس معاملہ کے دوسرے پہلو پر بھی غور کرنے کا موقع ملتا تھا اور اس سے کوئی نقصان نہین عائد ہوتا تھا۔ خود حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ مین جو اون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ انھون نے زمام خلافت اپنے ہاتھ مین لینے کے دن فرمایا یہ کہا کہ "مین سنتا ہون کہ لوگ میری شدت سے ہیبت مین آگئے ہین اور میری سختی سے ڈرتے ہین اور کہتے ہین کہ رسول اللہ صلعم کی موجودگی اور ابو بکرؓ کی حکومت مین عمرؓ ہم پر سختی کرتا تھا جس نے یہ کہا سچ کہا مین رسول اللہ کے ساتھ ایک غلام اور خدمت گار کے مانند تھا اُن کی نرمی اور مہربانی اس درجہ کی تھی کہ اس صفت مین اُن کو کوئی نہین پہونچ سکتا۔ خدا نے اُن کے نامون مین اُن کو رؤف اور رحیم بھی نام دیے تھے۔ اور مین ننگی تلوار کی طرح تھا جس کو وہ درمیان مین رکھتے تھے یا کام مین لاتے تھے[۵۱] الخ۔

اگر یہ قول حضرت عمرؓ کا نہ بھی ہوتا ہم جس نے کہا ہے بڑی دانشمندی اور معاملہ فہمی اور واقفیت سے کہا ہے۔

حضرت ابو بکر کی راے سے بڑھ کر کوئی عمدہ فیصلہ اس بارے مین نہین ہو سکتا۔ کہ جب انھون نے عبدالرحمن بن عوف سے حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنے کے امر مین مشورہ لیا تو انھون نے اس ارادے کو پسند کرنے کے ساتھ ہی حضرت عمرؓ کی درشتی طبیعت کی طرف اشارہ کیا جس کے جواب مین حضرت ابو بکر نے کہا کہ "[۵۲] اُس کی سختی اس وجہ سے تھی کہ مین زیادہ نرمی اور رحم کرتا تھا۔ مین نے

---

[۵۱] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء حکایات سیاست فاروقی۔ [۵۲] انلس اوف خلافت مؤلفہ سر ولیم میور۔

غور سے دیکھا ہے کہ جب مین کسی کے ساتھ سختی کرتا تھا تو عمرؓ اُس کی سفارش کرتا تھا اور اگر زیادہ نرمی کرنے لگتا تو وہ سختی کی طرف مائل ہوتا تھا جب وہ خود والی امور ہوگا تو اوس کی درشتی طبیعت جاتی رہے گی"

اور جب کہ ہم حضرت عمرؓ کی خود مختار خلافت کے زمانہ مین اُن کی اِس خاص طبیعت اور عادت مین ایک بہت بڑا تغیر اور انقلاب پاتے ہین تو ان اقوال کی صحت پر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہین دیکھتے اگرچہ سچ پوچھو تو حضرت عمرؓ کی نسبت اُن کی اس قسم کی طبیعت اور رراؤن کو ایک منصفانہ اور پر مصلحت سختی قرار دینے کے واسطے آنحضرت صلعم کے دل چسپ اور ناطق فیصلہ کے روبرو کسی بحث کی ضرورت نہین ہے۔ آنحضرت فرمایا کرتے تھے جیسا کہ قیدیان بدر کے فیصلہ کے موقع پر فرمایا تھا کہ "ابوبکرؓ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی مانند ہین جو رحم کے وکیل تھے اور عمرؓ نوحؑ اور موسیٰؑ سے مشابہ ہین جو انصاف کے وزیر تھے"[۱]

بااین ہمہ اِس مین شک نہین کہ حضرت عمرؓ کی ابتدائی طبیعت کی شہرت اور پچھلے واقعات کے اثر اور حق گوئی ہے جسکی نسبت خود آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ "عمرؓ حق کہتا ہے اگرچہ کڑوا ہو اور حق کہنے سے اُس کا کوئی دوست نہین رہا"[۲] اُن کا رعب اور خوف اور ہیبت سب کے دلون مین بیٹھ گئی تھی آنحضرت بھی ایسے موقعون پر اُنھین کو یاد فرماتے تھے اور اس قسم کے واقعات بھی بیان ہوے ہین مثلاً ایک دن امہات المومنین ازواج مطہرات آن حضرت صلعم کے ساتھ کسی بات پر جھگڑ رہی تھین اور بلند آواز سے باتین کر رہی تھین۔ اسی اثنا مین حضرت عمرؓ آنحضرت کی طرف گئے اور دروازے پر جاکر اندر آنے کا اذن طلب کیا حضرت عمرؓ کی آواز سُن کر سب کی سب بھاگ کر پردے مین چلی گئین جب حضرت عمرؓ اندر گئے تو آنحضرت کو مسکراتے ہوے پایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ خدا ہمیشہ آپ کو ہنستا ہوا دکھائے حضور کس بات پر ہنس رہے ہین۔ آنحضرت نے فرمایا کہ مین اِس بات پر تعجب سے ہنس رہا ہون کہ یہ عورتین میرے سامنے تو شور کر رہی تھین مگر جب تمھاری آواز سُنی

[۱] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور حاشیہ صفحہ ۲۴۰ و تاریخ الخلفا سیوطی وغیرہ [۲] تحفۃ المومنین —

تو بھاگ کر پردہ مین چلی گیئن حضرت عمرؓ نے اُن کو آواز دے کر کہا کہ اے اپنی دشمنون تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلعم سے نہین خوف کرتی ہو۔ آنحضرت نے کہا کہ ہان تمھاری سختی کے سبب سے تم سے ڈرتی ہین۔ اور تم سے شیطان بھی ڈرتا ہے کہ جس راستہ تم جاتے ہو شیطان اُس راستہ سے نہین گذرتا[۱]۔ اسی طرح ایک دِن ایک حبشی لڑکی دف لیے ہوے آنحضرت کے سامنے آئی اور کہا کہ مین نے منت مانی تھی کہ جب آپ سفر سے مع الخیر واپس آوین گے آپ کے سامنے دف بجاؤن گی اور گاؤن گی۔ چنانچہ وہ دف بجانے اور گانے لگی اسی اثنا مین حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ آگئے اور وہ بدستور بجاتی رہی۔ بعد ازان حضرت عمرؓ آے تو اُن کو آتا دیکھ کر دف کو اپنے نیچے رکھ کر ڈر کے مارے خاموش اُس پر بیٹھ گئی۔ آنحضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ "اے عمرؓ تجھ سے شیطان بھی ڈرتا ہے[۲]" اور بھی اس قسم کے واقعات ہین کہ مثلاً ایک دِن آنحضرت کے مکان کے قریب کچھ شور وغل کی آواز سنائی دی۔ آپ نے اُدھر دیکھا تو ایک عورت اوچھل کود رہی تھی اور لوگ اُس کے گرد تماشہ دیکھنے کو جمع ہوے تھے آنحضرت نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ یہ تماشہ دیکھو۔ اور وہ دیکھنے لگین اتنے مین کہین سے حضرت عمرؓ آگئے۔ تماشہ دیکھنے والے سب لوگ اُن کو دیکھ کر بھاگ گئے اور حضرت عائشہ بھی ہٹ گئین۔ آنحضرت نے فرمایا کہ "مین دیکھتا ہون کہ حضرت عمرؓ سے جن اور انس اور شیاطین سب ڈرتے اور بھاگتے ہین[۳]"۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ "حضرت عمرؓ کا شیطان اُن کو خطا کا حکم کرنے سے ڈرتا ہے[۴]۔"

اِس قسم کے تمام واقعات جو بیان ہوے ہین جن مین حضرت عمرؓ نے ایسی رائیں دی ہین جن کے مطابق آنحضرت صلعم نے عمل نہین فرمایا بلکہ رحم اور رعایت کو عمل فرمایا ہے یہی وہ تمام واقعات ہین جو خصوصیت سے مورخین اور راویون نے بیان کر دیے ہین۔ ورنہ اُس زمانۂ دراز کی رفاقت

[۱] بخاری مسلم مشکوۃ باب مناقب حضرت عمرؓ [۲] ترمذی مشکوۃ [۳] ترمذی مشکوۃ [۴] ازالۃ الخفا باب تصوف وسلوک حضرت عمرؓ۔

اور مصاحبت مین جب کہ وہ آنحضرت کے ساتھ ہمدم اور ہمساز تھے اور تمام امور اصلاح امت اور فلاح مسلمانان اور انتظام دنیا مین صلاح کار اور شریک اور حصہ دار تھے حضرت عمرؓ ایک مشیر با تدبیر اور وزیر دانشمند کے مانند تھے اُن کی راے سب سے زیادہ صائب ہوتی تھی۔ آنحضرت کی حدیث مین ہے کہ "خدا نے حق کو عمرؓ کے دل اور زبان پر جاری کیا ہے" اور فرمایا کرتے تھے کہ "عمرؓ میرا مشیر ہے"[1]۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ "عمرؓ اگر کوئی بات کہتے تو قرآن اُس کی تصدیق مین نازل ہوتا"[2]۔ عبداللہ ابن عمر کا قول ہے کہ "اگر اصحاب رسول اللہ کسی امر مین مختلف الراے ہوتے اور اختلاف حضرت عمرؓ کے ساتھ ہوتا تو حضرت عمرؓ کی راے کے مطابق قرآن نازل ہوتا"[3]۔ حضرت علیؓ کا ایک قول بھی ہے کہ "ہماری بہتون کی یہ راے تھی کہ سکینہ عمرؓ کی زبان پر بولتی ہے" یعنی اُن کی رایئن اور قول طمانیت اور تشفی بخش ہوتے ہین غرض حضرت عمرؓ کی اعلی صوابت راے اور فضل دانشمندی اور عقل اور ذہانت اور حسن قوای دماغی کا جو بجاے خود ملکہ نبوت کا ایک جزو ہین اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اُن کی بہت سی رایئن احکام الہی اور منشاے ایزدی کے موافق ہوئی ہین اور وہ حضرت عمرؓ کی "موافقات" کہلاتی ہین۔ شمار اُن کا بعضون نے بیس تک بیان کیا ہے مگر زیادہ مشہور مقام ابراہیم کو مصلی بنانا۔ اور عورتون کے پردے کا حکم حضرت عمرؓ کی راے کے موافق نازل ہوے ہین[4]۔ قیدیان بدر کے باب مین ہم حضرت عمرؓ کی راے کو موافقات مین سے نہین سمجھتے۔

واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی
واذا سألتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب۔

عبداللہ بن ابی بن سلول جو نہایت سخت منافق تھا جب مر گیا تو اُس کے بیٹے نے آنحضرت کو نماز جنازہ پڑھنے کے واسطے کہا حضرت عمرؓ مانع آے اور کہا کہ ایسے منافق کی نماز جنازہ نہین پڑھنی چاہیے۔ آنحضرت نے نہ مانا اور اُٹھ کھڑے ہوے حضرت عمرؓ کہتے ہین

[1] تحفۃ المحبین بروایت ابو نعیم [2] ازالۃ الخفا باب تصوف و سلوک۔ [3] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا باب تصوف و سلوک۔ [4] ازالۃ الخفا باب موافقات و تاریخ الخلفا سیوطی وغیرہ۔

گذ مین اچھل پڑا اور اُس کے منافقانہ اقوال اور افعال کو بہت زور سے بیان کیا۔ مگر آنحضرت نے یہ بھی مسکرا کر فرمایا کہ اے عُمر ہٹ جا لیکن مین باز نہ آیا۔ آخر آنحضرت نماز جنازہ پڑھنے کو تشریف لے گئے جب واپس آے تو سورہ براۃ کی یہ آتین نازل ہوئین[۱] ولا تصل علی احد منہم مات ابدًا و لاتقم علی قبرہ تا وہم فاسقون۔

حضرت عُمر کہتے ہین مین حیران تھا کہ اتنی جرأت اُس روز مجھ مین کیون کر پیدا ہوئی۔

شراب کی حرمت کا حکم حضرت عُمر کی راے کے موافق نازل ہوا ہے وہ حرمت شراب کے نہایت خواہان تھے۔ اِس کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی یسالونک عن الخمر والمیسر۔ الایۃ۔ تو اِس پر بھی اُن کی تشفی نہ ہوئی اور خدا سے دعا مانگتے رہے کہ خدایا شراب کے بارے مین ہمارے واسطے حکم شافی نازل کر۔ اُس کے بعد یہ آیت یا ایہا الذین آمنوا لاتقربوا الصلٰوۃ و انتم سکارٰی۔ الایۃ۔ نازل ہوئی مگر اسپر بھی حضرت عمر کا اطمینان نہ ہوا اور آخر یہ آیت یا ایہا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر۔ الایۃ نازل ہوئی۔ حضرت عمر نے جب سنی تو کہا کہ خدایا اب ہم اپنے مطلب کو پہونچ گئے۔ اسی طرح اذن لے کر کسی کے گھر مین داخل ہونے کا حکم حضرت عُمر کی راے کے موافق نازل ہوا ہے[۲]۔

جب یہ آیت نازل ہوئی "ولقد خلقنا الانسان من طین" اور حضرت عمر نے سُنی تو اُن کے مونھ سے یہ نکل گیا "فتبارک اللہ احسن الخالقین"۔ آنحضرت نے سُن کر یہ بھی فرمایا کہ "اے عُمر تو قرآن مین زیادتی کرتا ہے"۔ مگر اس کے بعد یہی آیت نازل ہوئی۔ اسی طرح آیت من کان عدوا لجبرئیل ومیکائیل الخ مین حضرت عُمر کے الفاظ کے ساتھ تطابق واقع ہوا۔

اسی سے حضرت علی کہا کرتے تھے کہ "ہم قرآن مین عُمر کی راے سے راے اور کلام سے کلام پاتے تھے"[۳] اسی قسم کی اور روایتین بھی ہین جن سے حضرت عُمر کی صائب راے اور پختگی دماغ معلوم ہوتی ہے۔ دنیوی امور مین بھی اُن کی راے اور اُن کا مشورہ ایسا ہی مفید اور مناسب

---

[۱] ازالۃ الخفا باب موافقات [۲] ازالۃ الخفا باب موافقات۔ [۳] ازالۃ الخفا باب موافقات۔

ہوتا تھا۔ جیسے کہ ایک دن ایک لڑائی کے موقع پر اصحاب رسول اللہ کے پاس کھانے پینے کی
اشیا خرچ ہوگئین اور جب بھوک سے بیتاب ہوئے تو آنحضرت صلعم کے پاس آکر اپنے چند انعام
ذبح کرنے کی اجازت مانگی۔ آنحضرتؐ کا ارادہ اجازت دیدینے کا تھا کہ حضرت عمرؓ نے روکا اور تب نے
کہ یا رسول اللہ اگر ہم اپنی سواریون کو ذبح کر لینگے تو بھوکے اور اُس پر پیادے دشمن سے کیا لڑین گے
آنحضرت نے فرمایا کہ تمھاری کیا رائے ہے حضرت عمرؓ نے کہا کہ بعض لوگون کے پاس کھانے کو
بالکل نہین رہا اور بعض کے پاس تھوڑا بہت موجود ہے سب کو حکم دیا جائے کہ اپنا تھوڑا بہت
بچا ہوا کھانا اور پانی لے کر جمع ہون۔ سب کو ایک جگہ اکٹھا کرکے شریک ہوکر کھالین۔ چنانچہ
آنحضرت نے ایسا ہی کیا اور حضرت عمرؓ کی یہ تدبیر ایسی کارگر ہوئی کہ کوئی شکایت باقی نہ رہی۔
تمام چھوٹے بڑے امور مین جن مین آنحضرت وحی سے حکم اور ہدایت نہین پاتے تھے حضرت عمرؓ
سے مشورہ کرتے تھے جیسے کہ شام کی لڑائی کی نسبت آنحضرت نے حضرت عمرؓ سے ایک دن
دریافت کیا تھا کہ تمھاری کیا رائے ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اگر خدا کا حکم ہو تو ادھر بڑھنا
چاہیے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر خدا کا حکم ہوتا تو تم سے صلاح لینے کی کیون ضرورت ہوتی۔ لیکن
اگر سچ پوچھو تو حضرت عمرؓ کی روشن خیالی اور خوبی رائے اور پختگی دماغ کے ثبوت مین اس قسم کی
دلائل پیش کرنے کی کچھ بھی ضرورت نہین ہے جب کہ خود آنحضرت صلعم کا یہ مبارک قول موجود ہے
کہ "دوسری امتون مین محدث ہوتے تھے اگر میری امت مین کوئی محدث ہے تو عمرؓ ہے"۔ اور
سب سے بڑھ کر آنحضرت کا یہ قول کہ "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ خطاب ہوتا"۔ یہی مطلب
ایک دلچسپ پیرایہ مین آنحضرت نے اپنے ایک خواب کی تعبیر سے بیان فرمایا کہ "سوتے
مین میرے پاس ایک دودھ کا پیالا بھرا ہوا لایا گیا مین نے جب سیر ہوکر پی لیا تو بچا ہوا عمرؓ خطاب کو
دیدیا"۔ آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ میرے وزیر ہین جس امر مین وہ دونون متفق

1 ازالۃ الخفا باب موافقات 2 دی سراسین مؤلفہ گلبن و مناہج النبوت 3 ازالۃ الخفا 4 ترمذی۔ مشکوۃ
5 ازالۃ الخفا 6 بخاری مسلم مشکوۃ۔

...ق کا"۔

... اور یگانگت اور بے تکلفی اور محبت آنحضرت صلعم کی ذات پاک کے ساتھ ... بخوبی ظاہر ہو چکی ہے اور بھی واقعات اس قسم کے ہین کہ مثلاً اکثر آپ گفت گو ... مین نے اور ابو بکرؓ اور عمرؓ نے فلان کام کیا اور مین نے ابو بکر اور عمرؓ نے فلان کام کیا اور مین ابو بکر اور عمر فلان راستہ گئے اور مین اور ابو بکر اور عمر یہ چاہتے ہین[۱]" ایک دن حضرت ابو بکر اور عمر آنحضرت کے سامنے آئے تو دیکھ کر فرمانے لگے کہ" یہ دونون بمنزلہ میری شنوائی اور بینائی کے ہین[۲]" حضرت عائشہ بیان کرتی ہین کہ ایک دن آنحضرت صلعم بے تکلف کچھ جسم کھولے ہوے گھر مین بیٹھے تھے اتنے مین حضرت ابو بکرؓ آگئے اور اذن حاصل کر کے اسی حال مین چلے آئے اور پھر حضرت عمرؓ آئے اور وہ بھی اسی حالت مین چلے آئے بعد ازان حضرت عثمان آئے تو آنحضرت نے اپنے کپڑے درست کر لیے[۳]۔ انسؓ کا قول ہے کہ آنحضرت جب مسجد مین تشریف لاتے تھے تو صحابہ مین سے کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ اُن کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھین مگر ابو بکر اور عمرؓ دونون آنحضرت صلعم کی طرف دیکھتے تھے اور مسکراتے تھے اور آن حضرت اِن دونون کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے[۴] وحی کے لکھنے کی سب سے بڑی ذمہ داری کا کام صرف حضرت ابو بکر۔ عمر۔ عثمان اور علی کرتے تھے[۵]۔ بایں ہمہ آنحضرت صلعم کا ادب اور تعظیم اور اطاعت اور فرمانبرداری جو آن کا ایمان تھا اُن کے خمیر مین داخل تھا۔ بارہا حضرت عمرؓ آنحضرت کے ساتھ کسی امر مین اختلاف کرنے پر افسوس سے گھٹنون بیٹھ کے روتے تھے[۶]۔ ایک دن جب بنو تمیم نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آن پر کوئی سردار مقرر کیا جاتے تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر مین انتخاب مین اختلاف ہو گیا اور جھگڑتے ہوے بلند آواز سے باتین کرنے لگے۔ اسی پر جب یہ آیت" یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الخ" نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ نے قسم کھالی کہ آن حضرت کے روبرو کبھی بلند آواز سے باتین نہ کرون گا[۷]۔ آنحضرت صلعم

---

[۱] بخاری و مسلم۔ مشکوۃ [۲] ترمذی و مشکوۃ۔ [۳] مسلم و مشکوۃ [۴] ترمذی و مشکوۃ [۵] ازالۃ الخفا۔ [۶] ازالۃ الخفا و مناہج النبوت۔ [۷] مناہج النبوت صفحہ ۲۴۲۔

اپنے اصحاب خاص کی عزت اور امتیاز اور اُن کو ہر وقت اپنے قریب رکھنے کے خیال سے اُن کو باہر کسی کام پر نہین بھیجتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے دور دراز ممالک مین قاصد بغرض تبلیغ پیغام حق بھیجنے تجویز کیے اور بھیجے تو لوگون نے کہا کہ حضرت ابوبکر اور عُمر کو کیون نہین بھیجتے تو آپ نے فرمایا کہ وہ دین کے کان اور آنکھ کے بمنزلہ ہین اور مین اُن کا اتنا کم محتاج نہین ہون کہ علحدہ کر دون[۱]۔ آنحضرت صلعم کی تکالیف دیکھ کر اُن کے دل کراہتے اور پیچ و تاب کھاتے تھے۔ مثلاً ایک دن جب آن حضرت اپنی ازواج مطہرات سے ناراض ہوئے تھے اور حضرت عمرؓ نے کہا تھا کہ اگر آن حضرت خوش ہون تو اپنی بیٹی حفصہ کی گردن مار دون۔ حضرت عمرؓ آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوے دیکھا کہ تہمد باندھے بوریے پر پڑے ہین اور بوریے کی تیلیان جو جسم مین چبھی ہین تو نشان پڑ پڑ گئے ہین پھر جو حضرت عمرؓ کی نگاہ طاقون پر پڑی تو دیکھا کہ ایک طاق مین کوئی آدھ سیر کے قریب جو ہین ذرا سا پنیر دھرا ہے اور وہین پاس پانی کا ایک مشکیزہ لٹک رہا ہے اور یہی کل سامان ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہین کہ "یہ تکلیف اور بے سامانی دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا اور مین بے اختیار رو دیا"[۲]۔

حضرت عمرؓ کی اس سے بڑی خواہش کوئی نہ تھی کہ آن حضرت صلعم کے قدمون مین اُن کے سامنے شہید ہو جائین اسی وجہ سے آنحضرت صلعم نے اُن کو "شہید" سے ملقب اور ممتاز فرمایا تھا اور اکثر شہید کہہ کر پکارا کرتے تھے مثلاً جب آپ ایک دفعہ پتھر پر کھڑے ہوے حضرت ابوبکر اور عُمر ساتھ تھے پتھر ہلا تو آپ نے فرمایا کہ مت ہل تجھ پر نبی اور صدیق اور شہید کے سوا کوئی نہین۔ اسی قسم کی اور بھی روایتین ہین۔

حضرت عمرؓ اور ایسے ہی حضرت ابوبکر کے فضائل اور مناقب مین بیشمار حدیثین کتب احادیث مین منقول اور مندرج ہین۔ مگر ہم کو اکثر اُن مین سے وضعی معلوم ہوتی ہین۔ مثلاً رویا قلیب کی حدیث وغیرہ بعض مین اُن مین سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوا ہے کہ آنحضرت کے بعد حضرت ابوبکر

---

[۱] ازالۃ الخفا۔ [۲] مناہج النبوت وغیرہ۔

اور اُن کے بعد حضرت عمرؓ کا خلافت کے واسطے حق تھا بعض مین حضرت ابو بکرؓ کا اپنی خلافت مین آن حضرت کی کامل پیروی کے ساتھ عمل کرنا اور پھر حضرت عمرؓ کا اُسی کام کو اُسی طرح بڑے پیمانہ پر کرنا بیان ہوا ہے۔ مگر یقینی یہ حدیثین اُس وقت وضع کی گئی ہین جب کہ ان کے ممدوح اور موضوع اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ ہماری رائے مین تو جیسے کہ ہم دیباچہ مین بیان کر چکے ہین ایسی کوششین فضول اور بیکار تھین اور ہم حیران ہین کہ کیا ضرورت تھی اُن مستغنی الفضائل والمناقب بزرگان دین کی بزرگیان ایسی صورت مین اور اس طریق سے بیان کرنے کی جو سرتاج اور فخر تھے اُس گروہ اور اُس جماعت کے جن کی نسبت خود خدا نے فرمایا تھا۔

"کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ"

اور پھر فرمایا۔

فالذین ہاجروا واخرجوا من دیارہم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا الا کفرن عنہم سیأتہم ولادخلنہم جنات تجری من تحتہا الانہار ثوابا من عنداللہ واللہ عندہ حسن الثواب۔

اور پھر فرمایا۔

والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعد لہم جنات تجری تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا۔

اور پھر فرمایا۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ الخ۔

اور پھر فرمایا۔

والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولئک ہم المومنون حقا لہم مغفرۃ ورزق کریم۔

غرض جن کی تعریف خود باری تعالیٰ نے فرمائی ہو اور اُن کے فضائل بیان کئے ہون وہ کسی دوسری کی حمایت اور سفارش کے کیا محتاج ہو سکتے ہین؟

ز عشق ناتمامِ ما جمالِ یار مستغنی است — بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

اب ہم اُس زمانہ کے قریب پہونچے جاتے ہیں جب کہ وہ آسمان رحمت الٰہی کے آفتاب اور فیض یزدانی کا سایہ رحمت اللعالمین۔ (روحی فداک یا رسول اللہ) اس ناپائدار دنیا سے جس کو انھون نے خداوند کریم کی اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتون اور بخششون سے مالا مال کر دیا تھا رخصت ہونے والے تھے اور وہ بزرگ ستارے جو اُس آفتاب عالمتاب کی روشنی سے روشن ہوئے تھے اپنی مبارک روشنیون کے ساتھ اس دنیا مین فیض ربانی کی برکتون کو جاری رکھنے کے واسطے اکیلے رہ جانے والے تھے۔

آنحضرت صلعم نے دسوین سال ہجرت مین مکہ تشریف لے جانے اور حج ادا کرنے کا ارادہ کیا جو سب سے آخری حج ہونے کے سبب سے حجۃ الوداع کہا جانے والا تھا حضرت عمرؓ حجۃ الوداع مین موجود تھے اور اُن تمام مواعظ سے فیضیاب ہوئے جو آنحضرت نے اپنی اُس بے نظیر تقریر مین جو دنیا مین یادگار ہے فرمائے حج سے واپس جا کر بہت زمانہ نہ گذرا تھا کہ آنحضرت صلعم بیمار پڑ گئے اور ضعف اور بیماری دن بدن بڑھتی گئی حضرت عمرؓ پاس تھے اور اس کیفیت کو دیکھ کر دیوانہ ہوئے جاتے تھے۔ آخر دنیا کے واسطے وہ ماتم کا دن آن پہونچا اور آنحضرت صلعم اس دنیا سے سدھارے۔ مدینہ مین وہ قیامت کا دن تھا۔ مگر حضرت عمر کا حال سب سے ابتر تھا۔ اُن کو آن حضرت کی نعش مبارک دیکھ کر بھی یقین نہین آتا تھا کہ آنحضرت انتقال فرما گئے ہین۔ دیوانہ وار لوگون مین دوڑتے تھے اور اُن کو بھی اسی بات کا یقین دلاتے تھے کہ حضرت زندہ ہین مغیرہ جو پاس کھڑا تھا اُسنے حضرت عمرؓ کو اُن کی غلطی کا یقین دلانے کی بے فائدہ کوشش کی۔ انھون نے اُس کو بھی جھڑک دیا اور کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے اور شیطان نے تجھے بہکا دیا ہے پیغمبر خدا وفات نہین پائین گے جب تک کہ ایک منافق اور کافر بھی باقی ہوگا۔ تمام لوگ جو آنحضرت کی وفات کی خبرسن کر صحن مسجد مین جمع ہوئے تھے حضرت عمرؓ کی مجنونانہ اور پر جوش بلند آواز اور کلمات سے انھین کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اور اُن کو گھیر کر کھڑے ہوگئے۔ وہ اپنی اُسی دھن مین

ویسی ہی تقریر کرتے گئے اور یہی کہتے گئے کہ لوگ جھوٹ کہتے ہین کہ حضرت وفات پا گئے ہین۔ تم اس پر ہرگز یقین نہ کرنا۔ حضرت موسیٰؑ کی طرح وہ اپنے خدا کے پاس گئے ہین اور پھر واپس آئین گے۔ جو کہے گا کہ وہ فوت ہو گئے ہین اُس کے ہاتھ پاؤن کاٹ ڈالے جائین گے۔ اسی اثنا مین حضرت ابوبکرؓ اس پر الم خبر کو سن کر آئے اور حضرت عمرؓ کی مجنونانہ باتین سُن کر پاس سے گذر گئے اور پھر واپس آکر مسجد مین لوگون کی طرف متوجہ ہوئے جہان حضرت عمرؓ بدستور اپنے جوش اور از خود رفتگی مین لوگون مین کھڑے ہوئے تقریر کر رہے تھے حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اے عمر چپ ہو جاؤ اور خاموش بیٹھ جاؤ لیکن حضرت عمرؓ نے اس ممانعت کی بھی کچھ پروا نہ کی اور اپنی وہی باتین کرتے رہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے مجمع کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آن حضرت وفات پا گئے ہین اور خدا نے کیا اُن کو نہین فرمایا تھا کہ "انک میت و انہم میتون" اور فرمایا ما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افئن مت فہم الخالدون"۔ اور پھر یہ آیت پڑھی "وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم الخ تا میت و انہم میتون۔

قرآن کے الفاظ کے حضرت عمرؓ کے کانون پر پڑنے سے گویا وہ نیند اور بے ہوشی سے بیدار ہو گئے اُن کا اپنا قول ہے کہ "جب یہ آیات مین نے حضرت ابوبکرؓ سے سنین مجھ پر ہیبت طاری ہوئی اور اعضا پر لرزہ پڑ گیا مجھ کو آنحضرت کے وفات پانے کا یقین ہو گیا اور مین گر گیا۔"

تیسرا باب

خلافت کے واسطے حضرت ابوبکر کا انتخاب - اندرونی خطرناک بغاوتین - خلافت مین حضرت عمرؓ کا دخل - آغاز فتوحات

اصحاب رسول اللہ صلعم ابھی آنحضرت کی تدفین اور تکفین کی فکر مین تھے اور اُس المناک جدائی کے صدمہ کو ایک دو ہی گھنٹے گذرے تھے اور اُس ماتمی دن کی ابھی شام بھی نہ ہوئی تھی حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ جو کہ بقول سر ولیم میور کے "یہی دو شخص تھے جن پر اسلام کی آیندہ قسمت کا مدار اور انحصار تھا"[۱] وہین مسجد مین موجود تھے جب کہ ایک شخص بھاگا ہوا اُن کے پاس آیا اور آکر خبر دی کہ اعیان مدینہ سقیفہ بنی ساعدہ مین اس غرض سے جمع ہوے ہین کہ اپنے مین سے ایک شخص کو اپنے لئے سردار منتخب کرین - درحقیقت مدینہ مین جو منافقانہ عنصر موجود تھا اُس نے قومی مساوات اور رقیبانہ حقوق کی آڑ مین اہل مدینہ کو اتنی جلدی اس امر پر انگیختہ کر دیا کہ اپنے مین سے ایک سردار اپنے واسطے منتخب کرین اور قریش اور مہاجرین اہل مکہ کے بار حکومت کو اپنے کندھون سے اُتار دین اور سعد بن عبادہ کو جو بنی خزرج کا سرگروہ تھا اُنھون نے موسوم بھی کر دیا تھا - بقول سر ولیم میور کے "وقت نازک تھا - اور اسلام کا آیندہ اتفاق و اتحاد معرض خوف و خطر مین تھا"[۲] حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے اس خبر کو سُن کر ایک لمحہ بھی ضایع نہ کیا اور موقع پر پوچھنے کے واسطے اُٹھ کھڑے ہوے - ایک تیسرا رفیق عبیدہ بن جراح راستہ مین اُن کے ساتھ ہو لیا انصار مین سے دو شخص جو اسی مجمع مین سے آرہے تھے راستہ مین ان اصحاب ثلثہ کو ملے اور دوستانہ طریق سے اُن کو اُس خطرے کی طرف جس مین وہ اپنے آپ کو ڈال رہے تھے مطلع کیا مگر اُس

---

[۱] کتاب انلس اوف ارلی خلافت (Annuals of Early Khelafat) مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۲ - [۲] انلس اف ارلی خلافت مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۳ -

بھاری خوف کے مقابلہ مین ایسے خطرے کا خیال اُن کو روک نہین سکتا تھا انصار نے ابھی سعد کے ہاتھ پر بیعت نہین کی تھی کہ یہ تینون اصحاب سقیفہ مین پہونچ گئے[1]۔ جب انصار نے اُن کو دیکھا تو کہنے لگے کہ تم مہاجر ہو اور تمھارا فخر بڑا ہے لیکن ہم نے بھی بہت رنج اُٹھایا ہے اور چاہتے ہین کہ اپنے مین سے ایک امیر مقرر کرین[2]۔ حضرت عمرؓ جن کا چند ساعت پہلے کا جوش بھی ابھی کم نہین ہوا تھا چاہتے تھے کہ اس کے جواب مین تقریر کرنے کو کھڑے ہون مگر حضرت ابوبکرؓ نے اون کی تند مزاجی اور سخت گوئی سے ڈر کر اون کو روک دیا اور خود تقریر کرنی شروع کی اور نہایت متانت اور سنجیدگی سے کہا کہ ہر ایک لفظ جو انصار نے اپنی تعریف مین کہا ہے وہ درست اور صحیح ہے لیکن نسبی شرافت اور رعب و دبدبہ مین قریش سب سے افضل ہین اور سوائے اُن کے عرب کسی کی اطاعت مین سر نہ جھکائے گا اس پر انصار نے کہا کہ اچھا یون ہونے دو کہ ایک امیر تم مین سے ہو اور ایک ہم مین سے حضرت عمرؓ نے کہا کہ دور رہو۔ ایسا کبھی نہ ہوگا۔ دو امیر ایک جگہ نہین رہ سکتے۔ انصار اور سعد کی طرف سے حباب مباحثہ کرنے کو کھڑا ہوگیا اور رنج اور غصہ کے الفاظ زبان پر آنے لگے۔ حضرت عمرؓ اُس سے خفا ہوئے اور کہا کہ خدا تجھے غارت کرے۔ اُس نے بھی ایسے ہی الفاظ کہے حضرت ابوبکرؓ گھبرائے کہ اس غصہ اور غضب سے معاملہ دگرگون نہ ہوجائے اور آگے بڑھ کر انصار کو خطاب کر کے کہنے لگے کہ یہ دو آدمی تمھارے سامنے کھڑے ہین (حضرت عمرؓ اور ابوعبیدہ کی طرف اشارہ کیا) اِن دونون مین سے جس کو تم چاہتے ہو منتخب کرلو اور اُس کے ہاتھ پر بیعت کرو حضرت عمرؓ نے نہایت بلند آواز سے جس سے تمام مجلس گونج اُٹھی کہا کہ نہین۔ رسول اللہ تمھارے لیئے پہلے ہی سے امامت کا حکم دے چکے ہین تو ہی ہمارا امیر ہے اور مجھ سے افضل ہے حضرت ابوبکرؓ نے اس کے جواب مین کہا کہ "تو مجھ سے زیادہ قوی ہے"۔ اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ "تو رسول اللہ کے بعد خیر الناس یعنی سب آدمیون سے

---

[1] انلس اوف ارلی خلافت مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۸۔ و کتاب رائیز اینڈ ڈی کلاین اوف خلافت (خلافت کا عروج اور زوال) مؤلفہ سر ولیم صفحہ ۲ [2] تاریخ طبری فارسی نسخہ صفحہ ۳۵۸ —

بہتر ہے"۔ حضرت اَبُوبکر نے اِس کے جواب مین کہا کہ مین نے رسول اللہ کو یہ کہتے سُنا ہے کہ عمر سے اچھے کسی شخص پر آفتاب نہین طلوع ہوا[۵۱]۔ مگر حضرت عمرؓ نے حضرت اَبُوبکر کا ہاتھ لے کر اُس پر بیعت کی اُن کی بلند آواز نے مسلمانون کے دلون کو گویا ہلا دیا تھا[۵۲] اور حضرت ابوبکرؓ کے فضائل یاد دلا دیے تھے۔ اب اُن مین بھی ایک جنبش پیدا ہوئی اور بیعت کرنے کے واسطے بڑھنے لگے[۵۳]۔ حباب نے بنی خزرج کو برگشتہ کرنے کی پھر کوشش کی مگر بنی اَوس کے بیعت کر لینے سے بنی خزرج بھی اون کی تقلید کرنے پر مجبور ہوے اور وہ پرخطر ہنگامہ فرو ہو گیا۔

اسی اثنا مین آنحضرتؐ کے غسل اور تکفین سے فراغت ہو چکی تھی اور رات نے دن کے کامون پر پردہ ڈال دیا۔ اگلے دن صبح کو جب لوگ مسجد مین جمع ہوے تو حضرت اَبُوبکر اور عمرؓ اُن کی ملاقات کے واسطے نکلے حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر اُس عظیم مجمع کو خطاب کیا اور کہا کہ اے لوگون کل جو کچھ مین نے تم سے کہا وہ صحیح نہین تھا۔ اور وہ خدا کی کتاب اور اُس کے وعدہ کے خلاف تھا۔ مین تو اپنی اس خواہش کے خیال سے کہتا تھا کہ پیغمبرؐ خدا ابھی اور زیادہ دنون تک ہم مین رہتے اور اپنی زبان مبارک سے ہم کو نصیحت اور ہدایت کرتے۔ لیکن خدا نے اُن کو ہمارے پاس سے اپنے پاس بلا لینا پسند کیا ہے۔ مگر خدا کا کلام جو خدا نے ہماری ہدایت کے واسطے اپنے رسول کو بخشا ہے وہ ہمارے پاس موجود ہے۔ اُس پر عمل کرو اُس کو اپنا ہادی بناؤ اور تم گمراہی مین نہ پڑو اور اب خدا نے تمھارے امور کے انتظام کو اُس شخص کے ہاتھون مین سپرد کیا ہے جو ہم سب سے افضل اور بہتر ہے۔ جو خدا کے رسول کا رفیق اور اُس وقت کا جب کہ وہ غار مین تھے ایک ہی ساتھی ہے اُٹھو اور اُس کے ہاتھ پر بیعت کرو[۵۴]۔ پس لوگ سب طرف سے آنے لگے اور حضرت اَبُوبکر کے ہاتھ پر عوام الناس نے بروز سہ شنبہ چودھوین ربیع الاول سنہ ۱۱ھ مطابق ۹ جون سنہ ۶۳۲ع کو

---

[۵۱] اَنلس اوف ارلی خلافت مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۴ و ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفا باب مآثر حضرت صدیق۔

[۵۲] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۵۱۴۔ [۵۳] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۵۱۴۔

[۵۴] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۵۱۵۔

بیعت کی بنی خزرج مین سے سعد نے بیعت نہین کی تھی اور قریش مین سے حضرت علیؓ نے تامل سے بیعت کی بعض کہتے ہین چالیس روز بعد اور بقول بعض چھ ماہ بعد اور یہی عام روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی وفات پر جو آنحضرت سے چھ ماہ بعد واقع ہوئی حضرت علیؑ نے دل سے بیعت کا اظہار کیا۔ سر ولیم میور اس روایت کو محض بے بنیاد خیال کرتے ہین کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے بیعت نہ کرنے پر اُن کے مکان کو آگ لگا دینے کی دھمکی دی ہو اور اسی طرح طلحہ اور زبیر کے بیعت نہ کرنے کی روایت کو نہین مانتے ہین[۵۱]۔

آنحضرت کی تدفین سے فارغ ہو کر جس موقع پر کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے نہایت پر درد و جوش کے ساتھ دعائیہ کلمات کہے[۵۲] سب سے پہلے جس کام کا حضرت ابوبکرؓ کو خیال آیا وہ اسامہ بن زید کو سرحد شام پر اُس غزوہ کے واسطے بھیجنے کا تھا جو آنحضرت صلعم کے آخر وقت مین تجویز ہوا تھا اور جملہ اصحاب کو یعنی حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کو بھی اُس کے ساتھ جانے کا حکم ہوا تھا حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کے دوسرے روز علم اُٹھایا اور اسامہ کے ہاتھ مین دیا اور لوگون کو اُسی طرح اُس کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ مدینہ کو چارون طرف سے خطرات دھمکیان دے رہے تھے اور ایسے وقت مین اپنی تمام قوت کو شہر سے جدا کر دینا اور دور بھیج دینا اور شہر کو بے پناہ چھوڑ دینا نہایت پرخطر تھا۔ اور اسامہ کے زیر حکم جنگ کرنا بھی لوگون کو ناگوار تھا۔ لشکر جمع ہو کر تیار ہو گیا۔ مگر حضرت عمرؓ کو اُنھون نے کہا کہ ایسے نازک وقت کے اندیشہ اور ہمارے عذرات کو حضرت ابوبکرؓ کے سامنے پیش کر کے اس ارادہ سے باز رہنے کی اُن کو ترغیب دین۔ حضرت عمرؓ نے بہت اصرار سے کہا مگر حضرت ابوبکرؓ نے نہ مانا خطرے کے خیال اور اسامہ کی سرداری کے عذرات کا ایک ہی جواب تھا کہ آنحضرت صلعم کی تجویز کے سامنے وہ کچھ نہ سنین۔ لشکر نے کوچ کیا۔ حضرت عمرؓ بھی اُس مین شریک تھے حضرت ابوبکرؓ کو کم سے کم اُن کا اپنے سے علٰحدہ کرنا گران گذرا۔ وہ بھی لشکر کو وداع کرنے ساتھ جا رہے تھے اسامہ سے کہا کہ "اگر تمھاری رضا ہو تو عمر میرے ساتھ شہر کو لوٹ جائین تا کہ اون سے

---

[۵۱] انلس اوف ارلی خلافت حاشیہ صفحہ ۹ [۵۲] لیف اوف محمدؐ سر ولیم میور صفحہ ۵۱۰۔

قوت اور مشورہ حاصل کرون[۱]"۔ اسامہ نے اجازت دیدی۔

مدینہ کے لیے جو ایک بڑا خطرہ باقی تھا اُس کا وقت آن پہونچا۔ خود آنحضرت صلعم کی حیات مین بدکارون نے پیغمبری کا دعویٰ کرنے کا ایک نیا شوشہ نکال لیا تھا۔ اسود بن عیسیٰ کی اس بدکاری کی سزا نے ابھی یمن کے ہنگامہ کو فرو نہین کیا تھا کہ آن حضرت صلعم کی وفات کی خبر نے ایسے مفسدون کو اور زیادہ گرم کر دیا۔ مسیلمہ کذاب اور طلیحہ دو قوی غنیم اور کھلم کھلے مخالف تھے۔ باقی عرب بہانے کے واسطے زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے کا بہانہ ڈھونڈھ رہا تھا۔

عمال صدقات و زکوٰۃ خوف کے مارے بھاگے آتے تھے اور غدر اور بغاوت کی متوحش خبرین لا رہے تھے۔

عمرو بن العاص نے جس کو آن حضرت صلعم نے حجۃ الوداع سے جہان سے مختلف اطراف کی طرف قاصد بھیجے تھے عمان کی طرف بھیجا تھا واپس آکر تمام وسط عرب کے بغاوت اور زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے پر آمادہ ہونے کی خبرین سنا کر اور بھی متردد اور پریشان کر دیا۔ عمرو بن العاص مدینہ پہونچ کر اپنے دوستون کی ایک جماعت مین یہ دل شکن اور ہوش ربا حالات بیان کر رہے تھے کہ حضرت عمرؓ آن پہنچے۔ اُن کے آنے پر سب خاموش ہو گئے۔ مگر حضرت عمر تاڑ گئے اور کہنے لگے کہ مین خیال کرتا ہون کہ تم اعراب کی طرف سے جو خطرہ ہو گیا ہے اُس کا ذکر کر رہے تھے"۔ جب اُنھون نے اقرار کیا کہ ہان یہی ذکر کر رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے اُن کو قسم دی کہ اِن خبرون کو مشہور کر کے لوگون کو بزدل نہ کرین اُن کے بھی دل بڑھائے اور کہا کہ "تم اس کا کچھ خوف مت کرو۔ واللہ مین اُس سے نہین ڈرتا ہون جو تم عربون کے ہاتھ سے اُٹھاؤ گے بلکہ اُس سے ڈرتا ہون جو اعراب تمھارے ہاتھ سے اُٹھائین گے۔ اگر قریش کی جماعت تنہا ایک غار مین بھی گھسے گی تو اعرابی وہان بھی اُن کی پیروی کرین گے اور پیچھے چلین گے۔ وہ ایک کم حیثیت بھیڑ ہے پس تم خدا سے ڈرو اور اُن کے خوف کو دل مین جگہ نہ دو[۲]"۔

[۱] انلس اوف ارلی خلافت صفحہ ۹ [۲] انلس اوف ارلی خلافت حاشیہ صفحہ ۱۲۔

اَب اِن شورشون اور ہنگامون کی خبرین پَے دَر پَے مدینہ پہونچنے لگین۔ حضرت ابوبکرؓ گو اسامہ کو تمام لشکر کے ساتھ باہر بھیج دینے کا افسوس ہوتا ہو مگر اس کو انھون نے کسی پر ظاہر نہین ہونے دیا۔ اور بڑی ثابت قدمی سے شہر کی حفاظت مین مصروف رہے باغی قومین مدینہ کے گرد جمع ہو گئین طلیحہ کا بھائی فوج لے کر اُن کی مدد کو آن پہونچا۔ باغیون نے حضرت ابوبکر سے زکوۃ معاف کردینے کی درخواست مان لینے پر صلح کرنی چاہی مگر حضرت ابوبکرؓ نے نہایت درشتی سے اُن کا جواب دیا۔ اعراب اس موقع پر شہر کی کمزوری کو تاڑ گئے تھے اور اُن کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا تھا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے بھی خاص اصحاب کی مدد سے کوئی دقیقہ احتیاط اور حفاظت کا باقی نہ چھوڑا۔ شہر کے لوگون کو ہر وقت مسلح رہنے اور پھرنے کا حکم دیا۔ پہلے دن کی لڑائی مین تو کچھ فیصلہ نہ ہوا بلکہ مسلمانون کو کامیاب ہو کر پھر ہٹ جانا پڑا۔ دوسرے روز حضرت ابوبکر خود مقابلہ کو نکلے اور اس خطرے سے کامل نجات پاکر شہر کو لوٹے۔ اقوام عرب پر اس فتح کا عمدہ اثر ہوا اور اسامہ بھی لشکر کے ساتھ مدینہ مین واپس پہونچ گئے۔ اسامہ کو شہر کی حفاظت پر چھوڑ کر حضرت ابوبکر دوبارہ فوج لے کر ان باغی اقوام کو جو کچھ دور جا پڑی تھین بھگانے اور منتشر کرنے کے واسطے خود نکل کھڑے ہوئے۔ اور اُن کو اور اُن کی جمعیت کو شکستہ کر کے واپس آے۔ باغی اقوام طلیحہ کے ساتھ جاکر مل گئین طلیحہ اور مسیلمہ کی قسمت مین اسلامی دنیا کے اُس بے نظیر سپہ سالار خالد "سیف اللہ" کے قوی اور زبردست اور ہیبت ناک ہاتھون سے سزا پانا لکھا تھا۔ وہ اپنے کردار کی سزا کو پہونچے اور باقی بغاوتین بھی دوسرے دلیر اور بہادر سرداران اسلام کے ہاتھون فرو ہوگئین اور ملک مین امن قائم ہوگیا۔ اِن واقعات مین سے مالک بن نویرہ کا واقعہ بیان کرنے کے لائق ہے مالک قبیلہ بنی تمیم کا رئیس تھا۔ زکوۃ دینے سے انکار کر کے آمادۂ پیکار ہوگیا تھا۔ خالد بنی اسد اور دوسرے قبائل کو مغلوب کر کے بنی تمیم کی طرف بڑھا۔ اکثر قبائل نے آکر اطاعت قبول کرلی۔ مالک نے اپنی کمزوری معلوم کرلی تھی۔ اور سجاحہ کے علیحدہ ہوجانے سے جو ایک مشہور عورت پیغمبری کی مدعیہ اور لشکر کثیر کے ساتھ مالک کے ساتھ شریک تھی اور اب مسیلمہ کذاب سے شادی کر کے اس کے ساتھ جا ملی تھی مالک کا

دل چھوٹ گیا اور اطاعت کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا۔ اُس کے اطوار مخالفانہ نہ رہے تھے مگر خالد اُس کی طرف بڑھا جارہا تھا گو حضرت ابُوبکر کا کوئی حکم صریح اس بارے مین نہ تھا اور اسی سبب سے انصار اِس حملہ سے متفق نہ تھے۔ غرض خالد کے پہونچتے ہی مالک کی جمعیت شکستہ ہوگئی اور مالک اپنی بیوی اور چند آدمیون کے ساتھ آسانی سے گرفتار کر کے مسلمانون کے لشکر مین لایا گیا۔ اُس نے اقرار کیا کہ مین مسلمان ہون مگر اثناے گفتگو مین خالد کے سلوک کی نسبت اُس کے مونہہ سے نکل گیا کہ تمھارے صاحب (آنحضرت سے مراد ہے) نے کبھی ایسا حکم نہین دیا تھا"۔

خالد نے بھڑک کر جواب دیا کہ "وہ ہمارے صاحب تھے اور تیرے صاحب نہ تھے"۔ بعض مورخین کے مطابق یہ ہے کہ اُسی وقت خالد کے اشارے سے ضرار نے مالک کی گردن اڑادی[۱] اور بعض کا قول ہے کہ صبح تک اُن کو مہلت دی گئی اور حفاظت مین رکھے گئے۔ سردی کی رات تھی خالد نے حکم دیا کہ اُن کو "کپڑے اُڑھادو"۔ مگر یہ ایک ذومعنی لفظ تھا۔ کنعانی زبان مین اُس کے معنی یہ تھے کہ "مار ڈالو"۔ ضرار نے جس کی محافظت مین یہ لوگ تھے سب کو معہ مالک کے تہ تیغ کردیا۔ خالد شور وغل سُن کر وہان پہونچا مگر اُن کا کام تمام ہوچکا تھا اُس نے سوا اسکے کچھ نہ کہا کہ خدا کی مرضی کو کون روک سکتا ہے[۲]۔ مالک کی بیوی لیلی نہایت حسین اور جمیلہ عورت تھی خالد نے وہین اُس سے نکاح کرلیا۔ یہ واقعہ ایسا تھا کہ خلیفہ وقت کے سامنے پیش نہ ہوتا۔ ابوقتادہ انصاری جس نے خالد کے روبرو بھی نہایت سختی سے مزاحمت اور شکایت کی تھی مالک کے بھائی متمم کو لے کر مدینہ پہونچا اور حضرت عمرؓ کے روبرو قسم کھائی کہ مالک مسلمان تھا اور اُس کے لشکر مین سے اذان کی آواز سُنی گئی تھی اور زکوۃ دینے کو آمادہ تھا (حضرت ابوبکر نے یہی نشان مسلمان کا مقرر کیا تھا) حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا اور اُن کی قطعی رائے یہی تھی کہ خالد نے ایک مسلمان کا ناحق خون کیا ہے اور اُس سے اس خون کا بدلہ لیا جانا چاہیے مگر حضرت ابوبکر "سیف اللہ" کو نیام مین

---

[۱] طبری فارسی نسخہ صفحہ ۲۴۴۔ ہسٹری اوف سریسیس مؤلفہ اوکلی۔ [۲] انلس اوف ارلی خلافت مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۴۳۔

کرنے کی جرأت نہین کر سکتے تھے۔ تاہم خالد طلب ہوا۔ اور مدینہ مین پہونچ کر سیدھا مسجد کی طرف حضرت ابوبکرؓ کے پاس چلا حضرت عمرؓ اُس کو دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوے اُس کا گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ اے دشمن خدا تو نے کیون ایک مسلمان کو قتل کیا اور اُس کی عورت سے نکاح کر لیا۔ خالد کا جواب خاموشی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہونچ کر اُس نے تمام واقعہ بیان کیا حضرت ابوبکرؓ کا اطمینان ہو گیا اور سوائے اسکے کہ مالک کی عورت کو میدان جنگ ہی مین نکاح کر لینے پر ملامت کی اور کچھ کہنا پسند نہ کیا۔ خالد کے لوٹتے ہوے اُس کے متکبرانہ کردار سے حضرت عمرؓ نے معلوم کر لیا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اُس کا عذر تسلیم کر لیا ہے متمم اپنے دعوی پر اڑا رہا اور اپنے بھائی کے واقعہ کو نہایت دردناک اشعار مین نظم کر کے سناتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کبھی خالد کی بے گناہی کو نہ مانا اور اس بات پر اصرار کرتے رہے کہ لشکر کی سرداری سے اُس کو معزول کر دیا جاے۔ مگر حضرت ابوبکرؓ ہمیشہ یہی جواب دیتے تھے کہ خالد کے حکم کے سمجھنے مین غلطی ہوئی ہے سیف اللہ بے گناہ ہے۔

مالک کا واقعہ نہ شاعرون کی قلم نے چھوڑا ہے نہ مورخون کی نگاہ نے بعض نے تو یہان تک بیان کیا ہے کہ مالک نے اپنے قتل کا حکم پا کر خالد کی نگاہون اور اپنی عورت کے حسن وجمال کی طرف دیکھا تو کہا کہ میری موت کا بھید اس مین ہے۔ اس کا حسن میری جان لے رہا ہے۔ خالد نے کہا کہ نہین تیرا کفر تیری جان کا دشمن ہے۔ گو اِس قسم کی روایتین صحیح نہ ہون مگر خالد کے مالک کی عورت سے اسی وقت نکاح کر لینے سے اُس کے قتل بے گناہ پر ایک ایسا قوی شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ مٹائے سے نہین مٹ سکتا۔ کم سے کم ایسی بے دردی سے اِس قسم کے آشوبناک واقعات کے درمیان مین نکاح کا خیال کرنا ایک مسلمان سپہ سالار کے وقار اور روش کے خلاف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی راے جو ابتدا مین خالد کو معزول کرنے کی نسبت قائم ہو چکی تھی آخر تک ویسی ہی رہی۔

یمامہ کی لڑائی مین جو اس واقعہ کے بعد خالد اور مسیلمہ کذاب کے درمیان ہوئی تھی مسلمانون کو اگرچہ مسیلمہ کی چالیس ہزار مضبوط فوج پر فتح حاصل ہوئی اور اِس فتنہ عظیم کے فرو کرنے مین کامیابی ہوئی

مگر اس قدر نقصان اُٹھانا پڑا کہ مسلمانون کی تاریخ مین یہ سب سے پہلا اتنا بڑا خونخوار حادثہ تھا۔ بارہ سو جانون کا نقصان ہوا۔ جن مین تین سو ساٹھ مہاجرین اور تین سو انصار تھے۔ خاص اصحاب رسول اللہ مین سے جنھون نے شربت اجل پیا اُن کی تعداد چالیس سے کم نہ تھی۔ زید بن خطاب حضرت عمرؓ کے بھائی اور ابو حذیفہ انھین اصحاب مین تھے۔ زید نے اگرچہ بہت بہادری دکھا کر جان دی اور مسلمانون کی فتح مین اُن کا کچھ کم حصہ نہ تھا مگر حضرت عمر کو نہایت رنج ہوا۔ مدینہ مین کوئی گھر نہ تھا جس سے رونے کی آواز نہ آتی ہو۔ مگر خالد نے اس میدان جنگ کو بھی اپنی عروسی اور نکاح کی یادگار بنانے مین تامل نہ کیا۔ مجاعہ ایک سردار بنی حنیف کا جو خالد نے پکڑ رکھا تھا اُس کو کہا کہ اپنی بیٹی مجھے نکاح مین دیدے۔ اُس نے کہا صبر کر۔ ایسی جلدی کرنے سے میری اور خلیفۂ وقت کی نظرون مین حقیر ہو جاوٴگے۔ مگر خالد نے اُس کو مجبور کیا اور اُس نے ناچار نکاح کردیا[۵۱]۔ ایک روایت مین ہے کہ خالد نے ہزار درہم کابین دیا۔ اور اُس وقت تک غنیمت تقسیم نہین ہوئی تھی۔ خالد کی عروسی کی رات تھی مگر لشکر مین بہت آدمی بھوکے سوے ہوے تھے زیاد بن عمرو نے تین شعر لکھ کر اسی شکایت مین حضرت عمر کے پاس بھیجے جو حضرت ابوبکرؓ کے سامنے پڑھے گئے[۵۲] گو یہ روایت اس درجہ تک صحیح نہ ہو مگر اس مین شک نہین کہ حضرت ابوبکرؓ نے بھی خالد کی اس بے اعتدالی کو تسلیم کیا اور نہایت رنج اور غصہ سے خالد کو نامہ لکھا جس کے حرفون سے خون ٹپکتا تھا۔ اُس مین لکھا کہ تجھے اتنی فراغت ہے کہ اس طرح عروسی کرے اور بیت المال مین فساد کرے۔ بارہ سو مسلمانون کا خون تیرے سامنے گر رہا ہے جواب تک خشک نہین ہوا ہے۔ خالد پر جو اس نامہ کا اثر ہوا وہ اسی قدر تھا کہ اُسنے کہا کہ "یہ عمر کا کام ہے"[۵۳] حضرت ابوبکر آمادہ ہوگئے تھے کہ خالد کو معزول کر کے واپس بلالین مگر کسی مصلحت سے وہ اپنے ارادہ کو پورا نہ کرسکے۔

حضرت ابوبکر کے زمانۂ خلافت مین حضرت عمرؓ صرف اُن کے مشیر اور صلاح کار ہی نہین تھے بلکہ خلافہ کے ساتھ امور خلافت کے انجام دینے مین شریک مساوی تھے۔ اور اگر یہ کہا جاے

[۵۱] اٹلس ادف ارلی خلافت صفحہ ۴۹ [۵۲] طبری فارسی نسخہ۔ [۵۳] طبری فارسی نسخہ ۔

کہ حضرت ابو بکر برائے نام خلافت کرتے تھے اور درحقیقت تمام کام کو حضرت عمرؓ ہی انجام دیتے تھے تاہم غلط نہ ہوگا سرسید احمد خان صاحب کا قول ہے کہ "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ خلافت تو شمار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ درحقیقت وہ زمانہ بھی حضرت عمرؓ ہی کی خلافت کا تھا اور وہی بالکل دخیل اور منتظم تھے[1]"۔

سر ولیم میور کا قول ہے کہ "حضرت ابو بکر کو حضرت عمرؓ کے مشورہ اور صلاح پر اس قدر بھروسہ اور اعتماد تھا اور اُن کا فیصلہ (سوائے چند خاص مثالوں کے) اُن کے نزدیک اتنا وزن رکھتا تھا کہ اُن کو خلافت اور حکومت میں شریک کہا جا سکتا ہے[2]"۔

اِن اقوال کی تشریح ایک واقعہ سے بخوبی ہو سکتی ہے کہ ایک دن حضرت ابو بکر اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر حضرت عمر اُن میں موجود نہ تھے عتبہ بن حصین اور اقرع بن حابس دو شخص حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور عرض کی کہ ہمارے مسکن کے قریب کچھ بنجر اور ناقابل زراعت زمین پڑی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اُس میں تردد کر کے زراعت کریں حضرت ابو بکر نے اپنے ہم نشیں اصحاب سے مشورہ کیا انھوں نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں پس اُن کو ایک سند اس مضمون کی دیدی گئی جس پر اصحاب موجودہ میں سے کئی آدمیوں کی تصدیق اور دستخط ثبت ہوئے۔ حضرت عمرؓ چونکہ وہان موجود نہ تھے اور اُن کے دستخط کرانا ضروری تھے وہ اس کاغذ کو لے کر حضرت عمرؓ کی طرف گئے۔ حضرت عمر اس وقت اونٹوں کو تیل مل رہے تھے اُنھوں نے جب جاکر کیفیت بیان کی تو کہا ذرا صبر کرو میں فارغ ہو کر پڑھوں گا اور اگر جلدی ہے تو تم پڑھ کر سنا دو۔ انھوں نے پڑھا حضرت عمرؓ نے سُن کر کاغذ ہاتھ میں لے لیا اور لکھے ہوئے کو تھوک سے مٹا دیا۔ وہ دونوں نہایت برآشفتہ ہوئے اور حضرت ابو بکر کے پاس پہونچے کہنے لگے کہ "تو امیر ہے یا عمر"۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ "نہیں وہی امیر ہیں" اسی اثنا میں حضرت عمرؓ بھی پہونچ گئے اور حضرت ابو بکر سے اس معاملہ میں بحث کرنے لگ گئے

[1] تصانیف احمدیہ جلد اول صفحہ ۴، [2] انلس اوف ارلی خلافت صفحہ ۱۲۳۔

حضرت ابوبکر نے آخر یہ کہا کہ "مین پہلے ہی سے کہتا تھا کہ خلافت کے کام کے واسطے تو مجھ سے زیادہ قوی ہے مگر تو نے مجھے مجبور کیا تھا"[1] حضرت عمرؓ کا یہ اختلاف ایک بہت بڑی مصلحت پر مبنی تھا جو آیندہ بیان ہو گی۔

سر ولیم میور اس واقعہ کو دوسری طرح بیان کرتا ہے کہ زبرقان اور اقرع دو سردارون نے حضرت ابوبکر سے بحرین کا عشر جمع کرنے کی عمالی کی سند اس شرط پر حاصل کر لی کہ اس کام کے دیانت داری سے انجام پانے کے وہ خود ذمہ دار ہون گے۔ یہ سند حضرت عمرؓ کو دکھلائی گئی انھون نے غصہ ہو کر جس کا سبب ظاہر یہ تھا کہ اقرع منافق رہ چکا تھا اس کو پھاڑ ڈالا طلحہ جس کی وساطت سے یہ معاملہ ہوا تھا حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہونچا اور جا کر سوال کیا کہ "تو امیر ہے یا عمر"۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ "عمر مگر میری اطاعت لازم ہے"۔ سر ولیم میور لکھتے ہین کہ اس واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا خلافت مین کس درجہ تک دخل اور اثر تھا[2] حضرت ابوبکرؓ خود کہا کرتے تھے کہ خاص اصحاب اور حضرت عمرؓ کو نہ صرف اُن کے پاس ادب کے لحاظ سے کسی کام اور حکومت پر باہر نہین بھیجتے بلکہ خلافت کے کام مین وہ اُن کے دست و بازو ہین[3]۔ اسامہ کے ساتھ تمام اصحاب کو بھیج دیا تھا مگر حضرت عمرؓ کے مدینہ مین رہنے کی اسامہ سے اجازت لے لی تھی۔ غرض حضرت ابوبکر کی دو سالہ خلافت کی کامیابی مین حضرت عمرؓ کا کچھ کم استحقاق نہین ہے۔ وہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مین اُن کے مقرر کرنے سے مدینہ کے قاضی بھی تھے گو کام کچھ نہ تھا مگر اسلام مین وُہ سب سے پہلے قاضی تھے اور اس عہدے کو اُن کے سبب سے یہ عزت اور فخر حاصل ہے۔

حضرت ابوبکر کی خلافت کا پہلا سال تو اندرونی بغاوتون کے فرو کرنے اور فتنہ و فساد کے رفع کرنے اور نفاق و کفر کی آگ بجھانے مین گذر گیا۔ جب اِن کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا تو سب سے پہلا خیال اُن دلون مین جو نور اسلام سے منور اور روشن ہوئے تھے سوائے اِس کے کیا پیدا

[1] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء حصۂ دوم صفحہ ۱۹۵ - [2] انلس اوف ارلی خلافت حاشیہ صفحہ ۵ -
[3] انلس صفحہ ۱۹ -

ہو سکتا تھا کہ اُن کے ملک کے اطراف وجوانب مین جو قومین اور جو ملک کفر وضلالت کی تاریکی مین خستہ وخراب پڑے ہوے تھے اُن کو بھی اُس مبارک روشنی کی چمک دکھائین اور اُن تمام مذموم عیوب اور برائیون سے جن مین وہ پھنس گئے تھے نکال کر خدا کی اس سب سے بڑی رحمت اور نعمت کی طرف راہ نمائی کرین -- اسلام کے دائرے کو جیسا کہ مشیت ایزدی کا ارادہ ہو چکا تھا وسیع کرین اور اس عالمگیر دین کو دنیا کے اطراف مین مشتہر اور شایع کر کے منشاء ایزدی کو پورا کرین۔ شمال ومغرب مین اگرچہ سرحد شام کی اقوام کی بدعہدی اسلامی ہتھیارون کی دعوت کر رہی تھی اور شمال ومشرق مین بظاہر عیسائی عرب اقوام سے نظر آگے نہین پڑتی تھی مگر درحقیقت ایران اور شام کے کسراے ایران اور قیصران روم کی سلطنتین جو مشرق اور مغرب مین دو بڑی اور دو ہی بڑی سلطنتین تھین علم اسلام کے واسطے مقسوم ہو چکی تھین وہ اپنے وقت مین اپنی بزرگی اور شان وشوکت مین آسمان کے ستارے ہو کر چمکی تھین مگر اب ظلم اور تاریکی اور دنیا کی منتخب برائیون کا مسکن اور مقام تھین اور قانون الٰہی کے رو سے ہی اُن کا استحقاق اُس نبی کریم کی امت مرحوم اور مغفور کو پہونچا تھا جن کے انعامون مین اُس سب سے بڑی نعمت الٰہی کے ساتھ لازم وملزوم ہونے کے سبب سے وعدہ کی گئی تھین۔ تھوڑا ہی عرصہ پہلے کسریٰ ایران اور قیصر روم ایک دوسرے کے مقابلہ مین اپنی قوتون اور زورون کو جنگ کی ترازو مین تول چکے تھے اور قیصر روم نینوا کے میدان مین ایران سے بازی جیت چکا تھا اور اپنے پلہ کو بھاری کر لینے کا فخر حاصل کر چکا تھا۔ اِس کے بعد ایران مین جو بدعملی پھیل گئی تھی اُس کے دورے سے نجات حاصل کرنے کے لیے اور قیصر جس خواب غفلت مین سو گیا تھا اُس سے بیدار ہونے کے واسطے اُن ہاتھون کا انتظار کر رہے تھے جو اُن سے بہت دور نہین تھے۔ حضرت اَبوبکر کے زمانہ کی جزوی فتوحات کو حضرت عمرؓ کے زمانہ کی فتوحات کو مکمل کرنے اور سلسلۂ فتوحات کے قابل فہم بنانے کے واسطے بیان کرنا ضرور ہے۔ اور ویسے بھی حضرت عمرؓ کا حق ہے کہ اس زمانہ کی فتوحات اُن کے تذکرے مین اُس اختصار کے ساتھ جو ہم نے بالعموم اختیار کیا ہے بیان کی جاوین ۔

مثنیٰ بن حارث سواد مین مسلمانون کی طرف سے کام شروع کر چکا تھا مگر اُس کے مقابلہ مین جو قوتین جمع ہو رہی تھین اُن کے واسطے وہ اپنی اکیلی جمعیت کے ساتھ کافی نہ تھا۔ پس ۱۲ سنہ ہجری کے شروع مین خالد اور عیاض بن غنم اپنی جزوی فوجون کے ساتھ عراق کی طرف روانہ ہوے۔ خالد کا کام سواد مین مثنیٰ کے ساتھ اُبلہ سے گذر کر حیرہ مین پہونچنے کا تھا اور عیاض دومۃ الجندل سے ہوتا ہوا حیرہ مین پہونچنے والا تھا۔ خالد کے قوی اور ناقابل مزاحمت بازوؤن کے ساتھ اُس کی کامیابی ایسی دم ساز تھی کہ اُس سے مقابلہ کرنا بجاے خود بدبختی اور شامت کی دلیل تھی۔ خالد نے اُبلہ کے سردار ہرمز کو جو کسریٰ ایران (شاہ ایران) کا نام نہاد نائب تھا اسلام خراج یا جنگ کا پیغام بھیجا۔ ہرمز ایسے عجیب پیام سے اگرچہ چونکا اور کسریٰ کے پاس اس کی خبر بھیجی مگر عربون کی ایسی خفیف فوج کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا جنگ کے واسطے نکل کھڑا ہوا اور آراستہ فوجون کے درمیان مین خالد کو اپنے مقابلہ مین مبارزہ کے واسطے طلب کیا۔ خالد اُس پلیتن قوی جوان سے اکیلا دست بدست لڑنے کے واسطے نکلا۔ ہرمز نے اگرچہ فریب سے کمین مین آدمی بٹھا رکھے تھے[۱] مگر خالد نے پچھاڑ کر اُس کا کام تمام کر دیا اور اُس کا سر کاٹ کر لشکر عجم مین پھینک دیا دونون لشکرون مین بڑے جوش و خروش کی لڑائی ہوئی مگر عجمی شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ اور اپنا مال اسباب جس مین ہرمز کا ایک مرصع تاج بھی تھا۔ اور ایک ہاتھی مسلمانون کے واسطے چھوڑ گئے جس کا خمس معہ تاج اور ہاتھی کے مدینہ بھیجا گیا۔

شاہ ایران نے ہرمز کی عرضی پہونچنے پر ایک بڑی فوج ایک شاہزادہ کے ماتحت اُس کی امداد کو بھیجی۔ مگر وہ بھی شکست کھا کر پسپا ہو گئی۔ اب شاہ ایران کے کان کھڑے ہوے اور عربون کے مقابلہ کے واسطے اپنی سلطنت سے عربون بنی بکر وغیرہ کی ایک فوج بھرتی کر کے ایک مشہور جرنیل بہمن کے زیر حکم مسلمانون کے مقابلہ مین بھیجی۔ مگر اس کی قسمت بھی پہلی فوجون سے کچھ اچھی نہ تھی۔ خالد کو پے در پے فتوحات حاصل ہو رہی تھین۔ لیس کی لڑائی مین اُس نے

۱؎ دی خلافت اِٹس رائیز ڈیکلائین اینڈ فال (عروج و زوال خلافت) مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۵۲ —

ایک زیادتی بھی کی کہ قسم کھائی تھی کہ فتح حاصل کر کے دشمن کے خون سے دریا بہاؤن گا - اور اپنی قسم کو پورا کرنے کے واسطے لڑائی کے قیدی بہت سے قتل کر ڈالے مگران روایتون مین جس قدر مبالغہ ہے اُس کو سر ولیم میور بھی نہین مانتے[۱] اب حیرہ کا رستہ صاف ہو گیا تھا - خالد نے حیرہ کا محاصرہ کر لیا حیرہ بابل کے مغرب کی جانب دشت شام کے کنارے پر ایک عربون کی جداگانہ بستی تھی اور برائے نام اُس کو فارس سے ساتھ تعلق تھا - وہان کا بادشاہ کسریٰ ایران کا نائب کہلاکر عراق عرب پر حکومت کرتا تھا تیسری صدی عیسوی کے شروع مین عیسائی اپنے مذہبی عمال کے مظالم سے تنگ آکر حیرہ کے عربون کے پاس پناہ گزین ہو گئے تھے اور آنحضرت صلعم کی ولادت کے کچھ عرصہ بعد حیرہ کا بادشاہ عیسائی ہو گیا تھا - شہر نہایت مضبوط اور بڑا عالیشان تھا اور اسی کا خالد نے محاصرہ کیا تھا -

اہل حیرہ بے بادشاہ عرصہ تک محصور رہے مگر آخر جزیہ دینا منظور کر کے صلح کر لی مسلمان حسب دستور اُن کی اور اُن کے شہر کی حفاظت کے ذمہ دار ہوئے - اُن کے مذہب سے کوئی تعرض نہین کیا گیا - وہ اپنے آبائی دین پر عیسائی رہے[۲] حیرہ کو خالد نے اپنا صدر مقام قرار دیا اور ایک سال تک رہا -

حیرہ سے فارغ ہو کر خالد نے انبار اور عین التمر کو فتح کیا اور عجم کی فوج اور عرب کی بنی بکر اور بنی عجل اور بنی تغلب کے ملے ہوئے لشکرون کو بڑی بہادری سے مغلوب کیا انبار کو صلح پر چھوڑ دیا اور عین التمر کی لڑائی مین عقبہ ایک عرب سردار کے سر کو خالد نے بڑھ کے اپنی بغل مین دبا لیا اور کھینچ کر گھوڑے پر سے اُٹھا کے اپنے لشکر مین لے آیا - جو دشمن کی شکست کا دیباچہ تھا خالد اور عیاض ایک ہی وقت مین حیرہ پہونچنے کے واسطے چلے تھے خالد تو توقع سے زیادہ کام کر چکا تھا مگر عیاض دومتہ الجندل مین دشمن کا محاصرہ کیے ہوئے نہایت ناکام پڑا ہوا تھا جب اُس کی طرف سے ناامیدی ہوئی تو خالد کا مونہہ تکنا پڑا - خالد نے اپنے ایک بہادر فسر

---

[۱] دی خلافت عروج و زوال خلافت مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۵۵ [۲] دی خلافت صفحہ ۵۷ -

قعقاع کو حیرہ پر مقرر کیا اور دوسرے مقامات مفتوحہ کی سپردگی کر کے ریگستان مین سے گذر کر دومتہ الجندل کو ہوا۔ اکیدار و جودی دومتہ الجندل کے سردار تھے۔ بنی کلب اور بنی غسان جن کا سردار جبلا عیسائی بادشاہ والی بصریٰ تھا اور اور عرب کے قبائل ان کی امداد کو جمع تھے۔ خالد کی آمد سن کر سب کے چھکے چھوٹ گئے بقول سر ولیم میور کے خالد کی آمد نے صورت حال کو تبدیل کر دیا۔ اُس کا نام ہی قوت کا بُرج تھا[۵]۔

اکیدر نے جو پہلے سے خالد کے قوت بازو دیکھ چکا تھا اور اُس کے ہاتھون قید ہو کر مدینہ گیا تھا بہت خوف زدہ ہو کر ہتھیار چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ مگر راستہ ہی مین پکڑا گیا جودی اور اُس کے مددگار قوم کے ساتھ سخت لڑائی ہوئی شکست کھا کر سب بھاگ گئے جبالا بصریٰ کو فرار ہو گیا۔ خالد نے تیسری دفعہ میدان جنگ پر جودی کی بیٹی سے شادی کی۔ مگر حیرہ کی جنبرون نے اُسے اطمینان سے نہ بیٹھنے دیا۔ قبائل عرب اور بنی تغلب خالد کی غیر حاضری کو غنیمت سمجھ کر چھیڑ چھاڑ کرنے لگ گئے تھے۔ خالد طوفان کی طرح واپس پہونچا اور اُس کا آنا ہی اُن کی شکست کی دلیل تھی۔ یہ شکستہ فوجین جمع ہو ہو کر مقابلہ کے واسطے قلعون مین اڑ اڑ بیٹھتی تھین۔ مگر خالد قضا کی طرح اُن کے پیچھے تھا بہت سی لڑائیان اُن سے لڑا اور اُن کو شکستین دین جن مین سے حافرا اور خصوصاً فراض کی لڑائی مشہور ہے۔

اب کوئی دشمن ظاہرا میدان مین نہ رہا۔ خالد کو ایک اور بے احتیاطی کی سوجھی ذالحج کا مہینہ تھا۔ خالد کو حج کرنے کا خیال آیا۔ فوج کو چھوڑ کر بغیر راہ نما اور بدرقہ کے ریگستان سے گذرتا ہوا بلا اطلاع مکہ پہونچا اور ویسے ہی بلا شناخت حج کر کے لوٹ گیا۔ حضرت عمرؓ نے آخر اس امر کو معلوم کر لیا اور خالد کی بے احتیاطی پر ملامت کی۔

شام

حدود عراق اور سواد کو چھوڑ کر ہم شام کی طرف متوجہ ہوتے ہین۔ سب سے پہلی فوج خالد بن سعید

---

[۵] دی خلافت۔ الخ صفحہ ۶۱۔

کے ماتحت شام کو بھیجی گئی تھی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ خالد بن سعید کو سردار بنا کر بھیجنے کے
مخالف تھے مگر حضرت ابوبکرؓ نے نہ مانا اور اُسی کو بھیجا۔ ابتدا مین تو اُس کو کسی قدر کامیابی حاصل
ہوئی۔ مگر دور نکل جانے سے گھبرایا اور مدد مانگی۔ اوسی زمانہ مین جنوبی عرب کی بغاوتین فرو کر کے
مسلمانون کے لشکر مدینہ کو واپس پہونچ رہے تھے اُن کو عکرمہ اور ذوالکلاع حمیری کے ماتحت
خالد بن سعید کی مدد کو بھیجا گیا۔ اِس کے بعد ولید اور عمرو بن العاص کو بھی سرحد شام کی طرف
روانہ کیا گیا۔ ولید خالد کے ساتھ شریک ہونے اور عمرو بن العاص فلسطین کے جنوب مین کام
کرنے کے واسطے۔

خالد بن سعید ملک کے پہونچ جانے پر اُس احتیاط کو جس کی اُس کو ہدایت کی گئی تھی بھول گیا
اور بڑھتے ہوئے مرج پر شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ حضرت ابوبکرؓ کو حضرت عمرؓ کی رائے کے خلاف اپنے اِس
انتخاب پر اب افسوس ہوا اور نئی فوج چار نئے سردارون کے ماتحت شام کو روانہ کی یعنی شرحبیل بن
حسنہ کو ولید کی جگہ جو خالد بن سعید کے ساتھ شکست کھانے مین شریک تھا بھیجا۔ وہ شکستہ اور پراگندہ
فوج کو جمع کر کے اور ساتھ لے کر سب سے آگے بڑھا۔ یزید بن سفیان اور ابو عبیدہ بن جراح اور عمرو
بن العاص باقی تین مستقل افسر تھے اور سرحد شام پر مختلف اطراف و امصار یعنی اردن۔ دمشق
اور فلسطین پر بڑھے۔

شام کی اِس فوج مین ایک خصوصیت یہ تھی کہ اُس مین کم سے کم ایک ہزار اصحاب رسول اللہؐ
شریک تھے۔ خاص اصحاب مین سے سو سے کم نہ ہونگے اور ترین سو اہل بدر مین تھے۔ اُن کی خاص
عزت اور توقیر یہ تھی کہ جس کے ماتحت وہ چاہین کام کرین اور اُنکا وصف یہ تھا کہ بلا خیال رتبہ کے
جس کے ماتحت کام کرتے تھے نہایت تابعداری اور جانفشانی سے کرتے تھے۔ عکرمہ پہلے سے
شام مین تھا۔ یہ پانچون افسر جا بجا اپنا کام بہت استقلال سے کر رہے تھے۔

ان کی کامیابیون کو اور افواج شام کی شکستون کی پے در پے خبرون نے آخرکار ہرقل کو
ڈرا دیا۔ اور اُس خواب غفلت سے جس مین وہ ایران کو جیت کر پڑا ہوا تھا بیدار کر دیا حمص مین

آکر ایک بہت بڑی فوج چار حصون مین اس تند حملے کے روکنے کے واسطے روانہ کی۔ سب سے بڑا
حصہ جو تعداد مین نوے ہزار تھا اپنے بھائی تھیوڈرک کے ماتحت روانہ کیا۔ مسلمان بھی ایسی کثیر فوج
کی خبرون سے چونکے اور اپنی منقسم طاقتون کو یکجا کرنے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی آخر
اسی امر کو پسند کیا اور ہدایت کی کہ سب اکٹھے ہو کر دریاے یرموک کے کنارون پر جو بحر گلیلی
کے مشرق مین دمشق اور بصریٰ کے درمیان واقع ہے اور جو قدرت نے سب سے عمدہ میدان
کارزار اور شام کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا مقام مقرر کیا تھا ٹھہرین۔ یونانیون یعنی اہل شام نے بھی
اپنی مصلحت کے خیال سے اپنی افواج کو یکجا اکٹھا کر لیا۔ اور مل کر مسلمانون کے مقابلے مین
دامن کوہ مین جا پڑے۔ باہم لڑائی شروع ہو گئی مگر بلا نتیجہ۔ اسی طرح دو ماہ گذر گئے اور فوجین ایک
دوسرے کے مقابلہ مین پڑی رہین حضرت ابوبکر نہایت متردد تھے اور آخرکار حضرت عمرؓ کے
مشورے سے یہ قرار پایا کہ خالد بن ولید کے فتح مند بازوؤن سے کام لیا جاے اور اُس کی خدمات
فی الحال عراق سے شام کو تبدیل کر دی جائین۔ پس خالد کے نام حکم لکھا گیا کہ شام کے مسلمانون کی
فوج بے دل ہے خالد اون کی امداد کے واسطے جاے۔ نصف فوج مثنیٰ کے زیر حکم عراق مین چھوڑ
جاے اور نصف اپنے ساتھ لے جاے۔ احتیاط کے واسطے بہت تاکید کی گئی۔ خالد کو جو اپنی نسبت
حضرت عمرؓ کی طرف سے بدظنی کا خیال تھا اس حکم کو اُس پر محمول کیا اور کہا کہ عمرؓ میرے ہاتھون سے
عجم کی فتح نہین چاہتا۔ مگر یہ غلط خیال تھا۔ درحقیقت مسلمانون کی ضرورت خالد کو شام مین پکار رہی
تھی۔ حیرہ سے یرموک کو سفر کرنا بھی کوئی آسان کام نہ تھا۔ بڑا کٹھن راستہ اور بیابان ریگستان
صحراے شام سامنے پڑا تھا۔ ایک اور مشکل یہ تھی کہ اگر سیدھا شمالی راستہ سے جاتا تو راستہ مین
اہل شام کے ساتھ لڑائی مین رک جانے اور یرموک جلدی پہونچنے سے پچھڑ جانے کا خوف تھا۔ نو ہزار
فوج ساتھ تھی اور سب کو لے کر پہونچنا تھا۔ منتخب فوج کو ساتھ لے کر اور باقی کو پیچھے آنے کے واسطے
چھوڑ کر خالد دوبارہ اُس ریگستان بیابان کو طے کر کے نفد کے راستہ دومۃ الجندل مین پہونچا۔
وہان سے بصریٰ قریب تھا مگر مزاحمت کے خوف سے تدمر کے راستہ کے خشک اور بے آب

بیابان کو

ریگستان کا سفر اختیار کیا۔ درحقیقت اس ریت کے بے پایان سمندر کو طے کر کے نکلنا اسی شیر نیستان شجاعت اور ہژبر بیشۂ جلادت واتہور کا کام تھا اور جس حکمت سے یہ منزلین طے کین ایک حیرت انگیز افسانہ کا مضمون ہین کہ اونٹون کو پانی پلا کر اُن کے مونہہ باندھ دیئے اور راستہ مین اُن کے پیٹ چاک کر کے اُس پانی سے گھوڑون اور اونٹون کو زندہ نکال کر لے گئے۔ چند ہی ہفتون مین اِس مہینون کے راستہ کو طے کر کے ۱۳ھ ماہ جمادی الاول کے شروع مین تدمر مین دمشق سے سو میل مشرق کی طرف جا نکلا اور یکبارگی حملہ کر کے شہر کے حواس باختہ لشکر کو فتح کر لیا اور حوران سے ہوتا ہوا مسلمانون کے لشکر سے جا ملا[1]۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو مطلع کر دیا۔ حضرت ابوبکر بھی اس اثنا مین نئی نوجین بھرتی کر کے بھیجتے رہے تھے۔ اب مجموعی تعداد مسلمانون کے لشکر کی چھتیس ہزار تک پہونچ گئی تھی۔ مگر یونانیون کی فوج بڑھتے بڑھتے اڑھائی لاکھ تک شمار مین خیال کی جاتی تھی۔ جزوی اور بے نتیجہ لڑائیون مین جو ایک مہینے تک ہوتی رہین خالد نے ایک بڑا سقم معلوم کیا۔ کہ مسلمانون کی فوج کا ایک سپہ سالار نہ تھا۔ جدا جدا افسرون کے ماتحت اور اپنی اپنی مصلحت سے کسی فیصلہ تک نہین پہونچنے دیتا تھا۔ خالد نے یہ سقم سب افسرون کے سامنے بیان کیا اور کہا کہ ہر ایک شخص گو باری باری سے فوج کی اعلیٰ حکومت پر ایک ایک دن کے لیے مقرر ہو مگر ایک

[1] شام کے آغاز فتوحات سے لے کر جنگ اجنادین تک روایات اور تاریخ مین نہایت اختلاف ہے۔ اوکلے اور ارونگ وغیرہ انگریزی مورخ جن مین کاسن ڈی پرسی دل اور گبن مورخ اعظم بھی شامل ہین جو فتوح شام واقدی کے مترجم اور پیرو ہین خالد کا اسی زمانہ مین جب کہ مسلمانون کی فوج نے شام مین کام شروع کیا تھا آنا اور بصریٰ کی فتح مین شرجبیل کو مدد دینا اور بصریٰ کا فتح کرنا اور اس کے بعد دمشق اور اجنادین اور کئی اور لڑائیون کے بعد جنگ یرموک کا حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین واقعہ ہونا اور حضرت ابوبکرؓ کی وفات کو اس سے پہلے فتح دمشق کے زمانے مین بیان کیا ہے۔ مگر دوسرے معتبر مورخ مثلاً سر ولیم میور اور گلمین وغیرہ جو طبری اور ابن اثیر اور ابن خلدون وغیرہ کے معتقد اور خوشہ چین ہین وہ بصریٰ کا کے واقعہ کا کہین ذکر نہین کرتے اور واقعات کو اسی ترتیب سے بیان کرتے ہین جو کہ ہم بوجہ اُن کے معتبر ہونے کے بیان کر رہے ہین بعض مولفون مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب نے اس خلط واقعات سے یرموک کی لڑائی کا دو دفعہ ہونا خیال کیا ہے مگر یہ غلط ہے۔ بہرحال یہ واقعات کی تقدیم تاخیر ہے اور واقدی کی نسبت جس کے واقعات گو جیسا کہ واشنگٹن ارونگ کی رائے ہے صحیح ہون افسانون مین بیان کرنے کے واسطے زیادہ موزون ہین ترتیب معتبر ہے۔ مؤلف —

انتظام کے پیچھے فوج کو مجموعی قوت سے لڑنا چاہیئے۔

اِس تجویز کو سب نے منظور کیا اور خالد نے پہلے دن اعلیٰ افسری اپنے ہاتھ مین لے کر نہایت مناسب انتظام کیا۔ فوج کو چالیس دستون مین تقسیم کر کے دلیر افسرون کے ماتحت منقسم کیا اور اُن پر ممتاز افسر مقرر کیے۔ یہ انتظام نہایت وقت پر ہوا کیونکہ یونانی بھی ایک آخری فیصلہ کے خیال سے سخت سے سخت حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے اور ایک ایسے جم غفیر اور عدد کثیر کے ساتھ بڑھے کہ میدان کے اطراف مین اندھیرا چھا گیا۔ اسی اثنا مین خالد کے پاس مدینہ سے ایک قاصد نامہ لیے ہوئے پہونچا جس کو خالد نے سرسری نظر سے پڑھ کے ترکش مین ڈال دیا اور قاصد کو خاموش رہنے کے لیے ہدایت کر کے فوج کا مدینہ کی خیر و عافیت اور کمک کے پیچھے آنے کی خبر سے اطمینان کر دیا۔

لڑائی جس سختی اور خون ریزی کے ساتھ ہوئی اوس کو تفصیلاً بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ ہر کے مسلمان افسرون نے اور خصوصاً عکرمہ اور قعقاع اور خالد کے بہادر عزیز اور ہم مزاج ساتھی بیدھڑ ضرار نے وہ وہ بہادریان اور جان بازیان دکھلائیں کہ چشم فلک نے بھی بہت کم دیکھی تھین۔ خالد کی دلیرانہ ثابت قدمی اور آزمودہ کاری نے آخر میدان جیت لیا۔ لڑائی کی سختی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ یونانیون کے ایک لاکھ کشتون سے میدان اور خندق بھری پڑی تھی۔ مسلمانون کو بھی یہ فتح بہت گران نصیب ہوئی۔ تین ہزار آدمیون نے شربت مرگ چکھا اور بے شمار زخمی ہوئے۔ ابوسفیان کی آنکھ مین تیر لگا اور ضرار سخت زخمی ہوا۔ عکرمہ اور اُس کا باپ زخمون سے جان بر نہ ہوئے۔ اہل شام بے حساب غنیمت مسلمانون کے واسطے چھوڑ گئے جن مین تیس ہزار ریشمی سراپردہ تھے۔ ہر ایک سپاہی کا حصہ پندرہ سو دینار سے کم نہ تھا۔ اِس فتح کا جو اثر ہوا بقول سر ولیم میور کے ”یونانیون کی فوج کی ہیبت ناک قسمت نے دربار شام اور اہل شام کو خوف سے متوحش اور بے کل کر دیا۔ شام کی قسمت کے فیصلہ پر گویا مُہر لگ گئی تھی۔ اب ایک کم زور اور ضعیف مخالفت کے بغیر مقابلے کو

پکھ نہ رہا تھا[۱]"

فتح کی تاریخ سنہ ۱۳ ھ مین ماہ رجب کا شنبہ کا روز مطابق شروع ستمبر سنہ ۶۳۴ ع تھی —

[۱] دی خلافت ۔ الخ صفحہ ۲۰ —

چوتھا باب

حضرت عمرؓ کی خلافت

حضرت ابوبکرؓ کی وفات۔ حضرت عمرؓ کا استخلاف اور انتخاب۔ فتوحات ایران۔ شام۔ مصر

خالد کو جو نامہ میدان جنگ مین مدینہ کے قاصد نے دیا تھا اور اوس نے پڑھ کر اپنی ترکش مین ڈال دیا تھا اُس پر حضرت عمرؓ کی مہر تھی کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کی اوس مین خبر تھی۔ مگر خالد نے ایسے نازک وقت مین بڑی دوراندیشی سے کام لیا اور اس وحشتناک خبر کو لشکر مین مشتہر نہ کیا۔

حضرت ابوبکر جب بستر علالت پر ناتوان ہوگئے تو حضرت عمر کو اونھون نے نماز مین امامت کے واسطے کہا جو حضرت عمر کی آیندہ خلافت کی نسبت حضرت ابوبکر کے خیال کا صاف اشارہ تھا حضرت عمرؓ کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کرنے کا خیال حضرت ابوبکر کا کوئی نیا خیال نہین تھا وہ تو گویا ابتدا ہی مین اِس کا فیصلہ کر چکے تھے۔ البتہ باقاعدہ طور پر اس کو مشتہر کرنے کا خیال حضرت ابوبکرؓ کو اسی وقت ہونا چاہیے تھا جب وہ زندگی سے مایوس ہوے۔ اُنھون نے اپنی راے کو اصحاب رسول اللہ کی تائید سے مستحکم کرنے کے واسطے عبدالرحمٰن ابن عوف سے مشورۃً پوچھا کہ مین عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہون تیری کیا راے ہے۔ اُس نے اِس ارادے اور حضرت عمرؓ کی نہایت تعریف کی۔ مگر اُن کی درشتی طبیعت کی طرف اشارہ کیا جس کے جواب مین حضرت ابوبکر نے کہا کہ "یہ اُس کی سختی اور درشتی اِس سبب سے ہے کہ میری طبیعت مین نرمی اور رحم زیادہ ہے جب والی امور ہوگا تو یہ طبیعت اُس کی بدل جاے گی۔ مین نے بہت غور سے دیکھا ہے کہ اگر مین کسی شخص پر غصہ ہوتا تھا تو وہ اُس کی طرف سے سفارش کرتا تھا اور اگر مین کسی کے ساتھ زیادہ

نرمی کرتا تھا تو وہ سختی کی طرف مائل ہوتا تھا۔" حضرت عثمانؓ سے جب رائے لی گئی تو اُنھون نے بھی اِس رائے کی تائید کی اور کہا کہ "جو کچھ عمرؓ مین مخفی اور پوشیدہ ہے وہ اُس سے جو ظاہر ہوتا ہے بہت بہتر ہے اُس کا نظیر اور مساوی ہم مین موجود نہین ہے[۵۱]"

حضرت عثمانؓ سے اِسی مضمون کی وصیت لکھوائی اور انصار و مہاجرین کو بلا کر اُس کا مضمون اُن مین مشتہر کیا اور سب کی عام رضامندی اور خوشنودی کے ساتھ اِس مبارک تقریب کو ختم کیا صرف طلحہ بن عبید اللہ نے اُس جماعت مین سے اِس رائے کی مخالفت کی اور کہا۔ "کہ عمرؓ کے ہاتھ سے لوگ جس سختی مین تھے اُس کو جانتے ہو اور آج اُس کو خلیفہ مقرر کرتے ہو۔ خدا کے سامنے اِس کا کیا جواب دوگے"۔ حضرت ابو بکرؓ یہ سن کر جوشِ غضب سے بھڑک اُٹھے اور کہا کہ مجھے اُٹھاؤ اور نہایت غصہ سے طلحہ کو جواب دیا کہ "تو مجھے خدا کا نام لے کر ڈراتا ہے خدا کی قسم جب مین خدا کے سامنے جاؤن گا تو کہون گا کہ مین نے بہترینِ خلق کو تیری خلق پر خلیفہ کیا ہے[۵۲]"۔ طلحہ کی اِس مخالفت کی وجہ درحقیقت یہ نہ تھی کہ وہ سب سے الگ حضرت عمرؓ کے استخلاف مین کوئی نقص دیکھتا تھا بلکہ نفسانیت اور دعوی خلافت کے ذاتی حوصلہ یہ بات کہلا رہے تھے۔ خود حضرت ابوبکرؓ کے الفاظ سے جو اُنھون نے حضرت عمرؓ کو اِس کے بعد وصیت کرتے ہوئے فرمائے ظاہر ہے کہ "اُن لوگون کو مین تیرے خلاف پاتا ہون جن کے اپنے پیٹ پھولے ہوئے ہین اور آنکھین لگ رہی ہین"۔ حضرت ابوبکرؓ کا آخری کام حضرت عمرؓ کو بلا کر وصیت کرنے اور نرمی اور حلم کی طرف مائل ہونے کی تاکید کرنے کا تھا۔ اُن کے رحلت فرمانے کی تاریخ اکیس جمادی الثانی ۱۳ھ بروز دوشنبہ مطابق ۲۲ اگست ۶۳۴ء تھی باوجود اِس صریح اور قطعی استخلاف کے لوگون سے حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرانے کی ضرورت سمجھی گئی اور تین دن تک تمام شہر اور گرد و نواح نے بیعت کی[۵۴]

فتوحات

---

[۵۱] اُلمس او ف ارلی خلافت صفحہ ۱۱۷ - وطبری [۵۲] اُلمس او ف ارلی خلافت صفحہ ۱۱۷ - وطبری - [۵۳] اُلمس الخ صفحہ ۱۱۵ - وطبری صفحہ ۶۸ ہ [۵۴] اُلمس - الخ صفحہ ۱۲۵ -

حضرت عمرؓ کا سب سے پہلا کام لوگون کو اپنی آیندہ خلافت کی طرف سے اطمینان دلانے کے بعد عراق کے واسطے نئی فوج تیار کرنے کا تھا۔ مثنیٰ خالد کے عراق سے رخصت ہونے اور خود مختار سپہ سالاری اختیار کرنے کے بعد دس ہزار لشکر عجم کو جو ہرمز کے ماتحت میدان کو خالد سے خالی پانے کے حوصلہ پر ایران کے نئے بادشاہ شہریار کے حکم سے بڑھا تھا بابل کے میدان مین شکست فاش دے چکا تھا۔ اور ایرانیون کی اس نئی فوج کی ہاتھیون کی صف کو شکستہ کرنے کی بہادری اور حکمت مین نام پا چکا تھا۔ مگر مثنیٰ نے اپنی قلیل فوج اور جمعیت کو ایران کے آیندہ حملون کا مقابلہ کرنے اور فتوحات پر قدم جمائے رہنے کے واسطے کافی نہ سمجھ کر مدینہ سے بڑی تاکید سے کمک مانگی تھی۔ جب جواب مین دیر ہوئی تو اُس نے رفع تردد کے واسطے خود مدینہ پہونچنے کا ارادہ کیا اور پہونچ کر حضرت ابو بکرؓ کو بستر علالت پر پایا تھا گو اُن کی بیماری کے سبب سے دیر ہو گئی تھی مگر حضرت ابو بکر اس ضرورت کی طرف سے بے فکر نہین تھے انھون نے حضرت عمرؓ کو بلا کر سخت تاکید کی کہ میرے بعد تمھاری خلافت کا سب سے پہلی ساعت کا پہلا کام عراق کے واسطے فوج تیار کرنا اور بھیجنا ہوگا۔ اور حضرت عمرؓ نے اُن کے ارشاد کو پورا کرنے کے وعدے سے اطمینان دلا دیا تھا۔

پس حضرت عمرؓ کا سب سے پہلا کام ایک نئی فوج تیار کرنے کا تھا لیکن بقول سر ولیم میور کے ایرانیون کی قوت کا کچھ ایسا رعب لوگون پر چھا گیا تھا کہ کوئی امادہ نہین ہوتا تھا[۵۱]۔ مگر ممکن ہے اور اصلیت بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ خالد کے اقبال مند اور فتح مند سایہ کے لشکر عراق سے اُٹھ جانے سے لوگون کے دل نہین جمتے تھے۔ وہ ایک شخص ہزاران ہزار فوج کے برابر تھا اور اُس کا وجود ہی کام یابی کی ضمانت تھی۔ غالبًا اسی بے دلی کے سبب لوگ منظور نہین کرتے تھے جس کی غلطی سے یہ تعبیر کی جاتی ہے کہ خالد کے عہدہ سپہ سالاری سے معزول کر دینے کی وجہ سے لوگ دل شکستہ ہو گئے تھے اور نہین مانتے تھے[۵۲] لیکن یہ ایک بے اصل خیال معلوم ہوتا ہے کیون کہ جب بعد مین

---

[۵۱] دی خلافت المہ صفحہ ۸۰ [۵۲] طبری صفحہ ۲۶۹ ۔

لوگ تیار بھی ہوے تو شام کی فوج مین بھیجے جانے کی درخواست کرتے تھے اور عراق کی مہم مین جانا قبول نہین کرتے تھے اِس سے ظاہر ہے کہ خالد کے ساتھ شام مین کام کرنے سے خوش تھے مگر اُس کے بغیر عراق کو مثنیٰ کے ماتحت کام کرنے کے واسطے جو اگرچہ دلیری اور بہادری مین ویسا ہی یکتا تھا اور بقول سر ولیم میور کے دنیا کے سب سے بڑے جنگ آور اور نامور سپہ سالارون مین جگہ پانے کا مستحق ہے[1] مگر ایک قبیلہ اعراب مین سے تھا اور قریش کی شرافت اُس کے جوہر ذاتی کے ساتھ شریک نہ تھی نہین جانا چاہتے تھے۔ بہرحال خود مثنیٰ نے بھی لوگون کو تحریک کی اور آخر کار ابو عبید بن مسعود طائف کا ایک دلیر شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور لوگ بھی جوق جوق آنے لگے۔ جب ہزار آدمی کا ایک دستہ تیار ہو گیا تو ابو عبید کو اس سبب سے کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے آمادگی ظاہر کی تھی قریش اور انصار پر ترجیح دی اور اُسی کو فسر مقرر کرکے مثنیٰ کے پیچھے جو جلدی پہونچنے کے واسطے واپس چلا گیا تھا روانہ کیا۔ ابو عبید کو اجازت دی گئی کہ اقوام اعراب مین سے جو لوگ بوجہ برگشتگی اور نفاق اختیار کر لینے کے گو وہ بعد مین تائب ہو چکے تھے اب تک فوج مین نہین بھرتی کیے جاتے تھے اب لشکر مین شریک کر لیے۔

اسی اثنا مین ایران مین کئی انقلاب ہو چکے تھے۔ شہریار کے مرنے پر کشت وخون کے بعد بوران یا توران دخت بنت کسریٰ (پرویز) رستم بن فرخ زاد ایک نامی بہادر شخص کی حمایت سے جس کو اُسنے خراسان سے طلب کیا تھا تخت حاصل کرنے مین کامیاب ہوئی اور رستم کو سپہ سالار اور مختار مقرر کیا جس کا سب سے پہلا کام مسلمانون کو حدود ایران سے باہر کرنے کی کوشش کرنے کا تھا۔ اُس کی دلیری اور سرگرمی اور حوصلہ افزائی فی الواقع بہت کام کر گئی۔ لڑائی کے واسطے بڑے بڑے دہقان اُٹھ کھڑے ہوے اور عرب کی حکومت کو تمام ملک نے اپنے کندھون سے اُتار دیا اور مثنیٰ کو حیرہ چھوڑ کر مدینہ کے راستہ پر خفان مین ابو عبید کے انتظار مین ٹھہرنا پڑا۔ رستم نے جابان اور نرسی نامی دو شخصون کو قوی لشکرون کے ساتھ حیرہ اور کسکر پر قبضہ کرنے

---

[1] دی خلافت الخ۔ صفحہ ۹۶۔

اور مسلمانون سے لڑنے کے واسطے بھیج دیا۔ ابو عبید کے ساتھ راستہ مین اقوام اعراب مین سے بہت سے لوگ شریک ہو گئے اور اون کی بھیڑ بھاڑ کو ساتھ لانے مین دیر ہو گئی۔ جب خفان مین پہونچا تو دو ایک روز سستا کر مجموعی فوج کو جابان کے مقابلہ کے واسطے میدان مین لایا اور اُس کو شکست دے کے مار ڈالا اور پھر کسکر کی طرف بڑھ کر نرسی کو جس کے ساتھ جالینوس ایک دوسرا افسر آٹھ ہزار فوج سے شریک ہوا تھا شکست دی اور ایک عارضی اطمینان کا موقع دیکھا۔

اِن شکستون سے بھڑک کر رستم نے ایک مشہور اور جنگ جو افسر بہمن کے ماتحت ایک کثیر لشکر جو تیس ہزار سے کم نہ تھا مسلمانون کے مقابلے کے واسطے روانہ کیا۔ اور درفش کاویانی کو کھول کر اُس کے سپرد کیا۔ دریاے فرات کے کنارے پر لشکر آن پڑا اور مسلمانون کی فوج دریا سے عبور کر کے دوسری جانب پڑی ہوئی تھی۔ ابو عبیدہ نے ایک پرخطا دلیری کی کہ باوجود لشکر کی مخالفت اور ممانعت کے دریا کے اُس پار جا کر لڑنا قبول کیا جہان زور آزمائی اور پیچھے ہٹنے کے لیے کافی جگہ ہی نہ تھی مسلمانون کی فوج دس ہزار سے کم تھی۔ اور ایرانی فوج کو ہاتھیون سے بہت تقویت تھی جن مین ایک بہت بڑا اسفید ہاتھی بھی تھا مسلمانون نے ہاتھیون کی صف کا مقابلہ کر کے قریبًا بھگا دیا تھا کہ ابو عبیدہ نے اکیلے تلوار لیے ہوے سفید ہاتھی پر حملہ کیا۔ کوئی ضرب کاری نہ لگی اور ہاتھی نے سونڈ سے پکڑ کر پاؤن سے کچل ڈالا۔ پے درپے افسر مارے گئے اور مسلمانون کو بھاگنے سے روکنے کے واسطے دریا کا پل کاٹ دینے سے مسلمانون کو بھاگنے کا راستہ نہ رہا اور دریا مین کود کود کر بہ گئے مثنیٰ جو اس وقت بطور ایک ماتحت افسر کے کام کر رہا تھا اِس حال کو معلوم کر کے برآشفتہ ہوا مگر غلطی لاعلاج تھی۔ شیر دل مثنیٰ نے اِس وقت بڑی جان بازی کا کام کیا۔ جھنڈا پکڑ کر ایرانیون اور مسلمانون کی فوج کے درمیان چند دلیرون کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور پکارا کہ جب تک مسلمانون کی فوج سلامت پار نہ اتر جاوے گی یہان سے نہ ہٹون گا[۲] پل کی مرمت کا حکم دیا اور سپاہ کو کہا کہ "اطمینان سے اترو۔ اپنے آپ کو ضایع نہ کرو مین تمھاری حفاظت کرون گا[۱]" اسی حال مین مثنیٰ کو ایک ایرانی

---

[۱] دی خلافت الخ۔ صفحہ ۹۰ و طبری۔ [۲] دی خلافت الخ۔ صفحہ ۹۰۔

سپاہی کے نیزے نے بے طرح زخمی کر دیا۔ مگر وہ جوانمرد اُسی طرح کھڑا رہا اور مسلمانون کو اطمینان سے پار اُتار دینے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر پل کے درست ہونے سے پہلے بہت سے لوگ دریا مین کود کے جانین کھو چکے تھے۔ آخر جب بقیہ فوج گذر گئی تو مثنیٰ خود بھی پار آیا اور پل کو کاٹ کر بہمن کا راستہ بند کر دیا دریا مین کود کر چار ہزار سے کم جانین ضایع نہ ہوئی تھین۔ نئی فوج مین سے دو ہزار آدمی بھاگ گئے اور مثنیٰ صرف تین ہزار فوج کے ساتھ رہ گیا بہمن کو دربار ایران کے نئے فساد کے سبب سے لوٹ جانا پڑا اور مسلمانون کو اپنی جمعیت فراہم کرنے کا موقعہ مل گیا۔ اِس شکست کا نام واقعہ جسر (پل) ہے جو ماہ شعبان ۱۳ھ مین واقع ہوا۔

حضرت عمرؓ نے اِن ناشاد خبرون کو بڑے تحمل اور سنجیدگی کے ساتھ سنا[۵۱] بھاگی ہوئی فوج کو جو مدینہ پہونچی بہت تسلی دی۔ اس شکست نے سوائے اِس کے کہ اُن کو اپنی مساعی کے دوچند کرنے کے واسطے برانگیختہ کرے اور کچھ نہ کیا[۵۲]۔ بڑی سرگرمی سے نئی فوج تیار کرنے مین مصروف ہوئے جوق جوق فوج اکٹھی ہونے لگی بھاگے ہوئے سپاہی بھی واپس جانے کو تیار ہو گئے تھوڑے ہی عرصے مین ایک بڑی فوج جریر بن عبد اللہ کے ماتحت روانہ کر کے مثنیٰ کو اطلاع دی گئی۔ مثنیٰ ایک دم لڑائی لڑ چکا تھا اور کامیابی اُس کی طرف مائل معلوم ہوتی تھی۔ جریر کے نزدیک پہونچنے کی خبر سن کر مثنیٰ ایرانیون کی ایک بہت بڑی فوج سے مقابلہ کرنے کے واسطے جو ایک لاکھ تعداد مین زیر حکم مہران بن بازان[۵۳] بڑھی آرہی تھی ایک منزل آگے بڑھا حضرت عمرؓ نے بہت کچھ احتیاط سے لڑنے کی تاکید کی تھی۔ بویب پر عجم کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ مثنیٰ نے اپنے سپاہیون کے خوب خوب دل بڑھائے اور فوج کو بڑی لیاقت سے آراستہ کیا۔ شروع لڑائی مین تو مسلمانون کی فوج کے ایک بازو کے پاؤن اوکھڑتے معلوم ہوتے تھے مگر مثنیٰ کی متحملانہ دانشمندی نے اُن کے دل بڑھا کر پھر جما دیا۔ سخت حملہ سے آخر ایرانیون کے مُنھ پھر گئے اور بھاگنے لگے۔ مہران مارا گیا۔ مسلمانون نے پل کاٹ دی تھی اور ایرانی بھاگنے کی راہ نہ دیکھ کر پھر مسلمانون سے دوچار ہو گئے۔ مثنیٰ کو اِس

[۵۱] دی خلافت صفحہ ۹۱ [۵۲] دی خلافت صفحہ ۹۱ [۵۳] طبری صفحہ ۲۰۲ —

غلطی پر افسوس بھی ہوا کہ اپنے ہاتھون پھر لڑائی مول لی جس مین ایرانی زندگی سے مایوس ہو کر اور جان سے ہاتھ دھو کر ٹوٹ پڑے۔ کشت و خون کا بازار گرم ہوا۔ ایرانیون کے کشتون کے پشتے لگ گئے بقول سر ولیم میور کے "مسلمانون کی ایک مٹھی بھر فوج نے اُس عظیم لشکر کو تباہ کر دیا شاید اِس قدر خون ریزی اسلامی تاریخ مین کسی اور جنگ مین نہین ہوئی۔ زمانہ دراز تک مقتولون کی ہڈیان اُس میدان کی مٹی مین ملا کین" مسلمانون کا بھی کچھ کم نقصان نہین ہوا دو ہزار آدمی مارے گئے مثنیٰ کو اپنے دلیر اور بہادر بھائی مسعود کا ماتم کرنا پڑا۔ ایک بڑی غنیمت مسلمانون کے ہاتھ آئی جسمین غلہ کے انبار اور مویشی تھے۔ اس جنگ مین ایک خصوصیت یہ ہے کہ مسلمانون کی طرفداری مین عیسائی قبائل بھی ایرانیون کے ساتھ لڑ رہے تھے اور اُن کی بہادری نے بھی بہت کام کیا تھا۔ یہ سب سے آخری بڑی فتح تھی جو مثنیٰ کو حاصل ہوئی کیونکہ اس لڑائی کے بعد وہ صرف چند ماہ تک زندہ رہا۔ جنگ جسر مین جو کاری زخم اُس کو لگا تھا اُس نے بہت دنون تک جینے نہ دیا۔ اور چونکہ قریش اُس کے ماتحت کام کرنا اپنی شرافت کے فخر سے منظور نہین کرتے تھے جریر کی شکایت پر عراق مین ایک نیا سپہ سالار مقرر ہوا۔

سر ولیم میور اس امر کا افسوس کرتا ہے کہ مسلمان مورخون نے مثنیٰ کی بہادری اور سپاہ گری کی بہت کم قدر کی ہے۔ حالانکہ "اُس زمانہ کے اسلامی سپہ سالارون مین سے صرف ایک سپہ سالار سے وہ دوسرے درجہ پر ہے۔ خالد کی حیرت افزا چستی اور تیزی اور تعجب انگیز عزم بالجزم اُس مین نہ تھا مگر زور اور سرگرمی اور فنون جنگ مین اُس سے کم نہ تھا بلا امتیاز اور غیر ضروری سختی اور جبر اوس سپہ سالار اعظم کے مانند وہ نہین کرتا تھا۔ اور کسی فتح کو اپنی کسی ذاتی خواہش کے پورا کرنے مین استعمال نہین کرتا تھا اُسی کے تہور اور متحملانہ شجاعت سے جنگ جسر سے مسلمانون کا فوج کا حصہ بچ کر نکل آیا۔ عیسائی قبائل سے امداد لینا اور اپنے معاملہ مین شریک کرنا اُسی کا کام تھا۔ اُس کے کئی دفعہ کے تنزل کو خلافت نے مہنگا خریدا کیونکہ ایک دفعہ اسی سے عراق سے اسلام کے پاؤن اُکھڑ گئے تھے لیکن حضرت عمرؓ کی نسبت اُس کی وفاداری اور

جان نثاری مین کچھ فرق نہین آیا۔ اُس زمانہ کے اِس خیال نے کہ ایک گمنام قوم کا اعرابی قریش اور اصحاب رسول اللہ پر حکومت کرے حضرت عمرؓ کے واسطے مشکل کر دیا کہ اُس عہدے پر اُس کو برقرار رکھین۔ لیکن تعجب ہے کہ اسلامی مورخون مین سے جو نامور بہادران اسلام کی عزت کے خواہان ہین کسی نے اُس اپنے زمانہ کے ممتاز اور نامور شخص کے تنزل پر افسوس نہین کیا اور نہ اوس کو وہ رتبہ دیا ہے جس کا وہ مستحق تھا حالانکہ وہ دنیا کے سب سے بڑے سپہ سالارون مین جگہ پانے کا مستحق ہے[1]"۔

شام

شام مین ہم مسلمانون کے فتح مند لشکر کو یرموک کے کنارون پر اُس خون خوار جنگ کے بعد اپنے مقتولون کو دفن کرنے اور مجروحون کا علاج کرنے اور بے شمار غنیمت کے تقسیم کرنے مین مصروف چھوڑ آئے ہین۔

حضرت عمرؓ کا پہلا کام افواج شام کی نسبت ان کا ایک مستقل سپہ سالار مقرر کرنا تھا چنانچہ اُنھون نے ابو عبیدہ بن جراحؓ "امین الامت" کو سپہ سالار اعظم مقرر کیا اور خالد اور دوسرے عہدہ دارون کو اون کے ماتحت کام کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم اُس پہلے نامہ کا مضمون ہو جو خالد کو میدان جنگ مین ملا تھا یا دوسرے کا۔ اور نامہ ابو عبیدہ کے نام ہو یا خالد کے مگر مورخین نے اِس واقعہ کو ایک قابل بحث امر بنا دیا ہے۔ عام مقولہ یہ ہے کہ خالد کو شام کی سپہ سالاری اور امارت سے معزول کر کے ابو عبیدہ کو اُس کی جگہ مقرر کیا گیا۔ مگر اِس کو کوئی ثابت نہین کر سکتا کہ خالد اس سے پہلے سپہ سالار اعظم یا امیر شام مقرر ہو چکا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کے حکم کا مضمون شام مین مسلمانون کی فوج کی مدد کرنا اور فارغ ہو جانے پر عراق کو واپس بھیج دینے کا وعدہ تھا۔ ابن خلدون کی راے مین خالد سپہ سالار اعظم مقرر ہو چکا تھا۔ مگر یہ راے خلاف واقعہ ہے کیونکہ تمام مورخ اس امر پر متفق ہین کہ یرموک کی لڑائی مین خالد کی موجودگی کے زمانہ مین بھی ایک ماہ تک

---

[1] انلس اوف ارلی خلافت صفحہ ۱۴۸ اور دی خلافت الخ صفحہ ۹۵ و ۹۶۔

تمام سرداران فوج اپنے اپنے لشکر کے ساتھ جدا جدا کام کر رہے تھے اور آخر یہی ایک سبب کمزوری اور ناکامی کا خیال کیا گیا تھا اور باری باری سے اعلیٰ حاکم اختیار کرنے کے انتظام پر خالد پہلے دن سپہ سالار ہوا تھا۔ اور حضرت عمرؓ کو حکم کے لکھنے کے وقت یہ امر بھی معلوم نہین تھا۔ کیونکہ اس انتظام سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کا انتقال اور قاصد مدینہ سے نامہ لے کر روانہ ہو چکا تھا۔ حضرت عمرؓ کے نامہ کے الفاظ سے جو معزولی کا مضمون پیدا ہوتا ہے وہ غالباً عراق کی سپہ سالاری سے معزولی تھی۔ کیونکہ خالد عراق مین سپہ سالار اعظم تھا اور اب اُس کی نسبت شام مین ابوعبیدہ کے ماتحت کام کرنے اور شام ہی مین رہنے کا فیصلہ کر دیا گیا تھا۔ اِس سے بڑھ کر جو اختلاف روایات اور تاریخون مین ہے مثلاً یہ کہ تغیر اور انتظام فتح دمشق کے بعد ہوا یا یہ کہ ابوعبیدہ کو اس مضمون کا نامہ یرموک ہی مین مل گیا تھا لیکن خالد کی دل شکنی کے خیال سے اس نے فتح دمشق تک اُس کو ظاہر نہین کیا کسی طرح صحیح نہین معلوم ہوتا۔ اب یہ بات کہ حضرت عمرؓ کے اس حکم سے خالد کی حق تلفی ہوئی ہو اس سے بڑھ کر غلط رائے کوئی نہین ہو سکتی حضرت عمرؓ کے اس انتظام سے اُن کی انتہا درجہ کی دور اندیشی حسن تدبیر ملک داری کی قابلیت۔ انصاف پسندی اور مصلحت بینی خداترسی اور خلق اللہ کی ہمدردی کا مادہ جو خدا نے اُن کو عطا کیا تھا ظاہر ہوتا ہے۔ خالد دلیر اور بہادر اور جنگ جو تھا ایسا کہ اپنا نظیر نہین رکھتا تھا۔ مگر بد احتیاط اور بے خوف بھی نہایت درجہ کا تھا اُس کے ہاتھ جبر اور انصاف مین کوئی تمیز نہین کرتے تھے اُس کی زیادتیان اور بے اعتدالیان بارہا ثابت ہو چکی تھین۔ حضرت عمرؓ کی عدل اور انصاف سے بھری ہوئی تیز نگاہون نے اُس کی حرکات اور برتاؤ کو بہت غور سے دیکھا تھا اُس کو مطلق العنان اور آزاد چھوڑ دینا دانستہ انصاف سے چشم پوشی کرنا تھا پس نہایت تدبیر سے کام لیا گیا کہ اُس کو ابوعبیدہ کے ماتحت مقرر کیا گیا۔ خالد کی بہادری اور قوت بازو اور شجاعت بھی کام آگئی اور جس بے اعتدالی کا اُس کی طرف سے اندیشہ تھا وہ بھی رفع ہو گیا۔ ابوعبیدہ گو اس درجہ کے دلیر اور مرد میدان نہ تھے مگر مسن اور نہایت تجربہ کار اور حلیم انصاف پسند

اور بامروت طبیعت کے بزرگ تھے اور اُن کے بااعتدال برتاؤ کی طرف سے کامل اطمینان تھا۔ یہ خیال بھی غلط ہے کہ ابو عبیدہ کے ماتحت کام کرنا خالد کے واسطے کسی دل شکنی یا ہتک کا باعث ہوسکتا تھا۔ ابو عبیدہ شرفاء قریش اور اصحاب کبار رسول اللہ صلعم مین سے آنحضرت صلعم کے وقت مین بہت سے خاص فضائل سے ممتاز ہوچکے تھے اور "امین الامت" کے معزز لقب سے ملقب ہوچکے تھے۔ اور اُن کا رتبہ اصحاب خاص کی نگاہون مین اس درجہ کا تھا کہ حضرت ابوبکر نے سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت عمرؓ اور ابو عبیدہ کی نسبت کہا تھا کہ ان دونون مین سے ایک کو خلیفہ منتخب کرلو۔ اور حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے پہلے جب اپنا جانشین مقرر کرنے کا مشورہ کیا تو فرمایا تھا کہ اگر ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو اُن کے سوائے کسی کو مقرر نہ کرتا[ا] پس ایسے بزرگ رتبہ کے شخص کے ماتحت کام کرنا خالد کو کسی طرح ناگوار نہین ہوسکتا تھا اور نہ ہوا اور درحقیقت یہی وجہ خالد کو عراق مین واپس نہ بھیجنے کی تھی کیونکہ جس حال مین اُوس کو خود مختار اور مطلق العنان سپہ سالار اور امیر مقرر کرنا منظور نہ تھا تو سرداران فوج مین سے عراق اور شام مین صرف ابو عبیدہ ہی اس رتبہ اور پایہ کے شخص تھے کہ خالد اُن کے ماتحت خوشی سے کام کرتا۔ خالد کی اس اطاعت اور تابعداری اور اس تنزل سے کسی قسم کا دل پر ملال نہ لانے اور اُسی جوش اور سرگرمی سے کام کرنے کی تعریف کیجاتی ہے۔ ہم بھی اس کو تسلیم کرتے ہین مگر کہتے ہین کہ یہ اسلام کا ایک کرشمہ ربانی تھا۔ اگر سچ پوچھو تو خالد کے اس تنزل سے اُس کے سپہ سالاری کے عہدے مین ابو عبیدہ کے ماتحت ہونے سے کوئی فرق سوائے اس کے نہین آیا کہ اُس کی بداحتیاطی کے راستہ مین ایک روک کھڑی کردی گئی ورنہ فوجی اختیارات مین تو گویا وہی سپہ سالار رہا۔ سر ولیم میور کا قول ہے کہ "ابو عبیدہ نے جو خالد کی بے نظیر اور عدیم المثال جنگی قابلیت اور ہنرمندی کو جانتا تھا اور خود ایک حلیم اور نرم طبیعت رکھتا تھا اور جنگ جو نہ تھا بڑی دانائی اور فیاضی سے خالد سے کہا کہ اُس کی ہدایات کے مطابق عمل کرے گا اور پوری فرمان برداری کرے گا۔ خالد نے اپنی شکایات سے قطع نظر کرکے

[ا] طبری صفحہ ۲۱۵۔

اپنی بہترین لیاقتون کو ملک کی خدمت مین صرف کیا اور باوجودیکہ اُس کا تنزل عمل مین آیا مگر درحقیقت مسلمانون کا بڑا سپہ سالار شام مین وہی تھا"۔

مسلمانون نے یرموک کے میدان سے فارغ ہوکر اور ایک دستہ فوج یرموک مین عرب کے ساتھ خط وکتابت کے سلسلہ کو محفوظ اور جاری رکھنے کی غرض سے چھوڑ کر شمالی ممالک کی جانب رخ کیا راستہ مین معلوم ہوا کہ یونانیون کی شکستہ اور پراگندہ فوج کے سپاہی فلسطین مین جمع ہوکر ایک مضبوط لشکر بن گیا ہے۔ حضرت عمرؓ سے اس کی کیفیت عرض کرکے اُن کے حکم کے مطابق لشکر دمشق کو بڑھا اور راس جمع شدہ فوج کے روکے رکھنے کے واسطے ایک مضبوط دستہ فوج روانہ کردیا گیا۔ دمشق شام مین ایک نہایت مضبوط اور عالیشان شہر ہی نہین تھا بلکہ اُس کو دنیا مین سب سے پرانا شہر ہونے پر جو زمانے کے انقلابون سے بچ رہا تھا فخر تھا۔ قیصر نے مسلمانون کے پہونچنے سے پہلے ایک بڑی فوج سے شہر کو اور مضبوط کردیا اور خود حمص مین اور فوجین تیار کرنے اور جا بجا بھیج کر مسلمانون کی قوت کو اُن سے لڑنے مین مصروف اور منقسم کردینے کی غرض سے بیٹھ رہا مگر مسلمانون نے اِن تمام فوجون کی نسبت سوائے اس کے کہ جہان کہین وہ تھین اُن کو وہین روک دینے کی کوشش کی اور کچھ نہین کیا اور اپنی اصلی قوت محاصرۂ دمشق مین مصروف کردی۔ دمشق پہونچ کر یونانیون کی کثیر فوج کو شکست دی جو مجبور ہوکر قلعہ بند ہوگئی۔ اور مسلمان محاصرہ کرکے پڑے رہے شہر ایسا مضبوط تھا کہ مسلمانون کی کوئی کوشش شہر پناہ کے توڑنے مین کامیاب نہ ہوئی۔ مگر مسلمانون کا لشکر بڑی ثابت قدمی سے شہر کو گھیرے تھا مغربی جانب ابو عبیدہ تھے اور مشرقی طرف خالد۔ گاہ بہ گاہ صبح شام لڑائیان [illegible] آرائیان ہوتی تھین جن کی کیفیتین ہومر کے رزمیہ افسانون سے کچھ کم نہین [illegible] کرنے کے واسطے نہین ٹھہر سکتے۔

اہل دمشق قلعہ شہر مین اس خیال سے ٹپ [illegible] تصور رکھے کہ موسم سرما کی غیر معمولی سردی اس آوارہ لشکر کو شہر کے [illegible] بھگا دے گی مگر مسلمانون نے اس

قدرتی دشمن کا بھی بڑے استقلال سے مقابلہ کیا اور ایک قدم پیچھے نہ ہٹے۔نئے موسم گرما نے اُن کی رگون مین تازہ جوش خون پیدا کیا اور بڑی سرگرمی اور شدت سے محاصرے کے کام مین مشغول ہوے۔اب دمشق کی امیدین مایوسی کی ہوا مین اُڑنے لگین۔خالد بڑی تیز اور بے صبر نگاہون سے موقعہ کو تاک رہا تھا۔ایک رات لشکر شہر کو کسی تقریب کی خوشی مین مصروف اور غافل دیکھ کر ابو عبیدہ کو اطلاع کر کے اور یکبارگی حملہ کی تجویز کر کے خندق کو تیر کر اور کمندین ڈال کر مسلمانون کو شہر مین پہونچا دیا دروازون کے کھُلنے اور اللہ اکبر کے نعرہ بلند ہونے کی دیر تھی تمام لشکر مسلمانون کا جا پڑا۔خالد کی خون خوار تلوار نہ رکتی اگر یونانی اِس اثنا مین ابو عبیدہ سے صلح اور معاہدہ کر کے امان نہ پا چکے ہوتے۔شہر موسم گرما ۱۴؁ھ مین فتح ہو گیا اور معاہدہ مین نصف مال و اسباب مسلمانون کو دینا ٹھہرا یا اور ہر ایک گھر سے ایک دینار اور زراعتی زمین سے ایک مقدار غلہ کی مقرر ہوئی[۱]

اِس عرصہ مین شرجیل بن حسنہ اور ابو الاعور نے بڑی بہادری سے اپنی دس ہزار فوج کے ساتھ یونانیون کی کثیر فوج کو روکے رکھا۔ابو عبیدہ کا اب ارادہ تھا کہ دمشق سے سیدھا حمص کو بڑھ کر خود ہرقل پر حملہ کرے مگر حضرت عمر نے منع کیا کہ جب تک یونانیون کی فوج عقب مین ہے آگے نہین بڑھنا چاہیئے۔پس یزید بن ابی سفیان کو دمشق کی حکومت پر چھوڑ کر مسلمانون کا لشکر فلسطین کی طرف ہٹا اور یرموک کو دوبارہ عبور کر کے فحل مین جا ٹھہرا۔جہان یونانیون کی اسی ہزار فوج سے مقابلہ ہو گیا۔یونانیون نے کھُلے مقابلے سے ہراسان ہو کر چاہا کہ دھوکا دے کر غفلت مین مسلمانون کو دبالین مگر شرجیل کو اُنھون نے اپنے سے زیادہ ہوشیار پایا۔جو رات کو بھی آمادہ پیکار اور فوج کے ساتھ تیار رہتا تھا۔آخر یونانیون کو شکست ہوئی اور سردار فوج مارا گیا۔خالد اور آتش مزاج ضرار کی بہادریون اور جان بازیون نے کچھ کم کام نہ کیا ہو گا۔مسلمانون کا لشکر اِس فتح اور غنیمت کے حاصل کرنے کے بعد حمص کی طرف بڑھنے کے ارادہ سے

---

[۱] طبری صفحہ ۲۰۴۶۔

دمشق کو لوٹ آیا اور چون کہ کوئی بڑا خطرہ سامنے نہ تھا خالد کے دستہ فوج کو جو عراق سے ساتھ لایا تھا حضرت ابوبکرؓ کی خواہش کے مطابق عراق کو واپس کر دیا گیا۔ اور یزید اور معاویہ اور شرجبیل اور عمرو بن العاص اپنی اپنی فوجون کے ساتھ بڑی کامیابی سے مسلمانون کے فتوحات کو وسیع کر رہے تھے۔ ذوالکلاع حمیری اپنے حمیر کے مضبوط دستہ فوج کے ساتھ دمشق کو شمال کی طرف سے کسی حملہ سے بچانے کے واسطے پڑا ہوا تھا۔ اب چون کہ کسی حملہ کا اندیشہ نہ رہا تھا حمص کو جاتے ہوئے لشکر کے ساتھ شریک ہو گیا یونانیون کے لشکر نے دمشق پر ایک آخری حملہ کرنے کا موقع پاکر دو فوجین جن مین سے ایک کا سردار تھیوڈور ہرقل کا بھائی تھا بڑھین۔ مگر یزید اور خالد کے تیز طوفان کی طرح پہونچنے والے لشکر نے گھیر کر یونانیون کی فوج کو پاش پاش کر دیا اور دوسری فوج کو ابو عبیدہ نے بھگا دیا اور اس حصہ مین پھر جمع ہونے کے لائق نہ چھوڑا۔ حمص کے راستہ مین بعلبک کو فتح کرتا ہوا مسلمانون کا لشکر بغیر کسی اور مزاحمت کے حمص مین پہونچ گیا جہان سے ہرقل انطاکیہ کو چلا گیا تھا حمص کے محاصرہ مین بھی مسلمانون کو ایک عرصہ دراز تک مصروف رہنا پڑا حمص نے بھی دمشق کی طرح بڑی مضبوطی سے مقابلہ کیا اور عرصہ تک مسلمانون کو محاصرہ مین تھکایا۔ مسلمانون سے لڑنے مین وہ بھی سردی کے موسم سے مدد لیتے تھے۔ تمام موسم مسلمان محاصرہ کیے رہے اور لڑتے رہے مگر رومیون کے پژمردہ دل موسم گرما آنے پر بھی ٹھنڈے ہی رہے اور آخر ہار کر صلح کی درخواست کی۔ خالد اگرچہ صلح کرنے پر راضی نہ تھا مگر ابو عبیدہ نے معمولی شرائط پر صلح کر لی۔

عبادہ کو حمص مین متعین کر کے مسلمانون کا لشکر شمال کو بڑھا اور متعدد چھوٹے بڑے شہر فتح کر لیا گیا خالد نے بڑھ کر قنسرین پر یونانیون کی فوج کو ایک شکست فاش دی حلب اور قیساریہ بھی فتح ہو گئے اور ابو عبیدہ نے انطاکیہ کی طرف رخ کیا جو شمالی شام مین ایک عالیشان شہر اور دنیا کے بڑی دار الخلافون مین کچھ کم مشہور نہ تھا۔ یونان کی شکستہ فوجین وہان جمع ہو گئی تھین اور جیسا کہ ضروری تھا ایک بڑی سخت لڑائی ہوئی یونانیون کا آخری چارہ صلح کر لینے اور مسلمانون کی قوت کے سایہ مین پناہ لینے کا تھا۔ ہرقل انطاکیہ چھوڑ کر یکے بعد دیگرے وہ جس شہر مین گیا آخر اس کو وہ بھی چھوڑ دینا پڑا

کیونکہ خالد اٹل قضا کی طرح اُس کے پیچھے تھا اور فتوحات کو بڑھاتا چلا جاتا تھا۔ ہرقل آخرکار شام سے مایوس ہوگیا اور حسرت کی نگاہون سے دیکھتا ہوا اور ملک کو خیرباد کہتا ہوا ۱۵ سنہ ہجری مین قسطنطنیہ مین جا مقیم ہوا۔ شام کا ملک دریاے فرات سے ساحل سمندر تک فتح ہوگیا تھا۔ اور تمام رعایا مسلمانون کی باج گذار اور پناہ خواہ ہوگئی تھی۔

اسی اثنا مین عمرو بن العاص اور شرحبیل نے فلسطین کے بہت سے شہر فتح کرلیے تھے اور ویسی ہی کامیابی سے اس مغربی صوبہ کو زیر کرتے جارہے تھے۔ بطریق ارطفول نے جو فلسطین کا حاکم تھا اپنی مضبوط فوج کے دو حصہ کیے ایک یورشلیم کی حفاظت کے واسطے چھوڑا اور دوسرا حصہ جو پچاس ہزار سے کم نہ تھا ساتھ لے کر مسلمانون سے زور آزمائی کرنے کے واسطے اجنادین پر آپڑا۔ اجنادین کی لڑائی جو جنگ یرموک کی طرح نہایت سخت لڑائی تھی ویسے ہی فلسطین کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی تھی۔ ارطفول شکست کھاکر اور اپنی قسمت کا فیصلہ کرکے یورشلیم کو بھاگ گیا اور عمرو بن العاص ایلیا کے تمام شہر فتح کرتا ہوا یورشلیم تک پہونچ گیا۔ ارطفول اجنادین پر شکست کھاکر ہمت ہار چکا تھا اور خوف زدہ ہوکر مصر کو بھاگ گیا۔ یورشلیم کے مقدس بطریق نے لڑائی کی تاب نہ لاکر صلح کرلینے اور شہر کو مسلمانون کو حوالہ کردینے کی خواہش کی۔ مگر اس شرط پر کہ خود حضرت عمرؓ شرائط صلح مقرر کرنے کے واسطے وہان آدین[۱]۔ حضرت عمرؓ اس کی اطلاع پاکر تیار ہوگئے۔ اگرچہ اصحاب نے اِس ارادے کی مخالفت کی مگر انھون نے نہ مانا اور یورشلیم کو روانہ ہوئے اور سیدھے جابیا مین پہونچے۔ یہ سب سے پہلا موقع تھا کہ خلیفہ عرب نے حدود عرب سے باہر قدم رکھا ہو۔ ابوعبیدہ یزید اور خالد اون کو ملنے کے واسطے آئے اور بعد ازان بطریق یورشلیم کی طرف سے ایک سفارت شرائط صلح مقرر کرنے کے واسطے آئی۔ صلحنامہ مرتب کرکے اور دستخط کراکے بطریق کے پاس لے گئے اس نے بھی

---

[۱] ایک روایت اس قسم کی ہے کہ بطریق بیت المقدس نے کہا کہ یورشلیم اُس شخص کے ہاتھون فتح ہوگا جس کے نام مین تین حرف ہون گے۔ اُن کی کتب قدیم سے یہ امر معلوم ہوا تھا۔ سر ولیم میور کہتے ہین کہ گو یہ ایک عجیب روایت ہے مگر ممکن ہے کہ اسکی کچھ اصلیت ہو مگر ہماری راے مین اتنا بھی نہین ہے۔ کسی ضرورت سے یہ روایت وضع کی گئی ہے جس کی نسبت کئی قیاس کیے جاسکتے ہین۔ مؤلف

منظور کیے اور یروشلیم اور راملہ کے دروازے کھول دیے گئے عمرو بن العاص اور شرحبیل بھی اب فراغت اور اطمینان حاصل ہونے پر حضرت عمرؓ کے پاس آئے جن کو ساتھ لے کر حضرت عمر یروشلیم کی طرف روانہ ہوئے اور اُس مقدس مقام کو دیکھ کر ۱۵ھ ہی میں مدینہ واپس آگئے اور اصحاب مدینہ کو نہایت خوشی ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے اس مشہور سفر کے اور واقعات اور جو پر مروت برتاؤ اور پر لطف سلوک اُنھوں نے عیسائیوں کے ساتھ کیا اور جس کے بیان کرنے میں عجیب و غریب غلطیاں کی گئی ہیں آیندہ اپنے موقع پر بیان ہوں گے۔

عراق و عجم

ایشیائی روم کی فتح کو مکمل دیکھ کر اب ہم کو عراق و عجم کے سب سے بڑے جنگ و جدل کے حالات میں سے گذرنے کے واسطے پیچھے جانا پڑتا ہے۔ ہم ماہ رمضان ۱۳ہجری میں مثنیٰ کو بویب کی فتح کے نتائج اکٹھا کرنے میں مصروف چھوڑ آئے ہیں۔ دارالخلافت ایران میں انقلابات کا ابھی خاتمہ نہیں ہوا تھا۔ ایرانیوں نے اپنی نئی شکستوں کو رستم اور اپنی نئی ملکہ کی کمزوری سے منسوب کیا اور ورثاے ذکور میں سے کسی شاہزادے کو تخت ایران پر بٹھانے کی فکر میں ہوئے اور آخر یزدجرد نامی ایک شاہزادہ مل گیا اور تخت نشین کیا گیا۔ اکیس برس کے نوجوان شاہزادے کے گرد اوس کے امرا اور اعیان و اراکین سلطنت بڑی وفاداری اور سرگرمی سے جمع ہوئے اور بقول سر ولیم میور کے اُن کی پرانی سلطنت کی آگ کسی قدر اُن میں مشتعل ہوگئی فوجیں جمع کی گئیں اور سواد کے شہروں پر پھر قبضہ کر کے شہروں کو مضبوط کر دیا گیا۔ رعایا بھی اپنی قدیم سلطنت کی طرف راغب ہوگئی اور جہاں تہاں مسلمان تھے اون کو قتل کرنا شروع کیا۔ اور بہت سے مسلمان مار ڈالے۔ مثنیٰ کو ماہ ذی قعدہ ۱۳ھ میں ایک دفعہ پھر حسب ہدایت ہٹ کر دریاے فرات کے اُس پار جا ٹھہرنا پڑا۔ حضرت عمرؓ کے پاس اُسنے امداد اور فوج کے واسطے ایک ضروری عرضی بھیجی اور اپنی پرخطر حالت بیان کی۔ حضرت عمرؓ نے نہایت دلیری سے اِس خطرے کا مقابلہ کیا۔ خود رستم کے فوج ایران کا سپہ سالار ہونے اور

اور تمام جنگ آزما مشہور سرداروں کے ساتھ ایک عظیم لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں بڑھنے کی خبریں پہونچ چکی تھیں عراق میں مسلمانوں کے پاؤں جمنے اس سبب سے مشکل تھے کہ ایران کا دار الخلافت مدائن جو تمام قوت کا مرکز تھا اس طرف بہت قریب تھا حضرت عمر چاہتے تھے کہ ایک بڑے معرکہ میں اُن کی قوت شکستہ کر دیں اور جانتے تھے کہ مدائن کے فتح ہونے تک تمام کوششوں اور فتحوں کا نتیجہ نقصان دہ ہوگا پس اُنھوں نے ارادہ کیا کہ بذات خود میدان جنگ میں جائیں اور لشکر کی سپہ سالاری کریں۔ اپنے خاص اصحاب سے اپنے اس ارادے کا ذکر کیا اور مشورہ لیا سب نے اس ارادے کی مخالفت کی اور نہایت اصرار سے منع کیا۔ آخر یہ قرار پایا کہ نئی فوجیں ایک نئے سپہ سالار کے ماتحت بھیجی جائیں چنانچہ سپہ اکٹھا ہونے لگی اور پہلا دستہ چار ہزار فوج کا سعد بن ابی وقاص کے ماتحت جو تمام فوج کا سپہ سالار اعظم مقرر کیا گیا تھا بھیجا گیا اور مثنیٰ اور جریر کو اُس کے ماتحت کام کرنے اور اُس کی اطاعت کرنے کی ہدایت کی گئی۔

سعد مکہ میں بچپن ہی میں مسلمان ہوا تھا اور اب اُس کی عمر چالیس برس کی تھی۔ سیاہ فام اور پست قد مگر دلیر اور بہادر آنحضرت صلعم کے وقت میں تمام عرب میں یگانہ تیر انداز تھا۔ حضرت عمر نے اُس کو ضروری ہدایات اور رحم اور تلطف کرنے کی نصیحت کر کے روانہ کیا اور متعاقب برابر فوجیں بھیجنے کا وعدہ کیا۔ اور برابر فوجیں بھیجتے رہے طلیحہ اور عمرو بن معدی کرب بنی اسد اور زبید کے لشکروں کے سردار ہو کر گئے جن کی نسبت حضرت عمر نے لکھا تھا کہ " اُن میں سے ہر ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے۔ اشعث الکندی اپنے قبیلہ کی فوج کے ساتھ اسی طرح اور فوجیں اور قبائل عرب بھیجے گئے۔ مشہور یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرب میں کوئی جنگ آور شاعر اور مقرر اور سردار نہ چھوڑا جو اس فوج کی امداد کے واسطے نہ بھیج دیا ہو۔ اس طرح پر سعد کے پاس بیس ہزار فوج جمع ہو گئی اور بعد میں جب شام کی فوج اُس سے آملی تھی تو کل تعداد تیس ہزار تھی۔ غرض اپنی فوج کو ساتھ لیے ہوئے حیرا سے پندرہ بیس میل جنوب کی طرف مثنیٰ کی فوج سے جا ملا۔ مگر افسوس کہ مثنیٰ کا ماہ صفر ۱۴ھ میں انتقال ہو چکا تھا اور اسلامی لشکر کے نئے سردار کے واسطے یہ قول وصیت چھوڑ گیا تھا کہ دشمن

سے حدود صحرا پر جنگ کرے" سعد کو اُس کی وفات کی خبر سن کر نہایت رنج اور افسوس ہوا اُس کے بھائی کی تسکین کی اور مثنیٰ کی وصیت کے موافق تھوڑا آگے بڑھ کر قادسیہ کے میدان مین خیمہ زن ہوا جو نام کہ دنیا کی تاریخ مین ایک سلطنت کی قسمت کا فیصلہ کرنے والے جنگ کا مقام ہونے کے واسطے شہرت پانے والا تھا۔ سعد ایک عمدہ موقع پر لشکر کو ٹھہرا کر اور ایک نئی ترتیب سے آراستہ کرکے دشمن کے انتظار مین بیٹھ رہا۔ فوج ایران کا سپہ سالار رستم بھی یہی انتظار کی چال چلنا چاہتا تھا مگر یزدجرد بے صبر ہو رہا تھا اور رستم کو آگے بڑھنے کے واسطے تاکیدی حکم دیا۔

سعد اور حضرت عمرؓ کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرت عمرؓ نے سعد سے اُس علاقہ اور مقام کی کیفیت دریافت کی۔ سعد نے اپنے لشکر اور قادسیہ کے محل کی تفصیلاً کیفیت بیان کی حضرت عمرؓ کا اس کیفیت سے اطمینان ہو گیا اور اُس کو خبرداری اور اُسی جگہ انتظار کرنے کو لکھا اور لکھا کہ سب سے پہلے یزدجرد (یا یزدگرد) کو دعوت اسلام کرنی چاہیئے۔ درحقیقت یہ کلیہ دستور اور قاعدہ تھا اور شام اور عراق وغیرہ مین مسلمان سردار اس کی برابر پابندی کرتے رہے ہین کہ سب سے پہلے دعوت اسلام کرتے تھے اور دوسرا موقعہ جزیہ قبول کرنے کا دیتے تھے ان کے منظور نکرنے کی حالت مین ہتھیار اُٹھانے تک نوبت پہونچتی تھی۔ مگر یہ سلوک ہر ایک شہر سے کیا جاتا تھا۔ یہ ایک نئی بات تھی کہ اس زمانہ مین ایک شاہنشاہ کو دعوت اسلام کی گئی مسلمانون کے لشکر سے چودہ مشہور آدمی جن مین نعمان بن مقرن المزنی۔ اور بشیر بن ابی حازم اور عدی بن سہل اور مغیرہ بن شعبہ اور اشعث الکندی وغیرہ تھے منتخب کرکے یزدجرد کے پاس بھیجے گئے۔ مدائن پہونچ کر بادشاہ کے سامنے پیش ہوئے اور قبول اسلام۔ جزیہ یا جنگ کا پیغام پہونچایا۔ یزدجرد نے نہایت حقارت سے عربون کو ایک ناچیز قوم اور موش و مار کھانے والی اور پشم شتر پہننے والی اور ایک ننگے بیابان ملک کے بھوکے آوارہ لوٹیرے کہا اور کہا کہ مین تم کو ایک لقمہ دون گا اور تم راضی ہو کر لوٹ جاؤ گے۔ مسلمان سفیرون نے بڑی متانت سے اس کا جواب دیا کہ "آپ سچ کہتے ہین۔ ہم مفلس اور بھوکے ہین لیکن خدا ہم کو دولت اور طمانیت بخشے گا۔ آپ نے اب تلوار کو

پسند کیا ہے اور وہی ہمارے درمیان فیصلہ کردے گی۔ بادشاہ ان الفاظ سے بھڑک اٹھا اور کہا کہ اگر تم قاصد نہ ہوتے تو مین سب کو قتل کروا دیتا۔ اور ایک مٹی کا ڈھیلا منگوا کر اُن کے سامنے رکھ دیا کہ اُس کو اُٹھائے ہوئے شہر کے دروازے سے نکل جاؤ۔ عاصم اُسے اُٹھا کر اُسی طرح لیے ہوئے قادسیہ پہونچا اور سعد کے سامنے رکھ کر کہا کہ لے خدا نے تمکو ایران کی زمین دی ہے

رستم اب زیادہ انتظار نہین کرسکتا تھا۔ ہاتھی اور سوار اور پیادہ فوج حشرات الارض سے بھی زیادہ اُس کے پاس جمع ہو چکی تھی بعضے اُس کی تعداد دو لاکھ اندازہ بتاتے ہین اور بعض ایک لاکھ بیس ہزار بیان کرتے ہین جس کے سردار رستم کے ماتحت جالینوس۔ ہرمز اور مہران۔ لور فیروزان وغیرہ ایران کے منتخب سپہ سالار تھے۔ باوجود اِس قوت اور قوی فوج کے رستم کے دل پر مسلمانون کا خوف اور ہیبت طاری تھی اور آہستہ آہستہ اِس خیال سے بڑھتا تھا کہ مسلمان سامان رسد سے تنگ ہو کر منتشر ہو جاوین گے غرض اسی طرح تین چار مہینے گذار کر نجف سے گذر کر مسلمانون کی فوج کے قریب پہونچا اور دریا کے مقابل طرف مقیم ہوا۔ مسلمانون کی فوج اس انتظار اور بیکاری سے تنگ آگئی تھی اور بڑی مشکل سے سعد اُن کو روکے ہوئے تھا۔ غنیم کی فوج کے قریب پہونچنے سے بقول سر ولیم میور کے اس طرح مضطرب ہوئے جس طرح کہ "ایک شیر اپنی کمین مین خونخوار جست سے حملہ کرنے کے وقت ہوتا ہے" رستم کی رضامندی سے مسلمانون کے تین قاصد۔ ربیعہ۔ حذیفہ اور مغیرہ اُس کے پاس گئے اور قبول اسلام اور جزیہ۔ یا جنگ کا پیام اُس کو پہونچایا مگر تلوار ہی کو قبولیت کی عزت حاصل ہوئی۔ سعد تو اپنی جگہ سے جہان پہلے روز خیمہ زن ہوا تھا حرکت نہین کرتا تھا۔ رستم کو دریا عبور کرنا پڑا اور تیس ہاتھیون اور اپنے تمام لشکر کے ساتھ گذر آیا۔ دریا کے کنارے پر ایک سنہری تخت بچھا کر جہان سے جنگ کے میدان کو دیکھ سکے اُس پر جلوہ فرما ہوا۔

مسلمانون کی فوج اپنے سپہ سالار کو نہ دیکھ کر حیران اور شاکی ہوئی۔ مگر سعد بیمار تھا اور گھوڑے پر نہین بیٹھ سکتا تھا۔ آخر فوج کے درمیان آکر اُس کو آراستہ کیا اور اُن کے

دل بڑھانے کی ہر ایک تدبیر عمل مین لایا۔ دوپہر کے بعد لڑائی شروع ہوئی اور مبارزہ اور دست بدست لڑائی سے آغاز ہوا غالب اور عاصم اور عمر بن معدی کرب نے بڑی بہادری سے اپنے قرینون کو مارا غالب اپنے رقیب ہرمز کو جو شاہزادون مین سے تھا زندہ پکڑ لایا اور معہ اُس کے تاج کے سعد کے پیش کردیا۔ رستم نے اِس پہلی بدشگونی سے بے لطف ہوکر ہاتھیون کے بڑھانے کا حکم دیا۔ ایرانیون کا بڑا بھروسہ انھین مہیب حیوانون پر تھا جن پر جھنڈون اور ہودون سے بلندی پر بلندی چڑھائی ہوئی تھی۔ ان رواں قلعون کو دیکھ کر عرب کے گھوڑے ڈرنے اور بدکنے اور بھاگنے لگے اور لشکر مین ہل چل اور پریشانی پیدا ہوئی۔ بنی اسد نے بڑھ کر حملہ کو اپنے پر لیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا آخر سعد نے عاصم کو کہا کہ جس طرح بن پڑے اس خطرے سے نجات پانی چاہیے۔ بہادر عاصم فوراً بنی تمیم کے ہوشیار تیرانداز ون کی ایک جماعت کے ساتھ بڑھا۔ مہاوتون اور سوارون کو جن جن کو گرادیا اور بڑی بہادری سے زیر بند کاٹ کر ہودون کو گرادیا۔ ہاتھی بے مہاوتون کے بھاگے اور اِس آفت سے نجات ہوئی۔ رات کی تاریکی نے میدان کارزار پر پردہ ڈال دیا اور فوجین ہٹ کر اپنے اپنے خیمون مین آن پڑین۔

دوسرے دن صبح مقتولون اور مجروحون کی تدفین اور خبرگیری مین گذری لڑائی شروع ہونے تک دن کے کئی گھنٹے گذر چکے تھے۔ پہلے دن کی لڑائی نے مسلمانون کے دلون کو کچھ تقویت نہ دی تھی مگر اس وقت ایک امداد غیبی نے ان کے دل بڑھا دیئے۔

شام سے جنگ فحل کے بعد جو خالد کی عراق کی فوج قعقاع کے ماتحت عراق کو واپس بھیجی گئی تھی مسلمانون کے لشکر سے نظر آنے لگی۔ فوج کا بڑا حصہ تو قعقاع ہاشم کے ماتحت پیچھے چھوڑ آیا تھا کہ سہولت سے پہونچے صرف ایک ہزار فوج اُس کے ساتھ تھی جس کو اُس نے سَو سَو کے دستون مین فاصلہ سے میدان مین پہونچنے کو کہا۔ اِن دستون کے یکے بعد دیگرے اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے ہوئے آنے نے وہی کام کیا جو دس ہزار فوج کی آمد کر سکتی تھی۔ مسلمانون کے دل جس قدر بڑھتے تھے ایرانیون کے دل اُسی قدر ڈوبے جاتے تھے۔ قعقاع نے سیدھا میدان جنگ کی طرف

رخ کیا سعد اور اپنے دوستون سے ملتا ہوا دونون لشکرون کے بیچ جا کھڑا ہوا۔ ذوالحاجب جس نے واقعہ جسیر (پل) مین مسلمانون کو شکست دی تھی اور ابوعبید کو قتل کیا تھا قعقاع سے مبارزہ کے واسطے نکلا۔ قعقاع نے اپنے دشمن کو پہچان لیا اور کہا کہ آج ابوعبید اور اپنے مقتولون کا بدلہ لونگا۔ اور پہلے ہی وار مین اُس کا کام تمام کر دیا۔ ایرانی فوج کے دلیر پے در پے بڑھے اور قعقاع اور اُس کے ساتھیون کے ہاتھ سے مارے جانے لگے۔ ہاتھیون کے ساز کی مرمت نہین ہوئی تھی اور وہ اُس روز میدان مین نہین لائے گئے تھے۔ ایرانیون کے سوارون کی فوج کے پاؤن اُکھڑ گئے اور رستم بڑی مشکل سے بچا تاہم پیادہ فوج استوار رہی اور نہایت سخت لڑائی ہوئی دس ہزار ایرانیون اور دو ہزار مسلمانون کی لاشین میدان مین تھین۔ رات نے اس خونریزی کے کھیل کو بند کر دیا

تیسرے دن کی صبح کا پہلا اندوہناک کام مجروحون کو عورتون کی خبرگیری مین سپرد کرنا اور مقتولون کو میدان سے اُٹھانا تھا۔ ایرانیون کی فوج کے دل اپنے اُن مردون سے جو میدان جنگ مین پڑے ہوے تھے اور اُن کے اُٹھانے اور دفن کرنے کی کسی کو فکر نہ تھی کچھ اچھے نہ تھے لڑائی شروع ہونے کو تھی کہ شام کی بقیہ فوج ہاشم کے ماتحت آن پہونچی۔ اور میدان سے گذرتی ہوئی سیدھی دشمن کی صفون کو چیر کر دریا کے کنارے تک پہونچ گئی اور مسلمانون کے خوشی کے نعرون کے ساتھ واپس آئی۔ یزدجرد نے جس کے پاس ہر ساعت کی خبرین پہونچ رہی تھین اپنی محافظ فوج بھی فوج ایران کی مدد کے واسطے بھیج دی۔ ہاتھی مسلمانون کو اپنی کوششون کی طرف سے پھر مایوس کرنے لگے تھے۔ سعد نے قعقاع کی طرف اشارہ کیا جو اپنی شجاعت اور دلیری مین ایسا نام پا چکا تھا کہ گویا فتح اُسی کے نام ہونے والی تھی۔ صرف مبارزے مین تیس بہادر ایرانیون کو قتل کر چکا تھا پس قعقاع اور عاصم اور ایک جماعت دلیر مسلمانون کی اس خطرناک کام کے واسطے بڑھے قعقاع نے بڑے سفید ہاتھی کو ایک آنکھ مین بڑھ کر نیزہ مارا اور بیتاب کر دیا۔ قعقاع کو اُسنے سونڈ سے اُٹھا کر پرے پھینک دیا۔ ایک دوسرا بڑا ہاتھی بھی اندھا کر دیا گیا۔ دونون ہاتھی لشکر کے

درمیان مین چیخین مار کر دوڑنے لگے آخر ایرانیون کی فوج کی صفین چیرتے ہوئے نکل گئے اور باقی تمام ہاتھی بھی اُن کے پیچھے بھاگ گئے۔ تھوڑی دیر تک تو فوجین اِس تماشہ کو دیکھتی رہین مگر پھر لڑائی شروع ہوگئی اور تاریکی ہوجانے تک رہی۔

اندھیرا ہوجانے پر لڑائی بند ہوگئی۔ سعد نے عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ کو اپنی فوج کی پشت کی حفاظت کرنے کے واسطے بھیج دیا۔ ایک ساعت کی ساعت لشکرون نے آرام لیا تھا کہ بعض عرب اپنے اپنے قبائل کے نام ونسب کو ایرانیون کو ڈرانے کے واسطے پکارنے لگ گئے۔ اِس حرکت نے جس کی پہلے سعد کو خبر نہ تھی دونون فوجون مین لڑائی شروع کرادی۔ سعد کو تمام رات سوا سے شور وغل کی آواز کے اور کچھ سنائی نہ دیا اور رات بھر دعا مانگنے مین مصروف رہا۔ صبح کے آفتاب نے بھی دونون فوجون کو برابر کی لڑائی مین مصروف دیکھا قعقاع پھر اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ ایک سخت حملہ دشمن کا کام تمام کردیگا جیت اُن کی ہوتی ہے جو آخر تک ثابت قدم رہین۔ چوبیس گھنٹون مین سپاہیون نے آنکھ نہین جھپکی تھی اور اب مسلمان گویا تازہ دم حملہ کرنے کے واسطے اُٹھے۔ اِس حملہ نے ایرانیون مین مقابلہ کے تاب نہ چھوڑی فوج کے دونون بازوون کے پانوٗن اکھڑنے لگے۔ ایک سخت حملہ نے اُن کے مرکز کو بھی ہلادیا اور سپاہی بھی بھاگے۔

رستم کے تخت کا سامنا کھل گیا اور بے پناہ ہوگیا۔ ایک تند گرم ہوا نے اُس کے چھتر کو اُڑا کر دریا مین پھینک دیا۔ رستم بھاگا اور ایک لدے ہوئے اونٹ یا خچر کے نیچے پناہ لی۔ ہلال بن علقمہ ایک مسلمان نے اُس کا تنگ کاٹ دیا اور اُس کا بوجھ اُس کی کمر پر گر گیا۔ نیچے سے کھسک کر نکلا اور دریا مین غرق ہونے کے ارادے سے کود پڑا۔ مگر ہلال نے دیکھ لیا اور پیچھے کود کر اُس کو کھینچ کر نکال لایا اور اُس کا سر کاٹ کر اُس کے تخت پر کھڑے ہوکر اعلان کردیا۔ فوج کی بچی سہی ہمت بھی ٹوٹ گئی اور دیوانہ وار بھاگنے لگے ہرمزان اور فیروزان اپنی اپنی فوج کے دستون کو مسلمانون کے پہونچنے سے پہلے دریا سے عبور کرادیا۔ جالینوس کی فوج کا تھوڑا حصہ گذرنے پایا تھا کہ پل کا بند ایرانیون کی اُس پار کی فوج نے شاید تعاقب سے بچنے کے واسطے کاٹ دیا

جالینوس نے فوج کو اکٹھا کر کے مقابلہ کرنے کی بفائدہ کوشش کی اور خود بھی مارا گیا۔ تمام میدان مقتولون کی لاشون سے بھر گیا لاکھ سے کم آدمی قتل نہین ہوے تھے پہلے دو دنون مین اڑھائی ہزار مسلمان قتل ہوئے تھے اور تیسرے دن اور رات مین چھ ہزار مقتول شمار مین آئے ایرانیون کے نقصان جان اور مال کا حساب کرنا بے فائدہ ہے۔ قادسیہ کی شکست نے اُن کی تمام سلطنت کی قسمت کا فیصلہ کر دیا تھا اور وہ مسلمانون کی تھی۔ اس عظیم جنگ کے پہلے تین دن ارمات غواث اور عماس کے نام سے اور آخری رات حریر کے نام سے بعض خاص مناسبتون کے لحاظ سے موسوم کیئے گئے ہین۔

سنہ ۱۴ ہجری کے رمضان مہینہ مین جنگ ہوا۔ حضرت عمرؓ نے جس طرح یہ اس عظیم اور بے نظیر فتح کی خبر کو سنا وہ بھی ایک دلچسپ واقعہ ہے جس قدر زمانہ اس لڑائی کی تیاری اور جنگ مین صرف ہوا وہ اپنی نظیر آپ ہی تھا تمام ملک بڑی تشویش اور شوق سے اُس کا نتیجہ معلوم کرنے کا منتظر تھا حضرت عمرؓ ہر صبح مدینہ سے باہر آ کر اس خیال سے کہ کوئی قاصد خبر لے کر آ جائے پیم رہا کرتے تھے۔ آخرکار ایک صبح کو ایک قاصد آتا ہوا نظر آیا اور حضرت عمرؓ کے سوال پر اُس نے جواب دیا کہ "خدا نے مسلمانون کو فتح اور ایرانیون کو شکست نصیب کی ہے" حضرت عمرؓ بلا شناخت اُس کے ساتھ ساتھ شہر کو چلتے گئے اور تمام کیفیت لڑائی کی پوچھ لی مدینہ مین جب داخل ہوئے تو لوگ حضرت عمرؓ کے گرد جن کے ساتھ قاصد سوار چلا آرہا تھا مبارکباد دینے کے واسطے جمع ہو گئے۔ تب قاصد نے پہچانا اور نادم ہو کر کہنے لگا کہ "یا امیر المومنین آپ نے پہلے مجھے کیون نہ معلوم ہونے دیا" حضرت عمرؓ کا مختصر اور سادہ جواب یہ تھا کہ "بھائی یہی بہتر ہے"! یہ متانت اور سنجیدگی اور وقار اور تحمل اور فراخ حوصلگی اور دنیا سے استغنا اور بے پروائی تھی اُس شخص کی جس کے سامنے بقول سر ولیم میور کے "اُس وقت قیصر اور کسریٰ کی بھی کوئی حقیقت نہین تھی"۔

سعد کچھ زمانہ تک حضرت عمرؓ کے حکم کے موافق قادسیہ مین ٹھہرا رہا جب بالکل تندرست

ہو گیا تو آخر ۱۴ھ میں تیسری دفعہ حیرا پر قبضہ کرنے کے واسطے بڑھا۔ ایران کی فوج مقابلہ کرتی اور شکستیں کھاتی ہوئی پیچھے ہٹتی جاتی تھی ہاشم نے اُن کو پے در پے شکستیں دے کر فرات سے دجلہ تک کا میدان صاف کر دیا۔ در اصل قادسیہ کی فتح نے مدائن کا راستہ صاف کر دیا تھا یہ عظیم الشان شہر جو صدیوں سے ایران کا دار السلطنت تھا دریائے دجلہ کے دونوں کناروں پر بغداد کی آبادی سے پندرہ میل نیچے پر واقعہ تھا۔ دائیں جانب کا شہر سکندر اعظم اور اُس کے جانشینوں کا پایہ تخت رہ چکا تھا اور مقابل کا شہر کسرائے ایران کا موسم سرما بسر کرنے کا مقام تھا یہاں ایران کی یادگاروں کا مدفن شان اور شوکت میں بابل سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ مسلمان مدائن کی طرف بڑھے مگر ملکہ پوران کی رگوں میں ایک دفعہ پھر خون نے جوش مارا اور اپنی تمام قوت کو جمع کر کے مسلمانوں کے مقابلہ میں لے آئی مگر ہاشم نے ایسی فاش شکست دی کہ نقصان اُٹھا کر بھاگنے کے سوا کچھ چارہ نہ دیکھا۔ اور مسلمانوں کا لشکر مغربی مدائن کی دیواروں تک پہونچ گیا۔ کئی مہینوں تک محاصرہ رہا اور ایرانی آخری دفعہ مبارزہ کے واسطے اور مقابلہ کرنے کو نکالے گئے۔ مگر محاصرہ ایسی سختی سے کیا گیا کہ آخر یزدجرد نے مسلمانوں کے پاس ایک قاصد بھیجا اور کہا کہ دجلہ کے مشرق کے ملک کو اگر نہ چھیڑا جائے تو تمام مغربی جانب کا ملک رضامندی سے دیدیتا ہوں مگر یہ منظور نہ کیا گیا۔ ایرانی اس عرصہ میں مغربی شہر کو خالی کر کے مشرقی حصہ میں چلے گئے اور مسلمان بلا مزاحمت مغربی حصہ میں داخل ہو گئے۔ مغربی اور مشرقی حصہ کے درمیان میں دریا واقعہ تھا اور کشتیاں وغیرہ سب ایرانیوں کے قبضہ میں دریا کے اُس طرف تھیں کچھ عرصہ انتظار کر کے اور دریا کا ایک مقام سے پایاب ہونا معلوم کر کے اگرچہ دریا طغیانی پر تھا سعد نے پار اُترنے کا خطرناک ارادہ کیا۔ اپنی فوج کے چند حصہ کر کے پہلے حصہ کو عاصم کے ماتحت دریا میں گھوڑے ڈالدینے کو کہا۔ ایرانی سامنے سے حملہ کرنے کے واسطے آئے مگر عاصم کی بہادری نے ایسی نازک حالت میں بھی اُن کے مونہہ پھیر دیئے پہلے دستہ کا سلامت اُس کنارے پر پہونچنا تھا کہ سعد باقی لشکر کے ساتھ دریا میں کود پڑا اور اُس کنارے پر پہونچ گیا۔ ایرانی بدحواس ہو کر بھاگے۔ یزدجرد پہلے ہی سے حلوان کی طرف خزانہ

اور اسباب جو لے جاسکا لے کر بھاگ گیا تھا۔ اب مدائن کے مالک مسلمان تھے۔ ۱۶ سنہ ہجری کا صفر مہینہ تھا وہ ایوان اور وہ محل وہ عالیشان مکانات وہ کوشکین اور باغات وہ خزائن اور عیش و عشرت کے بے حد و پایان اسباب نہرین اور چشمہ دیکھ کر سعد کو خداوند تعالی کا فرمان یاد آیا۔

کم ترکو من جنت وعیون ۔ وزروع ومقام کریم ۔ ونعمت کانو فیہا فکہین ۔ کذلک ۔ واورثنہا قوما اخرین ۔ فما بکت علیہم السماء والارض وما کانو منظرین ۔

ترجمہ ۔ کتنے چھوڑ گئے باغ اور چشمہ اور کھیتیان اور گھر خاصے اور آرام جس مین تھے باتین بناتے اسی طرح اور وہ سب ہاتھ مین ڈالا ہم نے ایک اور قوم کے اور پھر نہ رویا ان پر آسمان اور زمین اور نہ ملی ڈھیل اُن کو ۔

غنیمت جو مدائن مین جمع کی گئی وہ حد اور اندازے سے باہر تھی اور عدد و شمار مین نہین آسکتی تھی ۔ خزانے زر و جواہرات ۔ سونے اور چاندی کے ذخیرہ ۔ جامہ اور سلاح اور فرش ۔ قعقاع نے ایک اونٹ یا خچر پکڑی تھی جس پر کسریٰ کا تاج اور زرہ اور جوشن اور خود اور ساعدین اور ساقین زرین جواہرنگار اور پیراہن مروارید سے بنا ہوا جن مین دو مروارید کے بعد ایک پارہ یاقوت سرخ کا تھا اور جامہ ہائے زربفت حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کی تلوارین اور نو اور مرصع تلوارین دنیا کے مشہور شاہنشاہون کی تھین ۔ غرض اس بیشمار خزانہ کا شمار اس طرح بھی پورا نہ ہوسکا کہ ایک سونے کا پورے قد کا گھوڑا جس کی آنکھون اور دانتون کی جگہ جواہرات لگے تھے اور چاندی کا اونٹ ملا عطر ۔ صندل ۔ عنبر ۔ مشک ۔ اور کافور کے خم اور انبار ملے ایک فرش سر بسر مرصع تین سو گز لمبا اور ساٹھ گز چوڑا جس کو دستانی کہتے تھے ملا جس پر زمرد اور یاقوت اور جواہرات سے باغ اور روشین بنی ہوئی تھین ۔ یہ فرش اور تمام خوشبوئین اور خمس غنیمت کا حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا گیا اور باقی لشکر مین تقسیم کیا گیا جو ایک بڑا مشکل کام تھا ساٹھ ہزار سوارون مین سے ہر ایک کو بارہ ہزار درہم حصہ مین آئے حضرت عمرؓ نے غنیمت کو تقسیم کرنے کے بعد فرش شاہی کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے بانٹا حضرت علیؑ کے حصہ کے ٹکڑے کی

قیمت بیس ہزار درہم تھی۔ یاد رہے کہ ممکن اختصار کے ساتھ ہم یہ حالات لکھتے ہین۔

سعد نے مدائن کو اپنا صدر مقام بنایا۔ محلات اور مکانات مسلمانون مین تقسیم کر دئیے شاہی محل مین خود ٹھہرا اور ایوان شاہی کو مسجد قرار دیا جس عالیشان مکان مین کہ عراق مین سب سے پہلی نماز جمعہ پڑھی گئی۔ مسلمانون کی فوج نے بہت عرصہ آرام نہ کیا تھا کہ ایرانیون نے ایک نئی کوشش فوج کے جمع کرنے کی کی اور جلولے کے قلعہ مین اکٹھے ہوے۔ سعد نے یہ سن کر حضرت عمرؓ سے اجازت لے کر ہاشم اور قعقاع کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا عرصہ تک قلعہ کا محاصرہ رہا کیونکہ حلوان سے تازہ کمکون سے قلعہ مظبوط ہوتا جاتا تھا۔ آخر ایک طوفانی دن کو قعقاع نے خطرناک دلیری کرکے لوٹتی ہوئی فوج کے ساتھ بڑھ کر ایک دروازہ پر قبضہ کر لیا لڑائی سخت ہوئی چنانچہ روایت کرتے ہین کہ ایرانی ایک لاکھ لاشین چھوڑ گئے۔ یزدجرد کو اب حلوان مین ٹھہرنے کی تاب نہ تھی شکستہ فوج کے بقیہ کے ساتھ اپنے شمالی دارالخلافہ رے کو بھاگا اور قعقاع نے حلوان کی فوج کو شکست دے کر اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ سعد کا ارادہ رے کی طرف بڑھنے کا تھا مگر حضرت عمرؓ نے احتیاطاً اسی وقت بڑھنے سے منع کیا۔ مشرقی ایران اور عراق کے درمیان جو پہاڑ تھا اس کو فی الحال اپنی فتوحات کی حد قرار دینے اور اسی طرف رہنے کی ہدایت کی۔

اب مسلمانون کا کام عراق عرب پر کما حقہ اپنا تسلط بٹھانے اور مفتوحہ حدود کے اندر رعایا کو مطیع فرمان کرنے اور اسی قسم کا تھا مگر ان حدود مین جو خلل انداز ہو اس سے جنگ کرنا لازمی تھا۔ ہرمزان کا ایک بیٹا فوج لے کر حلوان کے جنوب کی طرف ماسندان تک بڑھ آیا۔ مگر شکست کھا کر مارا گیا اور ماسندان اور شروان فتح ہو گیا۔ جزیرۂ عراق اور شام کا درمیانی صوبہ اہل شام اور عیسائی عرب اقوام کو بغاوت کے واسطے جمع ہونے کو جگہ دے رہا تھا۔ اور انطاق حاکم صوبہ اپنی قوت بڑھا رہا تھا۔ سعد نے حضرت عمرؓ سے یہ کیفیت عرض کی۔ انھون نے عبداللہ بن المعتمر کے ماتحت فوج بھیج دینے کا حکم دیا۔ قلعہ تکریب مین جو مداین سے سو میل اوپر دریا کے کنارے پر ایک شہر تھا انطاق معہ مددگار اقوام کے پڑا ہوا تھا مسلمانون کی فوج پہونچنے پر محصور ہو گیا۔ مسلمانون نے چالیس روز تک

محاصرہ رکھا عرب اقوام نے مسلمانون سے صلح کرلی اور باقی فوج نے لڑائی مین شکست کھائی نطاق کے مارے جانے سے موصل بھی فتح ہو گیا۔ اور سعد نے حضرت عمرؓ کے حکم سے ہت اور کرکیسیکو بھی فتح کرلیا تھا۔ گویا جزیرہ کے دونون دریاؤن کے بیچ کے جنوبی حصہ پر قبضہ ہوگیا۔

حضرت عمرؓ کو اس وقت غور کرنے سے معلوم ہوا کہ عراق پر مسلمانون کا تسلط محفوظ اور مضبوط نہین ہو سکتا جب تک کہ خلیج فارس کے سرے سے اس کے مشرقی کوہستانی علاقہ تک ملک فتح نہ ہو جائے پس سعد کی رائے سے عتبہ بحرین کی فوج کے ساتھ معہ عرفجہ کے ابلہ کی طرف بڑھنے کے واسطے بھیجا گیا۔ یہ تجارتی شہر شکست کھا کر مفتوح ہوگیا۔ تب ایرانیون نے دریا کے مشرقی کنارے پر لشکر جمع کیا اور متعدد لڑائیون کے بعد اس کے منتشر کرنے مین کامیابی ہوئی جن مین سے ایک لڑائی مین مسلمان عورتون کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ انھون نے ایک نازک وقت مین عجیب طرح سے اپنی فوج کی مدد کی کہ اپنے دوپٹون کے جھنڈے بنا کر میدان جنگ مین جا پہنچین جس کو دشمن نے مسلمانون کی ایک تازہ فوج کی آمد سمجھا اور دل چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ آخر ایک سخت لڑائی مین مسلمانون کو قطعی فتح حاصل ہوئی تھی اور عراق پر مسلمانون کا تسلط ہوگیا تھا۔ تاریخون کے اعتبار سے یہ واقعات آگے پیچھے لکھے گئے ہین مثلاً جلولہ کی فتح ماہ ذی قعدہ ۱۶ سنہ ہجری مین ہوئی۔ مسندان موسم گرما ۱۶ سنہ ہجری مین فتح ہوا۔ ہیت اور کرکیسیا ۱۵ سنہ ھ مین اور یہ شانۃ العرب کا صوبہ ۱۷ سنہ ہجری مین فتح ہوا۔

درحقیقت فتح مدائن کے بعد فوج کشی کو حضرت عمرؓ نے روک دیا تھا اور عرصہ تک اپنی حدود سے باہر مسلمانون کے ہتھیار نہین گئے تھے جنوبی عراق کے مشرق مین ایران کا جنوبی مغربی صوبہ اہواز واقع تھا۔ علاء بن الحضرمی جو آنحضرت صلعم کے زمانہ سے بحرین کا خود مختار حاکم تھا اس نے سعد کی نامور کے رشک سے حضرت عمرؓ کی بلا اجازت مشرق کی طرف چھیڑ چھاڑ شروع کردی اور اصطخر پر بڑھا اور نادانی سے شکست کھا کر دشمن کے درمیان مین گھر گیا۔ حضرت عمرؓ اس حال کو معلوم کرکے علاء سے ناراض ہوئے مگر اس کی مدد کرنی ضروری تھی۔ عتبہ کے نام حکم ہوا جو بارہ ہزار

فوج کے ساتھ بصرہ (بصرہ اور کوفہ اس وقت آباد ہو چکے تھے) سے روانہ ہوا اور بڑی مشکل سے علار کی فوج کے ساتھ مل کر دشمن کو شکست دے کر ہٹا دیا اور بصرے کو لوٹ آیا۔ عتبہ کی فوج نے اگرچہ بہت شہرت حاصل کر لی تھی اور حضرت عمرؓ نے اس کو تحسین اور آفرین کی تھی مگر علار کی شکست نے ایرانیون کو پھر حوصلہ دلایا اور ہرمزان جو اہواز کا حاکم ایران کے شاہی خاندان مین سے ایک مشہور بہادر شخص تھا اور جنگ قادسیہ وغیرہ مین فوج ایران کا افسر تھا مسلمانون کی حدود مین بڑھ کر مقامات پر حملہ کرنے لگ گیا۔ ان حملون کے روکنے کے واسطے مسلمانون کو فوج کشی کرنی پڑی ہرمزان نے پہلی شکست کھا کر ۱۸ھ مین اہواز مسلمانون کے حوالہ کر دیا۔ دوسری شکست ۱۹ھ میں کھائی اور اس پر بھی ۱۹ھ مین مسلمانون کا قبضہ ہو گیا۔ اور ہرمزان نے تنگ ہو کر اپنے آپ کو مسلمانون کے حوالہ کر دیا کہ اس کو حضرت عمرؓ کے پاس اس کی نسبت فیصلہ کرنے کے واسطے بھیج دیا جائے پس اس کو بند مین اپنے مفسدون کا جواب دینے کے واسطے حضرت عمرؓ کے پاس مدینہ بھیج دیا گیا مسلمانون کی فوج نے اس کے بعد سوس کو جو ایک نہایت قدیم اور مضبوط شاہی شہر تھا اور جس مین حضرت دانیال کی قبر تھی ایک عرصہ کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا اور اس کے قرب وجوار کا علاقہ بھی فتح ہو گیا۔ ان فتوحات کی تاریخون مین اختلاف ہے روایتین ۱۸ھ ۱۹ھ بلکہ ۲۰ھ بھی بیان کرتی ہین ۔

شام مین بغاوت

حضرت عمرؓ کے چھٹے سال خلافت ۱۸ھ مین شمالی شام مین جزیرے کے عیسائیون کی باغیانہ ترغیبون سے ایک آخری اور نہایت سخت کوشش مسلمانون کے غاشیہ اطاعت کو اپنے کندھون سے پھینک دینے کی کی گئی۔ مسلمانون کا اگرچہ بلاد مفتوحہ کی حدود کے اندر مضبوطی سے تسلط ہو چکا تھا۔ مگر سمندر کی طرف مغربی بندرگاہ اور صحرائے شام کے مشرقی کنارے کی قومین پوری طور پر مطیع نہ ہوئی تھین جزیرے کے بھی گو بہت سے قلعۂ سعد کے آگے سر جھکا چکے تھے لیکن اعراب کی خانہ بدوش اور آوارہ گرد قومین اپنے آپ کو کسی کا مطیع نہ سمجھتی تھین۔ اور اکثر

عیسائی اقوام درمیان مین ایسی پڑی تھین جو مدد کے واسطے ایران اور اہل روما کی طرف تک رہی تھین یونانیون کی بحری قوت بھی اس وقت تک محفوظ تھی قیساریہ کھلم کھلا اون کی مدد کے واسطے آمادہ تھا۔ غرض اہل جزیرہ اور دوسرے عناصر بغاوت نے قیصر سے مدد چاہی اور اوسنے سمندر کے راستہ سے مدد بھیجنے کا وعدہ کیا پس باغی اقوام نے بے شمار تعداد مین جمع ہوکر حمص کو گھیر لیا جس سبب سے اس واقعہ کو واقعہ حمص الاخری کہتے ہین۔ اور قیصر نے بندر سکندریہ سے انطاکیہ پر فوج بھیجی ابو عبیدہ حمص مین حاکم تھے حضرت عمرؓ کو اس مفسدہ کی جو درحقیقت مسلمانون کی حکومت کو ایک اندیشہ ناک دھمکی دے رہا تھا اطلاع دی۔ خالد کو قنسرین سے بلا لیا یزید بن ابی سفیان کو دمشق سے اور معاویہ کو قیساریہ سے طلب کیا۔ مگر دشمن کی جمعیت اتنی زیادہ اور مضبوط تھی کہ اس قلیل فوج پر اعتماد نہین ہوسکتا تھا اور مدینہ سے مدد آنے کا انتظار کرنا پڑا۔ حضرت عمرؓ نے سعد کو حکم دیا کہ قعقاع کو ایک مضبوط اور بڑی فوج کے ساتھ فوراً حمص کی مدد کے واسطے بھیج دے اور رقہ اور رہا اور نصیبین پر بھی فوجین بھیج کر مفسدون کی طاقت کو تقسیم کرنے کی کوشش کرے اسی اثنا مین یونانیون کی فوج انطاکیہ مین پہونچ گئی تھی۔ انطاکیہ نے اس فوج پر اپنے دروازے کھول دئے اور مسلمانون سے باغی ہوگیا۔ قنسرین اور حلب بھی بغاوت پر پورے آمادہ ہوگئے غرض بغاوت اور مخالفت کا ابر گہرا ہوکر چھا گیا اور تردد اور اندیشہ بڑھ گیا ابو عبیدہ نے اپنے اصحاب سے مشورہ لیا۔ بیدھڑک اور نڈر خالد کی اکیلی راے جنگ کرنے کی تھی مگر باقی سب مدد آنے تک حمص مین انتظار کرنے کی صلاح دیتے تھے۔ ابو عبیدہ کی محتاط طبیعت نے اسی کو ترجیح دی اور حمص مین محصور رہنا پسند کیا حضرت عمرؓ نے بھی یہی حکم دیا مگر اون کو اس بغاوت سے اس قدر اندیشہ ہوا کہ خود مدینہ چھوڑ کر فوج کے ساتھ شام کو روانہ ہوے جہان وہ خود میدان مین پہونچنا چاہتے تھے اور جابیہ تک پہونچ ہی گئے اسی اثنا مین سعد نے جو حضرت عمرؓ کے حکم سے بلاد موصل کے شہرون پر چڑھائی کردی تھی اس سے اعراب اور عیسائیون کو اپنے گھرون کا نہایت خطرہ ہوا اور شام مین یونانیون کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ ابو عبیدہ اس موقعہ کو

غنیمت سمجھ کر قلعہ سے نکل کھڑے ہوے اور قعقاع کے پہونچنے سے پہلے ہی دشمن کو شکست فاش دے کر منتشر کر دیا حضرت عمرؓ یہ خبر سن کر خوش ہوئے اور جابیہ سے مدینہ کو پھر آئے یعد کی ہمت اور تیز دستی پر بھی آفرین کی۔

قیصر کی یہ سب سے آخری کوشش تھی کہ مسلمانون کو شام سے نکال دے مگر مستحقین سے اُن کا مقسوم حق کون چھین سکتا ہے۔ نتیجہ اس بغاوت کا یہ ہوا کہ مسلمان چوکنے ہو گئے اور جزیرہ تمام تر اس کی انتہائی حدود تک فتح ہو گیا۔ ایشیائی کوچک مین بھی عیادہ کے سپہ سالارانہ ہاتھون نے فتوحات کو مکمل کر دیا تمام چھوٹے بڑے شہر فتح ہو گئے اور آرمینیا تک مسلمانون کا تسلط ہو گیا۔ عمرو بن العاص نے معاویہ کی مدد سے آخر کئی سال کے محاصرہ کے بعد قیساریہ کی فتح کو مکمل کر کے شام کو مسلمانون کے قبضہ مین ایسا محفوظ کر دیا کہ اب کوئی اندیشہ کسی قسم کا نہ رہا۔

فتح مصر

وبا اور قحط کے سال نے تو گویا مسلمانون کے ہتھیار کند کر دیے تھے۔ جب اس بلا سے نجات ملی تو مشرق کی طرف ایران مین اور مغرب مین مصر کی جانب مسلمانون کے قدم بڑھنے لگے۔ عمرو بن العاص قیساریہ کی فتح کے بعد فلسطین مین جس مین وہ پورا تسلط جما چکا تھا بیکاری کے سبب سے شیر کی طرح پنجرہ مین بے قرار تھا اور اپنے چارون طرف فتوحات کے نئے میدان کے واسطے دیکھ رہا تھا حضرت عمرؓ سے پچھلے سفر شام مین (جس کا ذکر آیندہ ہوگا) مفرور بطریق فلسطین ارطفون کا تعاقب کرنے وغیرہ کے بہانہ سے مصر کی طرف قدم بڑھانے کی اجازت چاہی تھی جس کو حضرت عمر نے اُس وقت گو پختہ طور سے نہین مگر منظور کر لیا تھا۔

مصر اہل روما کے زیر حکومت سب سے بڑا سرسبز اور زرخیز ملک تھا اور قسطنطنیہ کی گویا وہی پرورش کرتا تھا۔ سکندریہ مصر کا دار الخلافہ اہل روما کی سلطنت مین دوسرے درجہ کا شہر تھا مصری باشندون کے علاوہ اُس مین اہل روما اور یونانیون اور اہل عرب اور قبطیون اور عیسائیون اور یہودیون کی آبادی اور بہت آمد و رفت تھی۔ شہر کی شان و شوکت جب سے وہ آباد ہوا ہے

کبھی کم نہین ہوئی۔ جہازون کا گویا ایک جنگل اُس کے بندرگاہ پر موجود رہتا تھا جو اوس کی روز افزون تجارت کا ثبوت تھا اور گو اہل روما کی سلطنت کا ایک حصہ تھا مگر اُن کی حکومت کو بار سمجھنے لگا تھا۔

عمرو بن العاص ۱۹ سنہ یا ۲۰ سنہ ہجری مین[۱] (جس کی ٹھیک تاریخ معین نہین کی جا سکتی) حضرت عمرؓ کی متردد اجازت لے کر فلسطین سے مصر کو روانہ ہوا اُس کی ساری فوج اُس وقت چار ہزار سے زیادہ نہ تھی حضرت عمرؓ کا ارادہ اس وقت تسخیر مصر کا پہلے ہی مستحکم نہ تھا اور اس قلت فوج سے زیادہ متردد ہو کر عمرو بن العاص کو واپس آجانے کا حکم بھیجا مگر اُس نے زیادہ بڑھ جانے کا بہانہ پاکر اپنے اِس دل خواہ ارادہ سے باز آنا پسند نہ کیا حضرت عمرؓ نے اس صورت مین قلت فوج کے اندیشہ کی طرف سے مطمئن ہونے کے واسطے زبیر بن العوام کو اور فوج دے کر پیچھے سے بھیج دیا جس سے عمرو بن العاص کی فوج مضبوط ہو گئی اور بعض نامور اور جنگ آور بہادر بھی فوج مین شامل ہو گئے۔

عمرو بن العاص مصر مین اریش سے داخل ہوا اور قرما کے قلعہ کو فتح کر کے بائین طرف رُخ کیا اور صحرا کو گذر کر دریاے نیل کی سب سے مشرقی شاخ پر پہونچ گیا اور اوسی کے ساتھ ساتھ شمالی مصر کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ مین اُس نے کئی لشکرون کو جو اُس کو روکنے کے واسطے بڑھے تھے شکست دی جن مین سے ایک لشکر کا سردار ارطفول مفرور بطریق فلسطین تھا جو شکست کھا کر مارا گیا مصر کے اِس بالائی حصہ کا حاکم مقوقس قبطی تھا عمر بن العاص زبیر کی فوج کے ساتھ جواَب اُس کے پاس پہونچ گئی تھی شہر مصر (ممفس قاہرہ کے قریب ایک بڑا شہر تھا) کے نزدیک پہونچ گیا۔ جابلیق جو وہان کا حاکم تھا اُس نے اِسلامی پیغام کا جواب دینے کے واسطے تین

---

[۱] تاریخون مین اتنا اختلاف ہے کہ ۱۶ سنہ ہجری سے لے کر ۲۵ سنہ ہجری تک کے مختلف سال بیان کیے جاتے ہین قریب تاریخ رکھنے کا خیال قحط کے سال مین عمرو بن العاص کا مصر سے غلہ سے مدد دینے کا ہے اور دور رکھنے کا ۲۵ سنہ ہجری مین یونانیون کے سکندریہ کو چھڑانے کی کوشش کا ہے مگر ہم ۱۹ سنہ یا ۲۰ سنہ کو معتبر سمجھتے ہین۔ مؤلف۔

روز کی مہلت حاصل کی جس کے گذر جانے پر ایک سخت لڑائی ہوئی قبطیون کی فوج نے مسلمانون کو اپنی قوت کا قایل کر دیا تھا مگر آخر شکست کھا کر حصار شہر مین محصور ہو گئے اور خوب جان گئے کہ جنھون نے قیصر اور کسری کو اپنے ملکون اور سلطنتون سے بے دخل کر دیا ہے اُن کا مقابلہ کرنا ہمارا کام نہین ہے۔ شہر پر ایک سخت حملہ کیا گیا جسمین زبیر نے حیرت انگیز شجاعت سے دیوار پر زینہ لگا کر فوج شہر مین پہونچا دی تھی۔ مگر اسی اثنا مین مقوقس کے قاصد صلح کی درخواست لے کر پہونچ گئے اور شرائط صلح طے ہو جانے پر شہر چھوڑ دیا گیا۔ یونانیون اور اہل نیوبیا نے بھی ایسی ہی شرائط سے صلح خرید لی۔ گو یونانی اپنی مفتوحہ اقوام کے ساتھ ہمرتبہ ہو کر رہنے کو ناپسند کر کے ساحل سمندر کی طرف بھاگ گئے۔

عمرو بن العاص نے اب سکندریہ کی طرف بڑھنے کی جلدی کی تاکہ سکندریہ کو کمک پہونچنے سے پہلے وہان پہونچ جاے۔ اور رستہ مین کئی لشکرون کو جو اُس کا راستہ روکنے کے واسطے بڑھے تھے شکست دے کر بھگا دیا اور شہر کی دیوارون کے نیچے جا کھڑا ہوا۔

شہر بہت مظبوط تھا اور سمندر کی طرف سے کمک حاصل کر سکتا تھا مگر محاصرہ نے بہت طول کھینچا کیونکہ ہرقل قیصر روم ۲۰ھ (فروری ۶۴۱ء) مین مر گیا۔ اور شہر کا ایک حصہ حملہ کر کے فتح ہو چکا تھا مقوقس نے کمک سے نا امید ہو کر اور مقابلہ کی تاب نہ دیکھ کر پہلی قسم کی جزیہ دینے کی شرائط پر حضرت عمرؓ کی منظوری سے صلح کر لی اور امن و امان قائم ہو گیا —

مگر عمرو بن العاص کی بے چین اور جنگجو طبیعت نے اُسے آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور مغرب کی طرف اپنی فتوحات کو بڑھاتا ہوا چلا گیا۔ یہان تک کہ بارقا کو فتح کر کے طرابلس تک پہونچ گیا —

تسخیر ایران

ہرمزان جب قید ہو کر مدینہ پہونچا اور مسلمان ہو کر مسلمانون کا وظیفہ خوار بن کر مدینہ مین رہ گیا اُس نے اور نیز اور لوگون نے ایران کی بغاوتون اور چھیڑ چھاڑ کا سبب حضرت عمرؓ کے ذہن مین

یہ امر سمجھا دیا کہ جب تک شاہ ایران اور اُس کی قوت اور ملک باقی ہے مسلمانون کو اپنی حدود مین چین سے نہ بیٹھنے دیگا۔ اور اسی زمانہ مین ایرانیون کی نئی مخالفت اور مسلمانون پر حملہ کرنے کی تیاری نے اِس رائے کو پایۂ ثبوت تک پہونچا دیا حضرت عمرؓ اب مجبور ہو گئے کہ صرف ایرانیون کی مدافعت ہی پر کفایت نہ کرین بلکہ اپنے پہلے خیال کے خلاف فتوحات کو بڑھا کر ایران کو مسخر کر کے آیندہ حملون کے لائق نہ چھوڑا جاے۔

یزدجرد نے اس وقت کسی معمولی حملہ کی تیاری نہین کی تھی اُس کو مسلمانون کے ایک عرصہ تک جنبش اور آگے بڑھنے کے ارادے سے کوئی حرکت نہ کرنے سے خیال ہو گیا تھا کہ قادسیہ اور مداین کی فتح کو غنیمت سمجھ کر اُس پر کفایت کر بیٹھے ہین اور بڑے اطمینان کے ساتھ ایک بڑے خیال کے پورا کرنے مین مصروف تھا۔ درحقیقت اُس کو ایک عمدہ موقع اور اپنی حالت درست کر لینے کے واسطے فراغت مل گئی تھی۔ لیکن اصطخر وغیرہ کے مغلوب ہو جانے سے چھڑ گیا اور اُس کو اپنے ارادے مین جلدی کرنی پڑی۔ اُس نے ایک بڑی سے بڑی کوشش حملہ آورون کو ملک بدر کرنے کے واسطے شروع کی تھی۔ اور صوبہ دارون اور سردارون سے ہر ایک جگہ سے فوج جمع کر رہا تھا اور اپنی سلطنت کی انتہائی حدود تک ہر ایک شہر اور قریہ سے فوج اکٹھی کر لی جو بے شمار تعداد مین کوہ دماوند کے نیچے میدان مین جمع ہوئی۔ اور ایک لاکھ پچاس ہزار تعداد مین فیروزان کے زیر حکم مسلمانون کے مفتوحہ حدود کی طرف بڑھی۔ اِس فوج کشی کی خبرین بجلی کی طرح کوفہ مین پہونچین اور سعد نے اس اُٹھتے ہوے طوفان کے سوانح حضرت عمرؓ کے گوش گذار کیے۔ خبرین ایسی وحشتناک بن بن کر پہونچ رہی تھین کہ معاملہ کے نازک ہو جانے مین کوئی شبہہ نہ رہا مسلمانون کے پاؤن اکھڑ جانے سے اُن کے کس قدر زمانہ کی محنتین اور جان بازی کی کوششین برباد ہو جاتین۔ تمام فتوحات ہی ہاتھ سے نہ نکل جاتین بلکہ کوفہ اور بصرہ بھی جو اسلامی نوآبادیان تھین کھو بیٹھتے۔

حضرت عمرؓ جیسے کہ پہلے بڑے خطرناک موقعون پر اُنھون نے ارادہ کیا تھا اب بھی بذات خو

جانے کو تیار ہونے لگے۔ مگر پہلی قسم کی ہی دلائل نے اُن کو ایسے ارادے کے ترک کرنے پر مجبور کیا۔ نعمان بن المقرن کو اہواز سے بلا کر کوفہ اور بصرہ کی حفاظت کے واسطے کچھ فوج چھوڑ کر باقی فوجین اُس کے ماتحت روانہ کر دی گیئن سوس کی فوج کو اصطخر کی ایرانی فوج کو اپنے ساتھ مصروف رکھنے اور شاہی فوج سے جا ملنے سے روکنے کا کام سپرد کیا گیا۔ نعمان نے حلوان مین پہونچ کر جاسوسون سے خبر منگوائی اور معلوم ہوا کہ دشمن نہاوند کے میدان مین مقیم ہے اور وہان تک راستہ صاف ہے۔ پس کوچ کر کے اُس مشہور میدان جنگ مین دشمن سے دوبدو جا کر ٹھہر گیے۔ مسلمانون کی فوج دشمن کی فوج کے پانچوین حصہ کے برابر یعنی تیس ہزار تھی۔ مگر اکثر جنگ آزمودہ بہادر اُس مین شامل تھے دو روز تک کم و بیش لڑائی ہوئی۔ ایرانیون کو ایک بڑی رعایت یہ تھی کہ اپنی پناہون سے جب چاہتے نکل کر جنگ کرتے اور پھر لوٹ جاتے کچھ دنون تک اسی طرح لڑائی جاری رہی اور مسلمان تنگ آ گئے۔ طلیحہ کی راے سے مسلمانون نے پیچھے ہٹ کر دشمن کو پناہ گاہ سے نکال لینے کی تدبیر کی مسلمانون کے پیچھے ہٹتے ہی ایرانی ہلہ کر کے اُن پر آن پڑے مسلمان تو یہی چاہتے تھے لوٹ کر سامنے ہو گئے اور ایک سخت لڑائی شروع ہوئی جس مین نعمان مارا گیا۔ مگر آخر فتح مسلمانون کو نصیب ہوئی۔ ایرانی تیس ہزار لاشین میدان جنگ مین چھوڑ کر بھاگے۔ مگر مسلمانون نے تعاقب کر کے اسی ہزار اور قتل کر ڈالے۔ فیروزان سپہ سالار ایران بھاگتا ہوا راستہ بھول گیا اور پکڑ کر مار ڈالا گیا۔ اس فتح سے ہمدان پر مسلمانون کا قبضہ ہو گیا اور خزانہ اور قیمتی جواہرات جو محافظت کے واسطے دفن کیے ہوے تھے مسلمانون کے ہاتھ آ گئے۔ دو ڈبیون مین ایسے بیش بہا جواہرات تھے جن کی قیمت کا اندازہ نہین ہو سکتا تھا۔ حذیفہ نے غنیمت تقسیم کر کے خمس اور وہ ڈبیا حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دین۔ حضرت عمرؓ نے اُن جواہرات کو لشکر مین تقسیم کرنے کے واسطے واپس بھیج دیا جو چالیس لاکھ درہم کو بکین یا یہ کہ اُن کی قیمت سے ہر ایک سوار کو چار ہزار درہم حصہ مین آئے۔ عراق عجم کے سردارون اور دہقانون نے جزیہ دینا منظور کر کے مسلمانون کی اطاعت قبول کر لی۔ نہاوند کی لڑائی ۲۱ سنہ ھ کا واقعہ ہے۔

ہمدان جس نے فسخ عہد صلح کیا تھا مکرر فتح ہو گیا مسلمانون کی فوج چھ حصون مین تسخیر ایران کے واسطے اطراف وجوانب مین بھیج دی گئی۔ شہر کے بعد شہر اور صوبہ کے بعد صوبہ فتح ہوتا گیا۔ نعمان کی وفات کا حضرت عمرؓ کو نہایت رنج ہوا اور اُس کے بھائی نعیم بن المقرن کو سپہ سالار مقرر کر کے بھیجا۔ یزدجرد کا غرور اُس کو خلافت کے سامنے سر جھکانے سے روکتا تھا اور حضرت عمرؓ نے ملک کی تسخیر کا ارادہ کر لیا تھا۔ بجیرہ کاسپین کی جنگ جو قومین رستم کی بھائی اسفندیار کے ماتحت رے کی محافظت کے واسطے جمع ہوئین جو ایران کا ایک شاہی شہر تھا اور بادشاہ وہان مقیم تھا نعیم ان کے مقابلہ کے واسطے بڑھا اور ایک دوسرے عظیم جنگ مین (۲۲ سنہ ہجری) فاش شکست دے کر رے پر قبضہ کر لیا۔ اسفندیار آذربیجان کو بھاگ گیا جہان وہ پھر شکست کھا کر قید ہو گیا۔ یزدجرد رے سے اصفہان کو بھاگا لیکن جب مسلمانون نے بڑھ کر اصفہان کو فتح کر لیا تو کرمان کو جا پہونچا جب وہان بھی نہ ٹھیر سکا تو مرو مین پناہ لی اور وہان سے خاقان چین اور ترکون کی مدد کا طالب ہوا لیکن آخر کار ترکون کو بھی یزدجرد کو ساتھ لیے ہوئے پیٹھ دکھانی پڑی مسلمانون نے تمام سلطنت کے حصون کو یکے بعد دیگرے فتح اور مطیع کر لیا۔ قومس۔ جرجان۔ طبرستان۔ فارس۔ کرمان۔ مکران۔ سجستان۔ خراسان۔ آذربیجان۔ ابواب وغیرہ۔ یکے بعد دیگرے فتح ہو گئے اور ایران کی انتہائی حدون تک جن کے مشرق مین ہندوستان اور شمال مین ترکون اور زمانۂ حال کے روسیون کی اقوام تھین اور جن کی اجنبیت کے سبب سے اُن کو یاجوج ماجوج کہا گیا ہے تمام ملک مسخر و مطیع فرمان ہو گیا —

یہ فتوحات جن کے متعلق روایتین اور واقعات بسوط اور مستقل کتابون کا مضمون ہین ہم نے چند صفحون مین بیان کر دی ہین۔ دنیا کی تین عظیم الشان سلطنتون کے فتح ہونے کے حالات کو اگرچہ ایسے اختصار سے بیان کرنا تاریخ کا گناہ ہو مگر ہم اپنے مقصد کے لحاظ سے اِس سے زیادہ مفصل نہین لکھ سکتے تھے۔ ہمارا مطلب نہایت اختصار کے ساتھ مسلمانون کی سلطنت کی وسعت کو جو حضرت عمرؓ کے زمانہ مین حاصل ہوئی دکھانا تھا۔ تمام دنیا اِس روشنی کے زمانہ کی نہایت حیرت اور تعجب سے اُن فتوحات کی وسعت کو

بمقابلہ اُس قلیل زمانہ کے جس مین وہ حاصل ہوئین دیکھتی ہے - یورپ کے تمام بڑے مورخ مقر ہین کہ فتوحات کی اس سریع رفتار کا قیاس کرنا بھی مشکل ہے - اہل رُوما نے جس سلطنت کو صدیون مین فتح کیا اور بنایا تھا مسلمانون نے اُس کو مہینون اور برسون مین فتح کر لیا اور دنیا کے ایک عدیم المثال بزرگ کی بے نظیر تدبیر اور ملک گیری اور ملک داری کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوسکتا ہے اور کیا دلیل درکار ہوسکتی ہے کہ اُس کی کامیابیون کے حالات پر آج کی دنیا بھی حیران اور متعجب ہے - مسلمانون کی آیندہ بڑی سی بڑی ترقیون اور عروج کی یہ بنیاد تھی جو ایسے مضبوط ہاتھون سے اور ایسی شایستگی سے رکھی گئی تھی کہ وہ بالائی عمارت گو گر گئی ہے مگر اُس بنیاد کو زمانہ کے سخت سے سخت حوادث بھی نہین ہلا سکے - اُس کی تعمیر مین وہ اسلامی برکتین اور صداقتین بھری ہوئی ہین کہ یقین ہے کہ سوائے اہل حق کے کوئی ہاتھ اُن کو نہ پہونچ سکے گا - اور خدا کرے کہ ایسا ہی ہو آمین -

پانچوان باب

سیاست و انتظامِ سلطنت

زمانۂ جاہلیت مین اگرچہ عرب کے شمالی اور مشرقی اور جنوبی اطراف وضلاع مین صدیون سے ایک باقاعدہ سلطنت کی صورت تھی۔ مگر عرب الحجر اور عرب الوادی یعنی مغربی صوبہ حجاز۔ اور ریگستانی عرب مین کوئی خاص سلطنت مسلم نہین تھی۔ اور مسٹر پالمر کا یہ قول اُنھین پر صادق آتا تھا کہ "اگر اُن کی گورنمنٹ کی نسبت پوچھا جائے تو درحقیقت وہ کوئی گورنمنٹ نہین رکھتے تھے سب سے اچھی نسل کا اور سب سے بہادر شخص قبیلہ کا سردار تسلیم کر لیا جاتا تھا اور وہ اُن کو میدان جنگ مین لے جاتا تھا۔ مگر وہ اُن پر کوئی ذاتی اختیار اور تفوق سوائے شجاعت اور فیاضی کی تعریف کے جو وہ حاصل کرتا تھا نہین رکھتا تھا[1]"۔ بنو اجرحم کی بادشاہی کے دور گذرے ہوئے وقتون مین گو حجاز بھی بادشاہی سلسلہ کا مطیع فرمان رہا ہو مگر جیسا کہ مسٹر سیل کا قول ہے "بنو اجرحم کے بے دخل کر دینے کے بعد زیادہ صدیون تک سلطنت ایک بادشاہ کے ہاتھ مین نہین رہی بلکہ قبائل کے سردارون مین تقسیم ہو گئی قریبًا اسی طریقہ سے جیسے کہ آج ریگستانی عرب حکومت کیے جاتے ہین[2]"۔ مکہ مین گو قریش کی شرافت کا رعب اور اثر تھا اور ایک قسم کی حکومت اُن کو حاصل تھی مگر اُس کا تعلق مذہبی امور سے بڑھ کر بہت کم تھا۔ اور اہل مکہ کی حالت گو مستقل یک جا رہایش اور کعبہ کی پرستش کے میلون اور مجمعون کے سبب سے کسی قدر اصلاح یافتہ تھی مگر عام طور پر اصول تمدن اور معاشرت مین خانہ بدوش بدؤن سے کچھ ممیز نہ تھی[3]۔ مثلاً گورنمنٹ کی نسبت سر ولیم میور کا قول ہے

---

[1] مسٹر پالمر کا انگریزی ترجمہ قرآن دیباچہ جلد اول صفحہ ۱۱ [2] دیباچہ ترجمہ قرآن از مسٹر سیل صفحہ ۹ - [3] لائف آف محمدؐ مؤلفہ سر ولیم میور دیباچہ صفحہ ۱۹ -

"کہ" یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام سے پہلے مکہ مین کوئی گورنمنٹ اِس لفظ کے عام مفہوم کے مطابق نہ تھی کوئی ایسے اعلیٰ اختیارات موجود نہین تھے جن کا کہ حکم قانون سمجھا جاتا۔ ہر ایک جدا گانہ قبیلہ ایک جمہوری حکومت تھا اور مجموعۂ قبائل کی راے اگر وہ کسی امر مین متفق ہوتے بمنزلۂ شاہی قانون کی ہوتی تھی عام راے کا کوئی خاص مظہر نہین تسلیم کیا جاتا تھا اور ہر ایک قبیلہ کسی ایسے امر سے جدا رہنے اور انکار کرنے کی آزادی رکھتا تھا جس پر کہ دوسرے قبائل نے اتفاق کیا ہو اور کوئی شخص اپنے ہموطنون کی متفقہ راے سے اتفاق کرنے کے واسطے اپنے قبیلہ سے بڑھ کر اتفاق کرنے کا پابند نہ تھا[1]"

غرض زمانۂ جاہلیت مین کوئی خاص سلطنت وہان موجود نہین تھی تمام چھوٹے بڑے امور مین ہر ایک قبیلہ کا سردار قبیلہ کی راے سے فیصلہ کرتا تھا اور وہی قانون ہوتا تھا۔ جنگ وجدل کے امور مین جو اکثر درپیش رہتے تھے تلوار اُن کی منصف ہوتی تھی اور اُس سادہ زندگی کے سیدھے اور سادہ امور کسی قانون اور آئین کی ضرورت نہین ظاہر کرتے تھے پس اس طوائف الملوکی کے زمانہ مین اگر اس کو طوائف الملوکی کا زمانہ کہا جا سکے کوئی خاص سلطنت نہ تھی اور اسی سبب سے کوئی آئین یا ضابطہ یا قانون یا حکومت اور ملک کا انتظام کرنے کے واسطے کسی قسم کے اصول معین اور مشخص نہ تھے۔

جناب رسالت مآب صلعم کا کام امور دنیوی مین انتظام کرنا نہ تھا۔ اُن کا پاک منصب (روحی فداک یا رسول اللہ) اِس سے بہت بلند اور اعلیٰ تر تھا۔ اور دنیا کی حکومت اور سلطنت سے اُن کو کچھ تعلق نہ تھا۔ صرف ایسے دنیوی امور کی طرف وہ توجہ فرمانے والے تھے جن کا تعلق دین کی اشاعت حفاظت اور استحکام اور فرض رسالت کے انجام دینے سے تھا۔ مگر عرب کے قدیم دستور کے موافق اُن کی بزرگی اور روحانی پادشاہت اور علو خاندانی نے مسلمانون کے دنیوی امور کا بھی اُن حضرت صلعم کو مرجع بنا دیا اور حضرت موسیٰ کی طرح وقتاً فوقتاً مسلمانون کے اِس قسم کے امور پر بھی اُن کو توجہ فرمانی پڑی اور اِس سے امور مین فیصلہ کرنے اور معاملات مین. برتاؤ کی

[1] لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور دیباچہ صفحہ ۹ —

نظیرین پیدا ہوگئین۔ مگر جناب سرور کائنات نے دنیوی امور سے اس درجہ تک اپنی بے تعلقی ثابت فرمائی کہ انتظام امور دنیا کے واسطے کسی شخص کو اپنا جانشین موسوم کرنے سے بھی دریغ فرمایا گو اخلاق کی عام تعلیم ہر ایک قسم کے انتظام کا اصول تھی مگر براہ راست کوئی ضابطہ یا آئین یا دستور امور ملک داری کا مرتب نہین کیا گیا تھا۔

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کا قلیل زمانہ اندرونی بغاوتون کے فرو کرنے اور کسی قدر سرحدون پر قدم بڑھانے مین گذر گیا۔ نہ اس قدر فرصت ہوئی اور نہ اس کی ضرورت ہی معلوم ہوئی کہ کسی قسم کے خاص ضوابط و قانون کے تیار کرنے کی طرف توجہ کی جاتی۔ مثلاً اون کے زمانۂ خلافت مین حضرت عمرؓ قاضی مدینہ مقرر ہوے تھے مگر سال بھر مین دو سے زیادہ مقدمات فیصلہ کرنے کے واسطے اُن کے سامنے پیش نہ ہوے۔ لشکر اکٹھا کرنے کے واسطے اسلامی فرائض یاد دلائے جاتے تھے غنیمت کے چار حصہ لشکر مین تقسیم ہو کر پانچوان حصہ یا خمس جس قدر آتا تھا ضروری اخراجات پورے کر کے مسلمانون مین مساوی طور پر تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اندازاً دو لاکھ درہم حضرت ابو بکر کے زمانہ مین آئے اور خرچ اور تقسیم کر دئیے گئے۔ پہلے سال مین قریب دس دس اور دوسرے سال مین بیس درہم حصہ مین آئے۔ اون کی وفات پر بیت المال مین ایک دینار جو لپٹا ہوا رہ گیا تھا ملا۔ غرض حضرت ابو بکر کا زمانۂ خلافت بھی نہایت سادہ دستورات سے گذر گیا۔

حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے پہلے سالون مین تو لشکر کشی کے کام مین زیادہ تر مصروف رہے مگر جب فتوحات کو دن بدن وسعت ہوئی اور عرب کی خلافت مین سلطنتون کی سلطنتین شامل ہونے لگین اور غنیمت کے سوا جزیہ اور مال گذاری وغیرہ کی آمدنیون سے بیت المال بھرنے لگا تو حکمرانی اور ملک داری کے وہ سادہ قواعد کافی نہین ہو سکتے تھے۔ پس حضرت عمرؓ کو ایک مقنن اور آئین نگار اور مدبر منتظم اور ایک بڑی وسیع سلطنت کی تمام قسم کی ذمہ داریون کا کام کرنا پڑا۔ یا یون کہو کہ اُن بے نظیر قابلیتون کو جو خدا نے اُن کو بخشی تھین کام مین لانے کا موقعہ مل گیا۔

سب سے پہلا نیا کام اُن کے دیوان اور دفتر کو بیان کرنا چاہیے جو بیت المال اور خزانہ

اور تنخواہون اور روزینون کا ایک باقاعدہ انتظام اور اہتمام تھا۔ بیت المال کی آمدنی کو جب افزونی ہوئی تو حضرت عمرؓ کو مال کے تقسیم کرنے مین ایک معین اور مستقل دستور کے ایجاد اور رد و بدل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ انھون نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا اور کہا کہ مال کے تقسیم کرنے کے بارے مین میری رائے حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے مختلف ہے مین بیت المال مین خزانہ کو جمع کرنا اور ہر ایک شخص کا سالانہ وظیفہ اور تنخواہ مقرر کرنا چاہتا ہون اور جن اصول پر وہ تقسیم کے اس نئے دستور کو مبنی کرنا چاہتے تھے وہ بیان کیے۔ وہ خیال درحقیقت ایک ایسا عظیم الشان اور پر مشکلات تھا کہ صرف وہی شخص جس کی وسعت دماغ نے اُس کو پیدا کیا تھا اُسے پورا کرسکتا تھا مسلمانون کے مراتب حقوق کے موافق اُن مین مال تقسیم کرنے اور اُن کی تنخواہین مقرر کرنے کے تین اصول قرار دئیے گئے۔ ؎ا

اول۔ اسلام لانے مین سبقت۔

دوم۔ آنحضرت صلعم کے ساتھ قرب اور تعلق۔

سوم۔ فوجی خدمات۔

تمام قبائل عرب اور ہر ایک قبیلہ کے ہر ایک فرد اور ملک عرب کے ہر ایک مسلمان متنفس خانہ نشین بوڑھے شخص سے لے کر نوزائیدہ بچہ تک ہر ایک کی تنخواہ مقرر کرنا اور اُس کا باقاعدہ تحریری حساب رکھنا بقول سر ولیم میور[۱] کے ایک ایسا کام تھا جو انسان کے کرنے کے کامون سے بڑھ کر تھا اور پھر ان مقررہ اصولون کے موافق اُن کے مراتب حقوق کا فیصلہ کرنا ایک ایسی باریک بین نظر کا کام تھا جو ہر ایک کو نہین نصیب ہوسکتی۔ اور اس بات کا ثبوت کہ یہ تقسیم کامل صحت اور مراتب حقوق کے موافق کی گئی اس سے بڑھ کر اور کچھ نہین ہوسکتا کہ عرب کی وہ بے خوف اور زبان دراز قومین اور قبائل اور افراد اوس سے رضامند ہوگئے۔ اور کسی کو کوئی وجہ شکایت اور ناراضی کی نہ رہی۔ اُن کا منصفانہ برتاؤ اور دستور ہی اس قسم کا تھا۔ وہ صرف

؎ا انلس اور ارلی خلافت صفحہ ۲۲۹ –

اور دون کے ساتھ ہی انصاف نہین کرتے تھے۔ بل کہ اپنی ذات کے ساتھ سب سے بڑھ کر انصاف بل کہ یون کہنا چاہیے کہ اپنی حق تلفی روا رکھتے تھے جب تقسیم مال اور تعین وظیفہ کے واسطے مراتب اور حقوق کا فیصلہ کرنے لگے تو عبدالرحمن بن عوف نے جو بزرگ اور اہل الرائے قریش مین سے تھے یہ رائے دی کہ اپنی ذات کو سب پر مقدم قرار دین یا یہ کہ اپنے سے شروع کرین۔ اور یہ رائے کچھ نامناسب اور انصاف کے خلاف نہین تھی کیونکہ حضرت عمرؓ نہ تو سبقت اسلام کے لحاظ سے زیادہ پیچھے تھے اور نہ فوجی خدمات مین جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین کی گیئن کسی سے کم تھے اور آن حضرت صلعم کے ساتھ قرب اور تعلق مین سب معاصرین سے بڑھ کر ہونے کی تو یہی دلیل کافی تھی کہ وہ آن کے خلیفہ اور امت کا انتخاب تھے۔ مگر انھون نے اس رائے کو ناپسند کیا اور کہا کہ مین اپنے نفس کو اس کی مناسب جگہ پر رکھون گا اور اپنی ذات اور اپنے قبیلہ کو قریش مین بہت دور آخر کی طرف رکھا اور کسی کی شکایت اور ناراضامندی پر اس کو بھی چھوڑنے پر تیار رہے۔ مثلاً ابوعبیدہ بن جراح نے جب شکایت کی تو آپ نے کہا کہ تم کو بھی میری طرح قانع ہونا چاہیئے لیکن اپنی قوم سے تجھ کو خود فیصلہ کرنے کا اختیار ہے اگر وہ تجھ کو مقدم بنانا چاہین گے تو مجھے کچھ عذر نہ ہوگا لیکن اگر تم قبول کرو تو مین اپنے اور اپنی قوم بنی عدی سے تم کو مقدم کر سکتا ہون۔ اپنے بیٹے عبداللہ پر اسامہ بن زید کو ترجیح دی اپنے بیٹے کے تین ہزار درہم سالانہ مقرر کیے اور اسامہ بن زید کے چار ہزار عبداللہ نے شکایت کی کہ اسامہ کا باپ میرے باپ سے افضل نہین تھا اور نہ اسامہ مجھ سے۔ پھر اس کو ایک ہزار زیادہ کیون دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسامہ کا باپ تیرے باپ سے رسول اللہ صلعم کو بہت پیارا تھا۔

غرض مراتب اور حقوق مین بنی ہاشم سب سے افضل اور مقدم قرار دیے گئے جن مین حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ تھے۔ اور پھر بنی مطلب اور عبدالشمس اور نوفل اور بنی اسد عبدالعزی اور عبدالدار اور بنو زہرہ اور بنی تیم اور مخزوم اور سہم اور جمح اور عدی بن کعب اور بنی عامر بن لوی وغیرہ کو آن کے مناسب مدارج اور مراتب کے لحاظ سے قرار دیا۔ آن حضرت کے قرابتیون کی

امہات المومنین ازواج مطہرات اور ان کے دوسرے اقربا کو مقدم قرار دیا حضرت عائشہ کے بارہ ہزار درہم باقی دوسری امہات المومنین کے مانند ہر ایک کے دس ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔ امام حسنؓ اور حسینؓ کا اہل بدر کے برابر پانچ پانچ ہزار سالانہ حضرت عباسؓ کے وظیفہ کی نسبت مختلف روایتین ہین پانچ ہزار سے لے کر چوبیس ہزار تک بیان کیا گیا ہے مگر بارہ ہزار صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اہل بدر کے واسطے پانچ پانچ ہزار مقرر کیے اور اہل بدر کے بیٹون کے دو دو ہزار۔ اور حدیبیہ اور بیعت رضوان مین جو شریک تھے اُن مین سے ہر ایک کے واسطے چار چار ہزار۔ انصار مین سے ہر ایک کے چار چار ہزار مقرر کیے۔ بغاوت اور مفسدہ کے فرو کرنے مین جو شریک ہوے تھے اُن کے تین تین ہزار شام اور عراق مین جنھون نے جنگ کیے تھے اُن کے دو دو ہزار۔ قادسیہ اور یرموک کی لڑائی مین جو موجود تھے اُن کا ایک ایک ہزار۔ نامور بہادرون کو اُن کی دیرینہ اور موجودہ خدمات کا لحاظ کر کے پانچ پانچ سو سے دو دو سو تک زائد دئے گئے۔ اسی طرح مراتب کے لحاظ سے بعض مہاجرین اور انصار کے دو دو ہزار مقرر کیے۔ اہل مکہ اور بعض لوگون کے آٹھ آٹھ سو مقرر ہوئے۔ اور مہاجرین اور انصار کے مراتب کے لحاظ سے اُن کی عورتون کے چھ سو سے لے کر دو سو تک مقرر کیئے۔ قبائل اعراب کے وظائف بھی اسی طرح مختلف تھے اور علٰحدہ علٰحدہ ہر ایک قبیلہ کا دفتر اور دیوان تھا مثلاً حمیر کے فوجی اور دیہاتی امیرون کے واسطے سات۔ آٹھ۔ نو ہزار کے درمیان وظائف مقرر تھے وظائف کے تقرر مین اُن بڑے تین اصولون کے سوا اُن کی ضروریات اور کنبون اور اسی قسم کے اور امور کا بھی لحاظ کیا جاتا تھا۔ یہ وظائف اور تنخواہین سلسلہ وراثت مین موروثی تھے اور اسی طرح جو انعام میدان جنگ مین کسی خاص شجاعت اور بہادری کے کام کے واسطے دیا جاتا تھا وہ بھی موروثی ہوتا تھا[۱]۔

عورتون کے واسطے عام طور پر مردون کے حصہ کا ایک دسوان مقرر کیا گیا بیویون

[۱] انسلاوف دی خلافت صفحہ ۲۲۰ بسند بلاذری۔

بیواؤں اور بچوں کے جدا گانہ وظائف تھے۔ ایک بچہ جس روز پیدا ہوتا تھا درج رجسٹر ہو جاتا تھا اور سو درہم (بعض روایتوں میں دس درہم) سے لے کر ترقی عمرؓ کے ساتھ وظیفہ بڑھتا چلا جاتا تھا اول اول میں تو یہ دستور تھا کہ بچہ کا وظیفہ اُس وقت سے مقرر ہوتا تھا جب اُس کا دودھ چھڑایا جاتا تھا یعنی جب بچہ کے کسی خفیف عارضہ سے ضایع ہو جانے کا خوف کم ہو جاتا تھا مگر اس دستور کو تبدیل کر کے نوزائیدہ بچہ کا وظیفہ مقرر کرنے کا قاعدہ مقرر کیا۔ اس تبدیلی کی وجہ ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک رات حضرت عمرؓ ایک قافلہ کی حفاظت کے واسطے عبدالرحمن کو ساتھ لے کر خود گئے اور رات بھر جاگتے اور عبادت کرتے رہے۔ اسی اثنا میں حضرت عمرؓ نے ایک بچہ کے رونے کی آواز سنی اور دریافت حال کے واسطے اُس طرف گئے۔ بچہ کو اُس کی ماں کے پاس روتے ہوئے دیکھ کر اور یہ کہہ کر چلے آئے کہ اسے چپ کرا۔ تھوڑی دیر میں پھر وہی رونے کی آواز آئی اور پھر جا کر چپ کرانے کو کہہ آئے۔ تیسری دفعہ جب گئے تو اُس عورت کو کہا کہ میں نے تجھے اچھی ماں نہیں دیکھا۔ اُس نے جواب دیا اے بندۂ خدا تو نے مجھے کیوں تنگ کیا ہے۔ میں تو اُس سے دودھ چھڑانا چاہتی ہوں اور اس کا عادی بناتی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ایسا کیوں کرتی ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ جب تک بچہ کا دودھ نہ چھڑایا جاوے عمرؓ وظیفہ نہیں مقرر کرتا۔ آپ نے عمر پوچھی تو معلوم ہوا کہ چند مہینہ کی ہے یہ سن کر اُس کو صرف اتنا کہا کہ جلدی نہ کر اور چلے آئے صبح کو نماز پڑھ کر جب فارغ ہوئے تو اُس بچہ کے رونے کی آواز اُسی طرح آرہی تھی۔ کہنے لگے کہ "عمرؓ بہت بُرا ہے جس نے مسلمانوں کی اولاد کتنی ہی مار ڈالی ہوگی" اور منادی کرنے کے واسطے حکم دیا اور مفصلات میں لکھ بھیجا کہ کسی بچہ کا دودھ نہ چھڑایا جائے۔ ہم اول ہی سے اُس کا وظیفہ مقرر کر دیں گے۔[۱]

عرب کے خون کو غلامی سے آزاد کر دیا کوئی عرب غلام نہیں بنایا جا سکتا تھا۔[۲] پہلے کے جو غلام تھے اُن کے بھی وظائف مقرر تھے۔ اور اس سلسلہ کو عرب سے باہر غیر عرب مسلمانوں تک جنھوں نے

---

[۱] ازالۃ الخفا باب حکایات گشت۔ [۲] اَلس اوف خلافت صفحہ ۲۲۲

اسلامی اغراض مین شرکت اختیار کی تھی بڑی فیاضی کے ساتھ وسیع کیا گیا۔ مثلاً ایرانی امیرون اور دہقانون اور لوگون کا جو خوزستان مین مسلمانون کی فوج کے ساتھ شریک ہو گئے ہزار درہم سے دو ہزار درہم تک وظیفہ مقرر کیا گیا[۱] اسی طرح جو اسلام اختیار کر کے اسی پر منحصر ہو گئے اُن کو بھی عطیہ سے محروم نہین رکھا گیا مثلاً ہرمزان کو دو ہزار درہم سالانہ[۲] وظیفہ دیا گیا۔ اگر سچ پوچھو تو اسلام نے جو برادری اور اخوت کی تعلیم خیالات کو کی تھی حضرت عمرؓ نے اوس مبارک تعلیم کی عملاً تعمیل کر کے دکھا دی سر ولیم میور نے غیر اقوام کو کم وظائف دینے اور برادری اور اخوت کے خیال کو غیر اقوام تک وسیع کرنے سے دریغ کرنے پر اعتراض کیا ہے مگر افسوس ہے کہ مورخ مذکور نے یہ اعتراض کرتے وقت اُن اصولون کو جن پر وظائف کی بنا رکھی گئی تھی نظر انداز کر دیا ہے سبقت اسلام لانے مین تقرب رسول اللہ صلعم کے ساتھ اور فوجی خدمات۔ یہ استحقاق کس قدر لوگون کو حاصل تھے جن کو حق سے محروم رکھا گیا۔ یہ معترض نے نہ بتایا۔ یہ بھی نہ بتایا کہ عام طور پر کس قدر مسلمان غیر اقوام کے محروم رکھے گئے۔ تعجب ہے کہ معترض اپنی کتاب انلس اوف دی ارلی خلافت کے صفحہ ۲۵۴ کے نوٹ کو لکھ کر بھی جس مین اُس نے خود لکھا ہے کہ جس قدر ایرانی مسلمان خوزستان کی فوج مین شامل ہو گئے اُن کے ویسے ہی وظائف مقرر کیے گئے۔ اِس اعتراض کو قلم زن کرنا بھول گیا۔ اصلیت یہ ہے کہ غیر ممالک مین اول تو اسلام اِس قدر شائع نہین ہوا اور جس قدر مسلمان ہوئے وہ غیر مسلمان اقوام

[۱] انلس اوف ارلی خلافت نوٹ صفحہ ۲۵۴ و ۲۲۶۔ [۲] درہم چاندی کا اور دینار سونے کا سکہ تھا۔ درہم کو اکثر لوگون نے ۳½ ماشہ کا بیان کیا ہے جس کے حساب سے درہم کی قیمت ہمارے سکہ رائج الوقت مین ۴؍ سے کچھ زیادہ ہوتی ہے سر نگر نے جو حساب کیا ہے اُس کی رو سے درہم کی قیمت انگریزی سکہ مین چھ پنس سے آٹھ پنس تک بیان کی ہے اگر پونڈ دس روپیہ کا شمار کیا جائے تو درہم کی قیمت وہی ۵؍ کے قریب ہوگی۔ دینار کی قیمت پندرہ فرینک یا گیارہ شلنگ سے کچھ زیادہ سر نگر نے لکھی ہے۔ پونڈ دس روپیہ کا شمار کر کے ہمارے سکہ مین دینار کی قیمت پانچ روپیہ سے کچھ زیادہ ہوتی ہے علامہ شبلی نے دینار پانچ روپیہ کا اور درہم ۴؍ کا بیان کیا ہے المامون جلد دوم صفحہ ۱۹۔ اہل شام کے حساب مین سونے کو چاندی سے ۱۴½ کو ایک کی نسبت تھی مسلمانون مین ۸۔ یا ۹۔ بل کہ ۷۔ کو ایک کی جو بعد مین ۱۰۔ یا ۱۲۔ کو ایک کی نسبت تک بڑھ گئی بعوبجات شام اور مغربی جزیرے کا سکہ سونے کا تھا اور ایران اور بابل کا چاندی کا۔ (دیکھو لیف اوف محمد مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۲۱۲ حاشیہ) مؤلف۔

کی طرح اپنے پیشون اور اپنے کامون مین رضامند اور فارغ رہے۔ خطرناک فوجی خدمت کو نہ اُنھون نے پسند کیا اور نہ وہ مجبور کیے گئے۔ لیکن بعض نے جو فوجی خدمت کو پسند کیا اور مسلمانون کے ساتھ شریک ہوئے اُن کے علی قدر مراتب وظائف مقرر کیے گئے۔ معترض کی آنکھون کے سامنے تعصب کا اندھیرا معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ ایسی صاف بات تھی کہ اعتراض کو گنجائش ہی نہ تھی۔

اس عظیم الشان تجویز کو مستقل طور پر رائج کردینے کے واسطے دفتر مرتب کرنا پڑا جس کا نام دیوان رکھا گیا اور وظائف کے حساب اور فہرستین تیار کی گئین اعلی مراتب کے قبائل اور لوگون کا حساب رکھنا تو کچھ مشکل نہ تھا مگر لکھو کھا عام اقوام اعراب اور اُن کے قبائل اور کنبون کی فہرستین اور حساب رکھنا جو فوجی کام اختیار کرنے کے واسطے ہر روز سیل دریا کی طرح امڈے ہوئے چلے آتے تھے بقول سر ولیم میور کے ایک ایسا کام تھا جو انسان کے کرلینے کا نہ تھا مگر قبائل کی ترتیب اور افواج کی باقاعدہ تقسیم اور بندش سے اس کام مین کسی قدر سہولیت پیدا کی گئی۔ ہر ایک قبیلہ یا شاخ قبیلہ کے لوگ اپنے اپنے جدا جدا دستون اور حصون مین تقسیم ہوکر لڑتے تھے۔ فہرستون کی ترتیب بھی اسی کے موافق ہوگئی اور ہر ایک متنفس اپنے اپنے قبیلہ مین درج فہرست ہوکر شمار مین آگیا۔ اس بات کا بتانا مشکل ہے کہ دیوان کی فہرستون کے شمار اعداد مین کہان تک پہونچین ہون گے۔ مگر صرف کوفہ اور بصرہ نوآباد شہرون کی آبادیون سے جو بقول سر ولیم میور کے ڈیڑھ لاکھ اور دو لاکھ تک پہونچ گئی تھین [1]۔ اس کے شمار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ سر ولیم میور نے ایک سرسری اندازہ کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات سے پہلے تقریباً پانچ لاکھ عرب حدود عرب سے باہر ایران مصر شام وغیرہ مین کام کر رہے تھے [2]۔ ملک کی اندرونی وظیفہ خوار آبادی کو ملا کر اس کام کی عظمت اور مشکلات اور اُس کے کرنے والے کی ہمت پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ عقیل ابن ابی طالب اور مخرمہ بن نوفل اور جبیر بن مطعم کو ان فہرستون کے لکھنے کے واسطے منشی مقرر کیا گیا تھا۔ اور عبداللہ بن ارقم تحویلدار بیت المال خزانچی تھا جس کو حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ اگر دوسرون کی مانند مجھ کو کچھ سبقت حاصل ہوتی تو مین کسی کو

[1] انلس اوف دی ارلی خلافت صفحہ ۱۹۶۔ [2] انلس اوف دی ارلی خلافت صفحہ ۲۳۰۔

تیرے پر مقدم نہ کرتا ۔

سر ولیم میور نے دیوان کی کیفیت لکھنے کے بعد اُس پر کئی ریمارک کیے ہین جن مین سے ایک خیال جو اِس عنوان سے کہ حضرت عمرؓ کے اِن اصولون نے قبائل عرب کے باہمی مخالفت کے خیالات کو مٹا دیا لکھا ہے اِس مقام پر درج کرنا نامناسب نہ ہوگا ۔ وہ لکھتا ہے کہ "ایک بڑی قوم کو اپنے فتوحات اور اون کی آمدنیون ۔ خراج اور غنیمت کو پہلے اخوت کے اصولون پر مساوی طور پر اوس کے بعد جنگی قابلیتون اور روحانی امتیازات کے موافق اپنے درمیان تقسیم کرتے دیکھنا ایک ایسا نظارہ ہے جس کا نظیر دنیا مین موجود نہین ہے ۔ اِس تدبیر کا خیال بجائے خود نہایت عمدہ تھا ۔ اِس کے سوا کسی اور طریقے سے قبائل عرب کے باہمی رقیبانہ حسد کے خیالات کو دور کر دینا ممکن ہی نہین تھا ۔ صفوان اور سہیل اور دوسرے شرفاے قریش نے جو فتح مکہ تک آنحضرت صلعم کے ساتھ شریک نہ ہوئے تھے کسی سے کم وظیفہ لینے سے اول انکار کیا اور کہا کہ ہم اپنے سے زیادہ شریف کسی کو نہین دیکھتے اور کسی سے کم نہین لین گے ۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ نہین مین شرافت نسبی کے لحاظ سے نہین دیتا ہون بلکہ اسلام لانے مین سبقت کے لحاظ سے مقرر کرتا ہون ۔ اُنھون نے جواب دیا کہ "یہ ٹھیک ہے"۔ اور اِس لاجواب دلیل کے سوا کسی دلیل سے اون کا اطمینان نہین ہو سکتا تھا ۔ قبائل کے باہمی حسد کے سوا اور بہت سے خطرناک اسباب تھے مثلاً اقوام اعراب اور اصحاب یعنی اہل مکہ و مدینہ کے درمیان جو رقابت تھی اور دوسرے بنی ہاشم اور بنی امیہ اور دوسرے قبائل قریش مین جو رقیبانہ خیالات تھے اور جس حسد نے کہ رفتہ رفتہ پختہ ہو کر خلافت کے وجود ہی کو خطرے مین ڈال دیا تھا لیکن جس کو کہ عمرؓ کے مضبوط ہاتھون نے روک دیا اور دبا دیا تھا اس وقت روحانی امتیازات کو معیار حقوق قرار دینے سے دبا کر دیے گئے"۔

اصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس درجہ کے باریک بین اور حق شناس انصاف اور واقفیت سے مدارج حقوق کا تصفیہ کیا تھا کہ اس پر کوئی حرف نہین رکھ سکتا تھا اور اگر کوئی ناواقفیت سے اعتراض کرتا تھا تو

اُن کے جواب سے اُس کا پورا اطمینان ہوجاتا تھا مثلاً عمر بن سلمہ کو جب ایک ہزار زیادہ دیا تو محمد بن عبداللہ بن جحش نے کہا کہ کیا ہمارے باپ اُس کے باپ جیسے نہ تھے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ یہ ایک ہزار اُس کی ماں ام سلمہ کے لحاظ سے زیادہ دیئے گئے ہین اگر تیری ماں بھی ام سلمہ جیسی ہو تو تجھے بھی ایک ہزار زیادہ دیدون۔ اسی طرح جب طلحہ بن عبداللہ کے بھائی عثمان کے اِس کمہ کے ساتھ آٹھ سو مقرر کیے اور نضر بن انس کے دو ہزار مقرر کیے تو طلحہ نے شکایت کی حضرت عمرؓ نے اُسے بتایا کہ اِس کا باپ احد کے دن مجھے میدان جنگ مین ملا تھا اور کہتا تھا کہ اگر رسول اللہ شہید ہو گئے ہین تو خدا تو زندہ ہے جو نہین مرے گا اور بڑھ کر مقابلہ کیا اور شہید ہو گیا۔ طلحہ اِس جواب کو سُن کر خاموش ہو گیا۔

آیندہ نیئے وظائف ہمیشہ مقرر ہوتے رہتے تھے اور اُن مین اضافہ ہوتا تھا۔ اور بھی بعض فیاضی کی روایتین کتابون مین مندرج ہین شلاً ایک دن حضرت عمرؓ نے لبید بن ربیعہ کو کہا کہ مجھے اپنے اشعار سنا اُس نے کہا کہ جب سے مجھے خدا نے سورہ بقر اور سورۂ آل عمران سکھلادی ہے مین نے شعر پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ حضرت عمرؓ جو طرز جاہلیت کی شاعری کے نہایت مخالف رہتے تھے اس سے خوش ہوئے اور اُس کا وظیفہ دو ہزار سے اڑھائی ہزار کر دیا۔ گویا وہ بھی فیاضی کرتے تھے اور انعام بخشتے تھے مگر اُن کو جو دین اور مذہب مین پکے اور کوئی قابل ستایش امر کرتے تھے۔ اِس قسم کے انعامون سے گویا دوسرے لوگون مین ایسی عمدہ مثال کی تقلید کرنے کی ترغیب ہوتی تھی۔

بیت المال مین خمس غنیمت کے سوا زکوۃ اور عشر اور جزیہ اور مالگزاری اراضی زرعت کی آمدنی تھی اور علاوہ اِس کے ممالک مفتوحہ کی جاگیرات خالصہ کی آمدنی داخل بیت المال ہوتی تھی۔ مصارف مین فوج اور دیوانی اور دوسرے متعدد قسم کے انتظامات اور رفاہ عام اور فلاح خواص وعوام کے کامون کا خرچ بیت المال سے اول لیا جاتا تھا اور بچت کو تقسیم کر دیا جاتا تھا مسلمان آسودہ اور دولتمند ہو گئے تھے اور شاید سیوطی کے اس قول مین کہ خیرات دینے کے واسطے تلاش کرنے سے کوئی لینے والا نہ ملتا تھا بہت مبالغہ نہ ہو۔ اس پر بھی حضرت عمرؓ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر

مین زندہ رہا تو سب سے کم وظیفہ والے شخص کو اول درجہ کی تنخواہ والے سے ملا دون گا" تمام آمدنی جس قدر کہ ہوتی تھی اُسی وقت خرچ ہو جاتی تھی۔ اور حضرت عمرؓ کو اِس امر کے دیکھنے سے خوشی اور فخر ہوتا تھا[51]

کل خراج اور آمدنی کا تخمینہ بتانا ہمارے لئیے مشکل ہے حضرت عمرؓ کے زمانہ کے مفتوحہ ممالک مین سے چند مشہور اضلاع۔ حلوان۔ اہواز۔ فارس۔ کرمان۔ مکران۔ خراسان۔ جرجان قومس۔ رے۔ طبرستان درویان ونہاوند۔ ہمدان بصرہ وکوفہ کے درمیانی اضلاع۔ ماسبدان شہرزور۔ موصل۔ آذربیجان۔ جزیرہ مع اضلاع فرات۔ قنسرین۔ دمشق۔ اردن فلسطین کا خراج خلیفہ ہارون الرشید کے وقت مین دو ارب اور ساٹھ کرور درہم کے قریب تھا۔[52] اور متاع علاوہ تھا۔ اور مصر مین اور حجاز سے قریب چھبیس ہزار دینار خراج آتا تھا۔[53] اِس پچھلے زمانے مین صوبون کے خراج مین سے تو حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بہت کم آتا ہو گا اور مذکورہ بالا اضلاع اور دوسرے مفتوحہ امصار و دیار سے بھی ایسا باقاعدہ خراج نہین آتا تھا۔ اگرچہ خلفاء عباسیہ کے زمانہ مین بھی آمدنی کی شقین یہی خراج اور عشر اور جزیہ اور زکوٰۃ ہی تھین جو حضرت عمرؓ کے وقت مین معین ہو چکی تھین۔ مگر تمام ممالک مفتوحہ مین اُس کا رواج نہین ہوا تھا اور عاملون کو براہ راست ضروری مصارف نکال کر بچت کو بیت المال مین بھیجنے کا اختیار تھا۔

فوج کا انتظام درحقیقت سب سے مقدم اور اس عظیم الشان تدبیر دیوان کا اصول تھا عرب کی اصلی جنس اور متاع مسلمانون کے یہی بے روک دست و بازو تھے جن کے معاوضہ مین دنیا کو حاصل کیا تھا اور آیندہ حاصل کرنے اور حاصل کیے ہوے کو اپنے قبضہ اور حفاظت مین رکھنے کا جن پر بھروسہ تھا پس سب سے زیادہ اہم اور ضروری انتظام فوج کا انتظام تھا اور درحقیقت یہی انتظام حضرت عمرؓ کی خلافت کا وہ بے نظیر کارنامہ ہے جس کو دنیا ہمیشہ تعجب اور حیرت

[51] انلس اوف ارلی خلافت صفحہ ۲۲۹ [52] المامون۔ حصہ دوم صفحہ ۱۳۔ و ۱۴۔ [53] المامون حصہ دوم صفحہ ۱۳۔ و ۱۴۔

کی نگاہ سے دیکھا کرے گا۔

تمام عرب کے وظائف اور تنخواہین اور روزینہ مقرر کر کے اون کو ضروریات زندگی کی طرف سے بالکل فارغ البال اور بے فکر کر دیا گیا تھا زراعت اور تجارت کی نہ اُن کو ضرورت تھی اور نہ اجازت تھی۔ اُن کا کام اور پیشہ ہتھیار اُٹھانا اور میدان جنگ مین کام کرنا تھا۔ فوجی خدمت کرنے کے واسطے وہ مجبور تھے۔ کوئی عذر اور حیلہ قابل سماعت نہ تھا۔ دیوان کا وظیفہ خوار در اصل خلافت کی فوج کا سپاہی تھا۔ وظیفہ خوار عورت سپاہی کی بیوی اور سپاہی کی مان تھی۔ نوزائیدہ بچہ جس روز سے وہ درج فہرست ہوتا تھا وہ عرب کی فوج کا سپاہی ہوتا تھا۔ اِس انتظام سے عرب کی فوج کا ایک مستقل اور استمراری انتظام کر دیا گیا۔ صرف اُسی زمانہ مین نہین بل کہ اگر وہ انتظام جیسا جاری رہنے کے واسطے بنایا گیا تھا اور عرب کی اقبال مندی کے زمانہ تک جاری رہا اگر اور ہزارون برس بھی جاری رہتا تو نئی فوجون کے بھرتی کرنے اور نئے لشکرون کے برپا کرنے کی کبھی فکر اور ضرورت نہ پیش آتی۔ سر ولیم میور اِس پر لکھتے ہین کہ "اسلام کی آمدنی خراج کو اِس طرح پر اُس جنگی قوم کا ورثہ بنا دینے سے اُن کی جنگی طبیعت اور جوش کو قائم کر دیا گیا اور خلافت کی فوج کی صورت مین اُن کی خدمت اور ملازمت مستقل اور استمراری ہوگئی۔ اگرچہ اون کی بیکاری اور آرام کے زمانہ مین سازشون اور فتنہ کا باعث ہوتین۔ مگر باین ہمہ وہ اسلام کی پشت و پناہ اور اُس کی فتوحات اور خلافت کے قیام کا راز تھین۔ اِس طرح وہ جنگی قوم قومون کے فتح کرنے اور اسلام کو شایع کرنے کے مقدس کام کے واسطے علیحدہ کر دی گئی اور اُس وقت بھی جب کہ مذہبی ولولے کسی قدر کم ہوگئے حضرت عمر کی اِس پیش بینی اور تدبیر کی وجہ سے عربون کے جنگی جوش ایک متحد اور متفق قوم کی صورت مین اُن مین اڑھائی سو برس تک پورے طور پر قائم رہے۔ قوم کی قوم گویا ایک فوج تھی جو ہر وقت حرکت مین رہا کرتی تھی۔ چھاؤنیان اُن کے گھر تھے نہ کہ شہر۔ اُن کا کام جنگ اور لشکر تھا غرض کہ عرب ایسے مسلح اور متحد قوم ہوگئے تھے جو پشتہا پشت تک ملک گیری کے لیے ایک لحظہ کے نوٹس دینے پر تیار

اور حملہ کرنے کے لیئے مستعد ہو جاتے تھے "۔

حضرت عمرؓ کا یہی مہتم بالشان اصول تھا جس کی بنا پر وہ اہل عرب کو زراعت کرنے اور اطراف مین آباد ہونے اور گھر بنانے کی اجازت نہین دیتے تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال کچھ نیا نہین تھا بلکہ بہت پرانا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین عتیبہ اور اقرع سے جو سند زمین داری کی لے کر پھاڑ ڈالی تھی اُس کی وجہ کی تہ مین یہی خیال تھا گو اُس وقت اُس کا ظاہر کرنا قبل از وقت تھا۔ اپنے زمانۂ خلافت مین تو وہ علانیہ طور پر اِس خیال کے پابند رہے اور کسی کو زراعت اور آبادی کے کام مین مصروف نہ ہونے دیا۔ شام اور عراق مین لوگون نے نہایت خواہش سے چاہا اور اصرار بھی کیا مگر حضرت عمرؓ نے نہ مانا مصر مین اور اسی طرح دوسرے ممالک مین تاکیدی حکم بھیجے تھے کہ اہل فوج قطعاً زمینداری اور کاشت نہ کرنے پاوین۔ اس حکم کے خلاف ایک شخص نے کاشت کی تو آپ نے اوس کو پکڑ بلایا اور نہایت سخت سزا دینی چاہی لیکن اوس نے قطعی توبہ سے اپنا قصور معاف کرالیا[۱]۔ جہان کہین فوجی چھاؤنیان قائم ہوئی تھین اسی خیال کے بنا پر وہان لوگون کو پکے گھر بنانے کی اجازت نہین دیتے تھے۔ گھاس پھوس کے کچے گھر بنا کر رہنے کا حکم تھا۔ اگر کوئی پکا گھر بنا بھی لیتا تھا تو اُس کو گروا دیتے تھے۔ غرض کوئی قول اور فعل حضرت عمرؓ کا اِس کے متعلق ایسا نہ تھا جو اسی اصول اور خیال پر مبنی نہ ہو اور اسی سے یہ اصول ایسے استحکام اور مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گیا کہ صدیون تک جب تک عربون کو اُس کے چھوڑنے پر مجبور نہ کیا گیا اُن سے نہ چھوٹ سکا۔

اس اصول کے اختیار کرنے سے جس قدر کہ اسلامی اغراض کی کامیابی مقصود تھی اوسی قدر غیر اقوام کے زمینداروں اور کاشتکارون اور رعایا کے ساتھ اون کے حقوق کی حفاظت سے فیاضی کا برتاؤ مقصود تھا۔ کسی ملک کی رعایا کو برباد کرنے کی تدبیر اس سے بڑھ کر کوئی نہین ہو سکتی کہ اون کو اپنے املاک زمینداری اور حقوق کاشتکاری سے محروم اور بے دخل کر دیا جائے

---

[۱] المامون حصہ دوم صفحہ ۱۰۱۔

حضرت عمرؓ کی خلافت مین جو اسلام نے بے شمار احسانات ممالک مفتوحہ کی رعایا پر کیئے اُن سب مین بڑا احسان یہی تھا غرض اس ایک اصول مین ایسی دو بڑی عظیم الشان مصلحتین مخفی تھین اس پہلی بحث کو آیندہ بیان کرنے کا موقع ملے گا –

فوج کے انتظام کے متعلق ایک بڑی دانشمندی کا کام جا بجا چھاؤنیان مقرر کرنے کا تھا – اور یہ چھاؤنیان ایسی ضروری اور موقع کی جگہ پر بنائی گیئن کہ اُن کے مقرر کرنے کا مقصد اُنھین سے بخوبی حاصل ہو سکتا تھا مصر عراق – ایران وغیرہ صوبون مین آٹھ مرکز اس قسم کے قائم کیئے گئے اور ہر ایک مین بچپت کی فوج ضرورت کے وقت کام کرنے کے واسطے رکھی گئی – چار ہزار سوار بچپت مین رہتے تھے[۱] – اسی طرح پر چارہ اور غلہ اور سامان کا انتظام کیا گیا اور اس انتظام کا خرچ صوبہ کے خراج پر پہلا خرچ ہوتا تھا[۲]

گھوڑون اور اونٹون کا ایک بڑا ذخیرہ نہایت کوشش سے جمع رکھتے تھے جو شخص خود اپنے واسطے انتظام نہ کر سکتا اُس کو گھوڑا دیتے اور عہد لیتے کہ دانستہ گم نہ کرے گا اور کمی خوراک سے ضایع نہ کرے گا لیکن اگر لڑائی مین مارا جائے تو وہ ذمہ دار نہین ہوتا – اور سال بھر مین چالیس ہزار اونٹ سواری کے لیئے دے دیتے تھے[۳]

کوفہ اور بصرہ اور قاہرہ بھی درحقیقت چھاؤنیان تھین اور اسی غرض سے مقرر ہوئی تھین – اُن کی آب و ہوا کے خراب ہونے کے سبب سے سپاہیون کی صحت مین فرق آنے لگا تھا – ایک دفعہ جب ایک جماعت اہل لشکر کی حضرت عمرؓ کے سامنے گئی تو اُنھون نے اُن کے چہرون پر زردی اور کمزوری دیکھ کر حیران ہو کر اس کا سبب پوچھا – اونھون نے جواب دیا کہ مدائن شہر اور اُس کی آب و ہوا عرب کی طبایع کے موافق نہین ہے – حضرت عمرؓ نے یہ سن کر کسی ایسے صحت بخش اور موافق آب و ہوا والے مقام کے تلاش کرنے کا حکم دیا کہ ریگستان کی ہوا وہان سے گذرتی ہو

---

[۱] اٹلس اوف خلافت صفحہ ۱۳۱ – [۲] اٹلس اوف ارلی خلافت صفحہ ۱۳۲ – [۳] ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفا جلد دوم باب سیاست فاروق اعظم –

اور قریب ہو اور عمدہ اور صاف پانی کے نزدیک ہو اور مدینہ اور اُس مقام کے درمیان کوئی دریا یا ایسی چیز حائل نہو جو مدد کے فوراً وہان پہونچنے کو روکتی ہو سعد بن ابی وقاص نے کنار ریگستان کے ہر ایک طرف تلاش و تجسس کی اور کوفہ کے میدان سے بڑھکر بہتر کوئی مقام اون اوصاف سے متصف نہ پایا۔ جو حیرا کے قریب اور دریاے فرات کی مغربی شاخ پر واقعہ تھا حضرت عمرؓ نے بھی اس انتخاب کو پسند کیا اور لوگون کو وہان چلے جانے یا مدائن مین رہنے کا اختیار اور اجازت دی۔ لوگ گروہ کے گروہ وہان جانے لگے۔ اور گھاس پھوس اور نرسل اور مٹی گارے سے مکان بنا لینے کی اجازت دی ۱۷ھ ہجری کا سال تھا وہ اس بات کے نہایت مخالف تھے کہ مستقل رہائش کے واسطے وہان پختہ اور دیرپا مکان بنائے جائین لیکن جب کئی دفعہ آتش زدگی کی وارداتین ہوئین اور مکان جل اُٹھے تو آخر حضرت عمرؓ نے اینٹ سے پختہ مکانات بنانے کی اجازت دیدی۔ اور لکھا کہ "یہ عارضی لشکر گاہ صرف مجاہدین کی رہائش گاہ ہے لیکن اگر تم وہان زیادہ مستقل رہائش اختیار کرنا چاہتے ہو تو خیر اجازت ہے۔ مگر کوئی شخص تین سے زیادہ مکان نہ بنائے اور نہ رسول اللہ صلعم کے گھر سے زیادہ شان اور آراستگی رکھے"۔ اِس حکم پر شہر از سر نو بنایا گیا اور بازارون کو سیدھا کر کے باقاعدہ بنایا گیا۔ مرکز مین ایک بڑا چوک جامع مسجد کے واسطے رکھا گیا جہان آخر ایک نہایت عظیم الشان مسجد بنائی گئی۔ تجارت کی منڈی کے واسطے ایک اور چوک صاف رکھا گیا اور ہر ایک شخص کو اوس کی ضرورت کے موافق زمین دی گئی۔

منڈی کے قریب سعد نے ایک عالی شان مکان اپنے رہنے کے واسطے بنوایا۔ حضرت عمرؓ نے جب سنا کہ سعد نے ایک قلعہ نما مکان بڑے دروازہ والا بنوایا ہے تو ناراض ہوئے اور محمد بن مسلمہ کو اوس دروازے کے توڑ دینے کا حکم دے کر بھیجا۔ اور سعد کو لکھا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے اپنے لیئے ایک محل بنوایا ہے جو تیرا قلعہ کہلاتا ہے اور اپنے اور لوگون کے درمیان ایک بڑا دروازہ بنایا ہے۔ یہ تیرا قلعہ نہین ہے بلکہ دوزخ کا قلعہ ہے تجھے خزانہ کی حفاظت کے واسطے ایک محفوظ مکان درکار ہے مگر اپنے رہنے کے واسطے ایسا مکان

ضروری نہین ہے جو تیرے اور خلق اللہ کے درمیان آمد و رفت کو روکتا ہو اور تجھ کو اُسے گرا دینا چاہیئے"۔

بصرہ خلیج فارس سے اوپر دریا کے کنارے پر واقعہ ہے اِس نواح مین بھی حضرت عمرؓ اِس علاقہ کے فتح ہونے کے بعد فتوحات کی حفاظت اور انتظام اور کسی مخالفانہ حملہ کی مدافعت کے واسطے ایک فوجی مقام قائم کرنا چاہتے تھے پہلے تو اُبلہ کے کھنڈرون پر مسلمانون کے کچھ گھر بن گئے اور وہین رہنے لگے مگر سمندر کے قرب کے سبب سے آب و ہوا موافق نہ تھی کئی دفعہ ردو بدل ہو کر آخر بصرہ کا پر فزا مقام پسند کیا گیا اور عتبہ بن غزوان نے قریبًا اُسی زمانے مین جب کوفہ بنا ہوا تھا اجازت لے کر اُسی وضع پر کچے سے پکے گھر بنائے۔ دونون شہرون کو معافیات اور اراضیات وقف دی گئین مگر چونکہ کوفہ کی آمدنی زیادہ تھی وہ رونق اور آبادی مین بصرے سے بڑھا رہا[۱]۔

ایک دوسرے مورخ کوفہ اور بصرہ کی آبادی اور رونق کی کیفیت کو اس طرح لکھتے ہین کہ "کوفہ اسلام کی وسعت اور تمدن کا گویا دیباچہ تھا اہل عرب کی روزافزون ترقی کے لیئے عرب کی مختصر آبادی کافی نہ تھی اِس ضرورت سے حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاص کو جو اُس وقت حکومت کسریٰ کا خاتمہ کر کے مداین مین اقامت گزین تھے خط لکھا کہ "مسلمانون کے لیئے ایک شہر بساؤ جو اُن کا دار الہجرت اور قرارگاہ ہو" سعد نے کوفہ کی زمین پسند کی ۱۷ھ مین اُس کی بنیاد کا پتھر رکھا گیا اور معمولی سادہ وضع کی عمارتین تیار ہوئین۔ اُسی وقت عرب کے قبائل ہر طرف سے آکر آباد ہونے شروع ہوئے یہان تک کہ تھوڑے دنون مین وہ عرب کا ایک خطہ بن گیا حضرت عمرؓ نے یمن کے بارہ ہزار اور نزار کے آٹھ ہزار آدمیون کے لیئے جو وہان جاکر آباد ہوئے تھے وظیفے مقرر کر دیئے چند روز مین جمعیت کے اعتبار سے کوفہ نے وہ حالت پیدا کی کہ جناب فاروقؓ کوفہ کو "رمح اللہ" "کنز الایمان" "جمجمۃ العرب" فرمایا کرتے تھے اور خط لکھتے تو اِس عنوان سے

---

[۱] علامہ شبلی کی کتاب سیرۃ النعمان صفحہ ۳۲ –

لکھتے تھے۔ "الیٰ راس الاسلام - الیٰ راس العرب۔ حضرت علیؓ نے اس شہر کو دار الخلافت قرار دیا صحابہ مین سے ایک ہزار پچاس شخص جن مین چوبیس وہ بزرگ تھے جو غزوہ بدر مین رسول اللہ کے ہمرکاب رہے تھے وہان گئے اور بہتون نے سکونت اختیار کرلی۔ ان بزرگون کی بدولت ہر جگہ حدیث وروایت کے چرچے پھیل گئے تھے اور کوفہ کا ایک ایک گھر حدیث وروایت کا درس گاہ بن گیا تھا۔

بصرہ بھی اُسی مقدس خلیفہ کے حکم سے آباد ہوا تھا اور وسعت علم اور اشاعت حدیث کے اعتبار سے کوفہ کا ہم سر تھا۔ یہ دونون شہر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی طرح علوم اسلامی کے دار العلم خیال کیے جاتے تھے سفیان بن عیینہ جو ایمہ حدیث مین شمار کیے جاتے ہین اکثر فرماتے تھے کہ مناسک کے لیئے مکہ۔ قرأت کے لیئے مدینہ۔ اور حلال وحرام یعنی فقہ کے واسطے کوفہ ہے۔

کوفہ اور بصرہ کی رونق اور آبادی کی ترقی درحقیقت تعجب انگیز تھی۔ تھوڑے ہی زمانہ مین آبادی کی نوبت لاکھون تک پہونچ گئی۔ اور ان نوآباد شہرون مین سلطنت کے دعویدارون کی قسمتون کے فیصلہ ہونے لگے۔

سر ولیم میور نے جو ریماک کوفہ اور بصرہ پر کیا ہے وہ پڑھنے کے لائق ہوگا کہ "کوفہ اور بصرہ کو جو اپنی بنا مین ایسے عدیم المثال تھے خلافت اور خود اسلام کی قسمتون پر حیرت انگیز اثر حاصل تھا۔ آبادی کا بڑا حصہ جزیرہ نما سے آیا اور خالص عرب کی نسلون سے۔ جو قبائل معہ اپنے کنبون کے ایران کے شکار کے واسطے عراق عرب کی طرف سیلان دریا کی طرح امڈے چلے آتے تھے وہ خصوصًا ان دونون شہرون مین آباد ہوتے تھے۔ کوفہ مین یمن اور جنوب کے قبائل زیادہ تر آباد ہوتے تھے اور بصرہ مین شمال کے بہت جلد وہ دو بہت بڑے اور پر رونق شہر ہوگئے جن مین سے ہر ایک مین دو لاکھ اور ڈیڑھ لاکھ متنفس سے کم نہ ہون لگے۔ اسلام کے

ؔ۱ یہ آبادی کا شمار مورخ مذکور نے بلاذری کے قول سے اخذ کیا ہے جو اس نے سنہ ھ مین زیاد کے وقت مین کوفہ مین اسی ہزار سپاہی اور ایک لاکھ بیس ہزار کنبون اور بصرہ مین ساٹھ ہزار سپاہی اور اسی ہزار کنبون کے موجود

ادب۔ مذہب اور ملکی معاملات پر باقی تمام اسلامی دنیا کا اثر نہ تھا جتنا کہ اِن دو شہرون کا تھا۔ جنگی خدمت گاہ بہ گاہ کرنی پڑتی تھی اور باقی وقت بے کاری مین گذرتا تھا جس کو وہ امور تمدن کے جوڑ توڑ کے مشورون مین گذارتے تھے اور وقت کے معاملات پر بحث کرتے وقت گذشتہ ایام کی طرف جا نکلنا بہت پسند کرتے تھے اور لڑی ہوئی لڑائیون کو پھر پھر لڑتے تھے جس سے روایت کا سلسلہ اور اختلاف پیدا ہوا ہے لیکن یہ مباحثے بعض اوقات قبائل کی باہمی رقابت اور خانگی بدنامیون تک پہونچ جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ لوگ فتنہ انگیز اور فسادی ہو گئے اور یہ دونو شہر مفسدہ اور ہنگامہ کی جگہ ہو گئے۔

یہ فتنہ جو حضرت عمرؓ کے دانشمند اور مضبوط ہاتھون نے روکے اور دبائے ہوئے تھے کم زور خلفا کے وقت مین برانگیختہ ہو گئے اور اسلام کے اتفاق اور یک جہتی کو چیر ڈالا اور تکلیف اور مصیبت کے وقت لے آئے“۔

قاہرہ بھی اسی طرح بنایا کر آباد ہوا ہے مصر کو فتح کر کے عمرو بن العاص سکندریہ کو اپنا صدر مقام قرار دینا چاہتا تھا مگر حضرت عمرؓ نے لشکر سے اتنی دور اور ایسے مقام پر رہنا جس کے راستہ مین دریا کی کئی شاخین حائل ہون ناپسند کیا۔ اِس لیئے وہ شمالی مصر کو واپس آگیا۔ عربون کی ایک جماعت دریائے نیل عبور کر کے مغربی جانب مقام غزیہ پر جا رہی حضرت عمرؓ نے اِس شرط پر وہان رہنے کی اجازت دی کہ ایک مضبوط قلعہ فوج کی حفاظت کے واسطے بنا لیا جائے۔ فوج کا صدر مقام ممفس کے قریب مقرر کیا گیا جہان فسطاط (فستات) کے نام سے جس کے معنی لشکر گاہ کے ہین ایک چھاؤنی قائم ہو گئی اور تھوڑے ہی عرصہ مین وہ عظیم الشان شہر پیدا ہو گیا جو قاہرہ کے نام سے مصر کا دارالسلطنت ہے عمرو بن العاص نے وہان ایک عظیم الشان مسجد کی بنا رکھی جو اب تک اُن کے نام سے مشہور ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) ہونے کی لکھی ہے سر ولیم میور کی اپنی رائے یہ ہے کہ تمام غیر اقوام وغیرہ کی آبادی مل کر ہر ایک شہر مین تین لاکھ سے کم نہ ہو گی —

غرض حضرت عمرؓ کے فوج اور ملک کے پرحکمت اور شائستہ انتظام سے جو عجائبات پیدا ہوئے اُن مین سے کوفہ اور بصرہ اور قاہرہ بھی تھا۔

حضرت عمرؓ کا ایک مستقل اور مستحکم انتظامی اصول عموماً اور فوج کی نسبت خصوصاً عرب کی شان طرز معاشرت اور سادگی کی عادات قائم رکھنے کا تھا۔ جیسے کہ وہ عربون کے ممالک غیر مین آباد ہونے یا جاگیر پیدا کرنے کے مخالف تھے ویسے ہی وہ اُن کے اپنی سادگی اور سادہ طرز معاشرت چھوڑ کے دوسرے ممالک کی عادات اختیار کرنے سے عیش وعشرت مین پڑ جانے کے خوف سے سخت مخالف تھے۔

فوج کے انتظام کے بعد صیغۂ مال۔ دیوانی خراج محاصل اور محصولات وغیرہ کا انتظام تھا۔ کوئی شخص دنیا مین اس حیرت ناک امر کو تعجب کے بغیر نہ سنے گا کہ حضرت عمرؓ کی دس سالہ خلافت کے زمانہ مین جو ممالک اور صوبہ فتح ہوگئے تھے اُن کا مجموعی رقبہ ہمارے وسیع ملک ہندوستان کے رقبہ کے قریب ہوگا اور اگر عرب کا رقبہ بھی اُس مین شامل کرلیا جائے تو روس کو خارج کرکے باقی تمام یورپ کے رقبہ سے زیادہ ہوگا اتنی بڑی سلطنت کا جو اس قدر جلد فتح ہوئی انتظام کرلینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اور ہم یہ نہین کہتے کہ حضرت عمرؓ کما حقہ انتظام کرلینے مین کامیاب ہوئے بلکہ یہ دکھانا چاہتے ہین کہ جو اصول نظم ونسق کے اُنھون نے اختیار کیئے تھے اُس سے بہتر اور شائستہ اصول ہو سکتے تھے یا نہین حضرت عمرؓ کا اپنے کام پر اختیار تھا مگر وقت پر اختیار نہین تھا۔ اُن کو صرف اوس بنیاد کے قائم کرنے کی مہلت ملی جس پر کہ اسلامی سلطنتون کی عظیم الشان عمارتین بنائی گئین۔ اگر اُن مین کوئی نقص تھا تو وہ اوس بنیاد سے تجاوز کر جانے کا تھا۔

فتوحات کے عقب مین ممالک مفتوحہ کا سول یعنی دیوانی انتظام تھا۔ اس قسم کے انتظام کے واسطے تقسیم ممالک کی ضرورت تھی مگر کوئی نئی تقسیم زیادہ تر نہین کی گئی۔ اُن اور صوبہ جات مین جن مین کہ وہ پہلے تقسیم تھے اُن کو منقسم رہنے دیا اور ہر یا ضلع کا صدر مقام تھا عمال مقرر کرکے بھیجے۔ یہ عمال عموماً چار قسم کے تھے

انتظام کل امور ریاست اور فوج کا انتظام تھا۔ دوسرا قاضی جو انفصال مقدمات اور عدالت
کا کام کرتا تھا تیسرا تحویلدار جس کی سپردگی مین خزانہ رہتا تھا۔ چوتھے وہ علما جو مذہب کی
تلقین اور وعظ کی غرض سے بھیجے جاتے تھے۔ اون کے اپنے اپنے کام علٰحدہ علٰحدہ تھے اور
ہر ایک اپنے کام کے واسطے جوابدہ تھا اس طرح پر عہدون اور اختیارات کو تقسیم کیا اور
بڑی دانشمندی کا کام عام انتظامی اور مالی اختیارات اور عدالت کا جدا کر دینا تھا جس کی ضرورت
اس شایستگی کے زمانہ مین بھی معقول تحثین پیش کی جاتی ہین —

ملک کا باقاعدہ بندوبست شروع کیا عثمان بن ضیف اور حذیفہ بن یمان کو پیمائش کرنے
کے کام پر مقرر کیا۔ سواد کے کل اضلاع کی پیمائش تین کرور ساٹھ لاکھ جریب ہوئی اسی طرح پر
عراق وشام تک اس سلسلہ کو وسعت دی اور ایک باقاعدہ اصول اور شرح کے موافق خراج اور مالگزاری
مقرر ہوئی۔ یہ شرحین حیثیت اراضی کے موافق مختلف تھین[1]۔ مگر عام شرحین لگان کی حسب
ذیل تھین —

نخلستان فی جریب یعنی پون بگھہ پختہ — ۱۰ درہم (بعض روایات مین پانچ درہم)۔

انگور	؍؍	۱۰ - درہم —
نیشکر	؍؍	۶ - درہم —
گیہون —	؍؍	ایک درہم ایک صاع غلہ (پونے چار سیر)۔
جَو —	؍؍	ایک درہم وصاع غلہ —
روئی —	؍؍	۵ - درہم —

مصر کا خراج فی جریب ایک دینار مقرر ہوا اور عمرو بن العاص نے جو مصر کے امیر تھے یہ
کہ اس شرح سے کبھی زائد نہ لیا جاوے گا۔ اس لحاظ سے مصر کا بندوبست
استمراری ہے۔ ان شرحون مین بھی اکثر کمی اور تبدیلی ہوتی رہتی تھی[2] لیکن یورپ کا

[1] فاروق اعظم — [2] المامون حصہ دوم صفحہ ۱۹ —

سوئخ اعظم اس مقام کے ذکر مین لکھتا ہے کہ "ایران کا انتظام آدمیون مویشیون اور زمینون کی پیداوار اور پھلون کے عملی حساب اور پیمائش پر رکھا گیا خلافت کا یہ قابل یادگار کام جس سے خلیفون کی ہوشیاری اور خبرداری معلوم ہوتی ہے ایسا تھا کہ ہر زمانہ کے حکیم اور فلاسفر اُس سے سبق اور ہدایت حاصل کر سکتے تھے[۵]"

مال تجارت پر محصول مقرر کیا گیا۔ یہ محصول مسلمانون سے زکوٰۃ کی مختلف شرحون سے لیا جاتا تھا۔ ذمیون سے پانچ روپیہ فیصدی کے حساب سے اور حربیون سے دس روپیہ فی صدی کی شرح سے لیکن زکوٰۃ کی طرح یہ محصول سالانہ ہوتا تھا اور سال مین اُسی مال پر پھر محصول نہین لیا جاتا تھا اگر غلطی سے لیا جاے تو واپس کر دیا جاتا تھا۔ ان محصولون کے وصول کرنے کے واسطے ایک جدا عملہ مقرر تھا جن مین بصرہ کی سمندر کی پیداوار کا محصول وصول کرنے والے عمال بھی شامل ہین۔

جزیہ صلح اور ذمہ داری حفاظت کا ٹیکس تھا۔ اُس کی مختلف شرحین تھین مگر چار درہم ماہوار سے زیادہ نہین لیا جاتا تھا۔ عام شرحین ایک درہم اور دو درہم ماہوار تھے۔ لیکن بیس برس سے کم اور پچاس برس سے زیادہ عمر والون اور عورتون اور مفلوج معطل العضو۔ نابینا۔ مجنون مفلس یعنی جس کے پاس دوسو درہم سے کم عموماً سب کو معاف تھا۔

سر ولیم میور نے پراونشل اور سول اڈمنسٹریشن کو نہایت اختصار سے ان الفاظ مین بیان کر دیا ہے کہ "فتوحات کے پیچھے سول (دیوانی) انتظام کیا گیا۔ عراق عرب مین نہرون کو جال کی طرح پھیلا دینے کا کام ہاتھ مین لیا گیا۔ دجلہ اور فرات کے بند اور پشتے جو زمانہ دراز سے فراموش ہو گئے تھے اُن کا انتظام دو جدا جدا خاص افسرون کے سپرد کیا گیا۔ شام اور عراق کی ایک ایک کھیت کی پیمائش کی گئی اور ریاست اور رعایا کی دونون کی قسم کی اراضی پر ایک معین اور یکسان قاعدہ کے موافق لگان مقرر کیا گیا۔ عراق مین دہقانون یا بڑے جاگیردارون کی نیابت سے

[۵] ہسٹری اوف سراسینس مؤلفہ گبن واوکلی صفحہ ۴۲۔

جیسا کہ ساسانیون کے وقت مین دستور تھا پولیس اور خراج کے انتظام مین بدلی گئی۔"[۵۱]

غرض ملک کی آبادی اور سرسبزی اور امن وآسائش کو ترقی دینے کے واسطے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا گیا۔"جو لوگ اپنی زمینون اور املاک کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اون کے واپس بلانے کے واسطے حکم بھیجا اور ایک خفیف اور معتدل خراج مقرر کر کے اُن کو اپنی زمینون اور املاک مین ذمیون کے نام سے نہایت پختگی سے آباد کر دیا۔[۵۲]"

اہل عرب کی درخواستین شام اور عراق کی زمینین ضبط کر کے اُن کو دی جانے کی نامنظور کین[۵۳]۔" اُن کی ناراضی بھی گوارا کر لی مگر صحراے شام کے کنارون سے لے کر ایران کے سلسلۂ کوہ تک کسی ایک ٹکڑہ اراضی کی فروخت وغیرہ منع کر دی گئی۔ اِس طرح پر اصلی مزارعین اور رعایا کے واسطے دوگونہ حفاظت کا انتظام ہو گیا جو کسی صورت مین بھی اپنی زمینون اور املاک سے خارج نہین کیے جاتے تھے پس ملک اپنے اصلی کاشتکارون کے ہاتھ مین رہ کر اور پرورش پا کر سرسبز اور زرخیز اور مستقل خراج کا ذریعہ ہو گیا۔[۵۴]"

آب پاشی کے کام کو اعلی شایستگی کی دانشمندی سے نہایت سرگرمی سے ترقی دی گئی جو ترقی زراعت کا اصول اور جڑ تھی۔

فتوحات کی وسعت اور فوج کشی کو کئی دفعہ روک کر امن وآبادی اور زراعت کے کام مین مصروف ہونے کا حکم دیا۔ ہرمزان کو جب ایک دفعہ شکست دے کر سردار لشکر عرب نے اُس کا تعاقب کرنے اور سامنے کے ملک پر قبضہ کر لینے کی اجازت چاہی تو حضرت عمرؓ نے اجازت نہ دی اور حکم دیا کہ آب پاشی کے وسائل اور کام کی درستی اور ترقی اور خوزستان کی قابل زراعت زمینون کی نوآبادی اور زراعت کرانے مین مصروف ہو[۵۵]۔" تمام علاقہ مین نہرون کو جال کی طرح پھیلا دیا۔[۵۶]

[۵۱] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۳۰ [۵۲] انلس اوف خلافت صفحہ ۱۹۴ [۵۳] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۱۹۵ — [۵۴] انلس اوف خلافت صفحہ ۱۹۵ [۵۵] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۵۱ — [۵۶] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۱۳۰ —

اور حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ غنیمت سے خراج اچھا ہے۔[۵۱] یعنی فتوحات کی جانب توجہ کرنے سے زیادہ ضروری زراعت اور آبادی اراضی مین مصروف ہونا ہے۔

تجارت کی ترقی کے واسطے بھی ایسے ہی آزادانہ اور شایستہ اصول اختیار کیئے گئے غیر ممالک کے باشندون یعنی اہل حرب یا حربیون کو اپنے ممالک مفتوحہ مین آنے اور آزادی سے تجارت کرنے کی اجازت دی اور اُن کی حفاظت کے خود ذمہ دار ہوئے مثلاً اہل منبج نے اسی غرض سے درخواست بھیجی تو اوس کو منظور کر کے اجازت دیدی۔[۵۲]

پولیس[۵۳] اور ڈاکخانہ وغیرہ کی ضروریات کا مناسب انتظام کیا۔ سر ولیم میور خالصہ جاگیرات کو بیت المال مین شامل کرنے کی وجہ مین لکھتے ہین کہ "نہرون کے اوس عظیم سلسلہ کی ضروریات اور ڈاکخانہ اور دوسری قسم کی خدمات کا خرچ آمدنی خراج پر تھا[۵۴]"۔

رفاہ عام کے کام بھی نہایت شایستہ اصولون پہ اختیار کیئے گئے۔ کعبہ کے احاطہ کی وسعت زیادہ کردی اور حرم کے نشانون کی تجدید کی۔[۵۵] اور بڑے چوک کی تعمیر کی ابتدا کی گئی جو تمام اقوام کے عبادت گاہ ہونے کے لائق ہو۔[۵۶] جو مکانات احاطہ کعبہ کے بہت قریب تھے اور ساتھ مل گئے تھے اُن کو معاوضہ دے کر اُٹھوا دیا گیا۔[۵۷]

مکہ سے لے کر مدینہ تک سڑک پر سایہ اور پناہ کا انتظام کرایا گیا اور حاجیون اور مسافرون کے ٹھہرنے کے واسطے مکانات تعمیر کرائے گئے۔[۵۸] جہان جہان کوئین موجود تھے اور بھر گئے تھے یا بند ہو گئے تھے اُن کو صاف کرایا گیا اور جہان پانی نہ تھا وہان کنوئین کھودوا دیے گئے۔[۵۹] اور تمام کنوئین اور چشمہ قریب کے قبائل کی ذمہ داری مین سپرد کر دیئے گئے۔[۶۰]

---

۵۱ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۶۳ ـ ۵۲ ازالۃ الخفا باب سیاست۔ ۵۳ انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۳۰۔
۵۴ انلس اوف دی خلافت صفحہ ۱۹۵۔ ۵۵ ازالۃ الخفا و انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۶۳ ۵۶ انلس اوف خلافت صفحہ ۱۶۳۔ ۵۷ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۶۳۔ ۵۸ ازالۃ الخفا باب سیاست و انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۶۳۔
۵۹ ازالۃ الخفا باب سیاست۔ ۶۰ انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۶۳

مسجد نبوی کو زیادہ فراخ کر دیا گیا ۔ اور اُس مین فرش بچھانے کا انتظام کیا ۔ سڑکین اور راستے نکالے گئے اور آمد و رفت کے وسائل کو ترقی دی گئی ۔ نئے شہر اور مکانات تعمیر اور آباد کرائے گئے ۔ نہرین کھود وائی گیئن ۔ دریاؤن پر پلین بنائی گیئن ۔ اور مسجدین تعمیر کرائی گیئن ۔ ایک ہزار چھتیس شہرون مین جو بقول ایک مورخ کے معہ اپنے توابع اور ملحقات کے فتح ہوئے چار ہزار مسجدین تعمیر کرائی گیئن اور نو سو ممبر جامع مسجدون کے محرابون مین رکھوائے گئے ۔ [۱]

ایک بڑا عظیم الشان کام حضرت عمرؓ کے زمانہ کا بحر احمر اور دریاے نیل کے پانیون کو ایک بہت بڑی نہر سے ملا دینے کا تھا جس سے مصر اور عرب کی باہمی تجارت مین بہت بڑی ترقی ہو گئی انگریزی مورخ اس کی کیفیت اس طرح پر بیان کرتا ہے کہ " ایک قابل یادگار کام جو عمرو بن العاص نے سکندریہ سے فسطاط کو واپس آکر شروع کیا اوس سے مصر سے عرب کو غلہ بھیجے جانے کے وسائل نہایت سہل ہو گئے ۔ قدیم زمانہ مین جو شمالی مصر مین دریاے نیل اور بحر احمر کے درمیان سویز پر آمد و رفت کا ذریعہ تھا اس کی تجدید کر دی گئی ۔ یہ بڑی نہر دریا کی سب سے مشرقی شاخ سے بلبیس کے قریب سے شروع ہو کر وادی تملات سے گذر کر اور تمسیہ کے قریب کھاری جھیلون مین سے ہوتی ہوئی نہر سویز کے نچلے حصہ کے پاس بحر احمر سے جا ملی قدیم اور جدید نہر کے مفصل حالات معلوم نہین ہوئے مگر اس مین شبہہ نہین کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت مین قاہرہ سے عرب کے کنارون تک جہاز آتے تھے اور دونون ملکون کے درمیان باقاعدہ آمد و برآمد قائم ہو گئی تھی خود خلیفہ نے مدینہ کے بندر ینبوع پر جا کر اپنی آنکھون سے جہازون کو وہ اسباب اُتارتے ہوئے دیکھا جو مصر کے منارون کے سایہ کے تلے اون پر لادے گئے تھے ۔ یہ نہر اسی برس تک جاری رہی اور پھر ریت اور مٹی سے بھر جانے سے چھوٹ گئی ۔ [۲]

شمار تاریخ اور سنین کے واسطے حضرت عمرؓ نے اسلامی سنہ ہجرت سے مقرر کیا جو سنہ ہجری کے نام سے اسلام کے ساتھ باقی رہے گا ۔

---

[۱] ازالۃ الخفا بسند روضۃ الاحباب ۔ [۲] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۰۵ ۔

اِس سے پہلے سالون کا شمار مختلف طریقون سے ہوتا تھا۔ اُسمین باقاعدگی اور صحت پیدا کرنے کے واسطے سنہ ہجری مقرر کیا۔ ہجرت اگرچہ چوتھی ماہ ربیع الاول کو ہوئی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے ماہ محرم کی پہلی تاریخ سے سال کا حساب شروع کیا جو اب تک بدستور رائج ہے۔

غرض حضرت عمرؓ نے سلطنت اور خلافت کی بنا ایسے شائستہ اصولون پر رکھی اور ایسے شائستہ اصول اختیار کیئے کہ کوئی مہذب سے مہذب گورنمنٹ بھی اُس سے بہتر اصول رکھنے کا فخر نہین کرسکتی۔ قوانین کا بنانا۔ فوج کا انتظام۔ پولیس۔ اشاعت مذہب کی تدبیرین۔ ڈاک خانہ۔ باقاعدہ مالگزاری۔ انتظام ملک کے محکمہ اور انصاف کی عدالتین۔ رعایا کی خبرگیری۔ ارضی وسماوی آفات قحط و وبا کا انتظام۔ یہی چیزین ہین جن پر ہر ایک مہذب سلطنت کی بنا ہے۔

قانون اور عدالت کا ذکر ہم آیندہ کرین گے۔ لیکن اِس باب کے ختم کرنے سے پہلے ہم اُن ناگہانی آفتون قحط اور وبا کے انتظام کا ذکر کرین گے جس سے مقابلہ کرنے کے واسطے کسی سلطنت کی تاریخ مین اُس سے بہتر نظیر نہین پائی جاسکتی۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کا پانچوان سال قحط اور وبا کی دوگونہ آفات کے وبال سے تاریک ہوگیا اِس سال کو سال رمادہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے غالباً اِس وجہ سے کہ حجاز کی گرم اور خشک ہوا نے تپی ہوئی اور جلی ہوئی زمین کی مٹی اور خاک کو اُڑا کر آسمان کو گرد وغبار سے آلودہ کردیا تھا جزیرہ نما کے شمالی نصف مین قحط اور خشکی اس شدت سے نمودار ہوئی کہ قدرتی روئیدگی کی سبزی اِس طرح جل کر راکھ ہوگئی جیسے اُس کے اوپر آگ جلادی جاتی ہے۔ ریگستان کے وحشی اور جنگلی جانورون کو بھوک اور ضرورت نے ایسا مجبور اور مانوس کردیا تھا کہ بیدھڑک انسان کے پاس چارہ تلاش کرنے کو دوڑے آتے تھے۔ گلے اور ریوڑ جانورون کے بھوک سے مرگئے یا ایسے دُبلے ہوگئے کہ پوست واستخوان کے سوا اُن مین کچھ نہ رہا جو انسان کی غذا کے کام آتا۔ بازار خالی اور ویران ہوگئے۔ لوگ محصور فوج کی تنگی کی آخری نوبتون پر پہونچ گئے اور تکلیف اور مصیبت کی کوئی حد نہ رہی۔ قبائل اعراب کے طائفہ مدنیہ مین

اکر جمع ہو گئے اور اوس مصیبت اور تکلیف کو اور بھی بڑھا دیا [۱]

حضرت عمرؓ نے خواب و خورش اپنے پر حرام کر لی اور مسلمانون کی خبر گیری اور اس مصیبت کو دفع کرنے کے واسطے کمر ہمت باندھ لی۔

بیت المال مین جو کچھ کہ تھا یا آتا تھا آخری درہم تک مساکین اور محتاجون مین تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اور جو لوگ غلہ کو بند رکھنے کا کام کرتے تھے اون کو اس حرکت سے روک کر غلہ کی فروخت کرائی جاتی تھی۔ آسودہ مسلمانون کے گھرون کے ساتھ محتاج لوگون کو شامل کر دیا اور اون کی خبر گیری کا ذمہ دار ٹھہرایا [۲] اور دور و نزدیک کے تمام امیرون اور عمال کو حکم بھیجا کہ غلہ جس قدر ممکن ہو مدینہ کی طرف روانہ کرین اور انھون نے بھی اس مصیبت کے دفعہ کرنے مین بہت کوشش اور ہمت اور جلدی سے مدد دی۔ کوئی کوشش اس مصیبت کے دور کرنے مین حضرت عمرؓ نے اٹھا نہ رکھی [۳]۔ اور اطراف کے امیرون مین ابو عبیدہ بن جراح شام سے چار ہزار اونٹ غلہ کے لاد کر لے آئے جو محتاجون اور قحط زدہ لوگون مین دست بدست تقسیم کر دئیے گئے [۴] عمرو بن العاص نے مصر سے خشکی اور تری دونون کے راستہ سے غلہ بھیجا اور عراق سے بھی امداد ہوئی بے شمار جانور ذبح اور حلال کر کے اہل مدینہ اور قحط زدہ مخلوق کو کھلا دئیے گئے حضرت عمرؓ کے ممالک غیر سے غلہ منگوانے اور فراہم کرنے کی کوششون کی کامیابی اس روایت سے ظاہر ہے کہ چند ہی روز مین مصر اور عرب کا نرخ برابر ہو گیا [۵]

جس قدر کہ اپنے وسائل سے اس مصیبت کے دفع کرنے کی کوشش کی جاتی تھی اوس سے زیادہ خداوند کریم سے اس بلا کو دور کرنے کے واسطے دعائین مانگتے تھے۔ یہان تک کہ آخر نو ماہ کی تکلیف اور امتحان کے بعد خدا نے باران رحمت سے فضل کیا اور اس مصیبت سے نجات ملی گھاس اور سبزی بہت جلد اگ آئی اور قبائل اعراب اپنے اپنے گھرون کی طرف رخصت کر دئیے گئے [۶]

---

[۱] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۳۲۔ [۲] ازالۃ الخفا باب سیاست [۳] ازالۃ الخفا باب کلمات [۴] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۳۲ [۵] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۳۳ [۶] ازالۃ الخفا باب سیاست۔

اس مصیبت سے ایک یہ فائدہ حاصل ہوگیا کہ ممالک شمالی اور عرب کے درمیان مستقل آمد ورفت اور تجارت کھل گئی اور حجاز کے بازارون مین زمانۂ دراز تک شام اور مصر کا غلہ فروخت ہوتا رہا[۱]

حضرت عمرؓ نے جس مصیبت اور تشویش و تردد سے یہ دن کاٹے وہ خلق اللہ کی ہمدردی خبر گیری اور غمخواری کی ایک بے نظیر مثال ہے۔ انھون نے عہد کر لیا تھا کہ جب تک مخلوق خدا کو آسائش اور کشائش نہ حاصل ہوگی گوشت اور گھی اور دودھ نہ استعمال کرون گا۔ چنانچہ[۲] ایسا ہی کیا۔ ایک دفعہ اون کے غلام نے نہایت گران قیمت کو گھی اور دودھ خریدا حضرت عمرؓ نے اوس کو محتاجون مین تقسیم کرنے کے واسطے بھیج دیا اور کہا کہ مین کوئی چیز جو مہنگی آوے کی استعمال نہ کرون گا۔ کیونکہ پھر مجھے مسلمانون کی تکلیف اور مصیبت کی خبر نہ رہے گی[۳]۔

زیتون کے ساتھ روٹی کھاتے تھے۔ ایک دن جب اون کا کھانا سامنے آیا تو ایک اونٹ کے گوشت مین سے جو اس روز ذبح کیا گیا تھا اچھا گوشت چھانٹ کر اون کے واسطے پکا کر ایک پیالہ مین لایا گیا مگر اونھون نے اوس کے کھانے سے انکار کیا اور کھانا منگوایا۔ اور اوس گوشت کو اپنے یرفا غلام کو کہا کہ فلان گھر مین جو تمنع مین ہے جا کر دے آ۔ مین وہان نہین گیا اور وہ بھوکے ہون گے[۴]

اپنے بیٹے پر ایک دن کھیرا کھانے پر ناراض ہوئے اور گھوڑے کی سواری تک ترک کر دی قبائل اعراب کے اکٹھا ہو جانے سے ایک مدینہ کے کئی مدینہ بن گئے۔ حضرت عمرؓ کا معمول ہو گیا کہ دن اور رات گھر گھر اور کوچہ کوچہ اور اعراب کی جماعتون مین غلہ اور کھانا تقسیم کرتے ہوئے پھرتے اور اپنی ان تکلیفون کو راحت سمجھتے۔ بے شمار واقعات اون کی خدا ترسی۔ مخلوق کی محبت۔ اور ہمدردی۔ رعایا کی خبر گیری اور غمخواری۔ اور اپنے فرائض کو ایک ایسے عجیب غریب طریقہ مین ادا کرنے کے بیان کیے گئے ہین اور کتب سیر و تواریخ کے بہت سے صفحون کا

---

[۱] انلس اوف دی خلافت ۲۳۲ [۲] ازالۃ الخفا باب سیاست و انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۳۲ [۳] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۳۲۔ [۴] ازالۃ الخفا باب تصوف و سلوک۔ ذم الدنیا۔

دل چسپ مضمون ہین۔ مگر ہم ایک دو روایتون پر اکتفا کرین گے۔ غالبًا انھین دنون مین رات کو پھرتے ہوئے ایک گھر مین پہونچے جہان سے بچون کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ دیکھا کہ ایک عورت چولھے پر ہنڈیا رکھے ہوئے بیٹھی اُس کے نیچے آگ جلا رہی ہے اور بچے اُس کے گرد رو رہے ہین حضرتؓ عمر نے دروازے کے قریب ہوکر پوچھا کہ یہ بچہ کیون روتے ہین اُس نے جواب دیا بھوک سے تو کہنے لگے کہ یہ ہنڈیا آگ پر کیسی رکھی ہوئی ہے اُس نے کہا کہ بچون کے بہلانے کے واسطے اس مین پانی ڈال کر رکھ چھوڑا ہے کہ اس کو دیکھتے دیکھتے سو جائین گے یہ سُن کر حضرت عمرؓ کے آنسو نکل آئے اور روتے ہوئے بیٹھ گئے۔ پھر اُٹھ کر بیت المال کی طرف بھاگے اور ایک بوری کو اُس مین آٹا۔ اور گھی۔ اور چربی خشک کھجورین اور کچھ کپڑے اور درہم ڈال کر بھر لیا اور اسلم اپنے غلام کو کہا کہ یہ مجھے اُٹھوا دے اسلم نے کہا یا امیرالمومنین مین جو ساتھ ہون مین اُٹھاؤن گا حضرتؓ عمر نے کہا کہ خدا کے سامنے اس کا مین جوابدہ ہون مین ہی اُٹھاؤن گا۔ اسلم نے وہ بوجھا اُٹھوا دیا اور اُس کو لے کر اُس عورت کے گھر پہونچے۔ خود ہی اُس کی ہنڈیا مین کھانا چڑھایا اور بیٹھ کر آگ جلا کر پکایا۔ اسلم کہتا ہے کہ آگ کو پھونکنے مین اُن کی ریش دراز سے دُھوان نکل رہا تھا۔ جب کھانا پک گیا تو اُن بچون کو کھلا کر اور باقی غلہ وغیرہ اُن کو دے کر وہان سے چلے آئے۔[۱]

ابوہریرہ کہا کرتے تھے کہ فاروق کی قبر پر خدا کی رحمت نازل ہو کہ سال رمادہ مین مین نے اُن کو دیکھا کہ ایک چرمی تھیلہ طعام سے بھرا ہوا اپنی پیٹھ پر اُٹھائے ہوئے جا رہے ہین۔ ہاتھ مین ایک برتن ہے جس مین زیتون ہے۔ اسلم بھی اُٹھانے مین اُن کے ساتھ شریک ہے۔ مین بھی اُن کے ساتھ ہو لیا یہان تک کہ ہم چشمۂ ضرار پر پہونچے مین نے دیکھا کہ بنی محارب کے بیس خانہ بدوش وہان اُترے ہین اُن کے آنے کا سبب پوچھا اُنھون نے اپنی بھوک اور محتاجی بیان کی اُس وقت بوجھ کو اُتار کر زمین پر رکھا اور اُن کے

[۱] ازالۃ الخفا باب تصوف وسلوک ذم الدنیا۔

واسطے روٹی پکانے مین مصروف ہو گئے اور پکا کر کھلا دی اور لباس اور طعام کے کچھ اونٹ منگوا کر اُن مین تقسیم کر دیے[51]

یہ سلوک اُن کا رعایا اور غیر رعایا سب کے ساتھ برابر تھا دور دور دراز سے لوگ مزدوری اور تلاش معاش مین آتے تھے اُن کو کھانا اور کپڑا دیا جاتا تھا اور قحط کے رفع ہونے تک جب تک لوگ وہان ٹھہرے رہے اُن کی ہمیشہ خبر گیری کرتے اور اُن مین پھر کر اُن کی حاجتون کو رفع کر دیتے تھے[52] غرض نہایت جانفشانی اور مصائب برداری سے اپنی ذات پر تمام تکلیفین گوارا کر کے لوگون کی تکالیف کو رفع کرتے رہے۔ زیتون اور روٹی کے مدت تک کھانے اور دودھ گھی کے چھوڑ دینے سے حضرت عمرؓ کا چہرہ کی قدرتی تر و تازگی اور روشن اور صاف رنگ زردی اور سیاہی سے مبدل ہو گیا اور لاغر اور دبلے ہو گئے[53]

قحط کے بعد ۱۸ سنہ ہجری مین اُس سے بھی بری آفت وبا کی نمودار ہوئی۔ یہ وبا شام مین پیدا ہوئی اور حمص اور دمشق وغیرہ مقامات مین جو اہل عرب کے صدر مقام تھے عربون کی عزیز جانین اس آفت ناگہانی کا شکار ہو گئین۔ اور ملک مین ویرانی اور تباہی پڑ گئی۔ شام سے گذر کر صحرا سے گذرتی ہوئی یہی وبا عراق مین پہونچی اور بصرے تک اپنے مہلک پنجون سے شکار کر لیا۔ تمام طرف موت اور مصیبت گونج رہی تھی اُس کے بے رحم حملون کے سامنے چھوٹے اور بڑے خاص و عام کی کوئی تمیز نہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہ کو مدینہ بلا بھیجا مگر اُنھون نے مسلمانون کو اس مصیبت مین چھوڑ کر خود جان بچا کر چلا آنا منظور نہ کیا۔ ابو عبیدہ کا خط پڑھ کر حضرت عمرؓ کو نہایت رنج ہوا اور آخر کار خود شام مین جانے اور لوگون کی مصیبت مین شریک ہونے اور اوس کا سبب معلوم کرنے اور اوس کے دفعیہ کی کوشش کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اور مدینہ سے روانہ ہوے۔ حوالی تبوک پر مقام ینبوع پر ٹھہرے جہان اصحاب اور

[51] ازالۃ الخفا باب حکایات گشت [52] ازالۃ الخفا باب تصوف و سلوک ذم الدنیا۔ [53] الفس اوف خلافت صفحہ ۲۳۳۔ و ازالۃ الخفا۔

دوسرے خاص لوگ آگے سے آن ملے اور نہایت اصرار سے یہ صلاح دی کہ امیر المومنین وہان سے لوٹ جایئن۔ حضرت عمرؓ نے آخر اس صلاح کو مان لیا اور مدینہ کو واپس چلے آئے یہی وہ موقع ہے جب کہ بعض لوگون نے حضرت عمرؓ سے کہا تھا کہ آپ خدا کے حکم سے بھاگتے ہین اور انھون نے جواب دیا تھا کہ ہان خدا کے حکم سے خدا کی حکم کی طرف بھاگتا ہون۔

حضرت عمرؓ گو خود چلے آئے مگر کیفیت دریافت کرکے ابو عبیدہ کو حکم دے آئے کہ وبائی شہرون سے تمام لوگون سمیت اوٹھ کر صحرا کے بلند اور مرتفع مقامات پر چلے جایئن۔ ابو عبیدہ اس حکم کے مطابق لوگون کو لے کر حوران کی پہاڑیون کی طرف روانہ ہوئے ابو عبیدہ کا راستہ ہی مین وبا سے انتقال ہوگیا۔ مگر حوران مین پہونچ کر وبا جاتی رہی۔ اس وبا سے جو نقصان ہوا وہ پچیس ہزار جانون تک بیان کیا جاتا ہے[۱]۔ مدینہ کے گھرون پر تباہی پھر گئی اور بہت سے مشہور اور معروف اور نامی اصحاب و اشخاص سنے دار فانی سے انتقال کیا۔

حضرت عمرؓ گو سفر شام سے روک دیئے گئے تھے مگر جو قلق اون کو اس بلائے بے درمان کے پیدا ہونے اور عظیم نقصان کرنے سے ہو رہا تھا اوس نے اون کو باز نہ رہنے دیا اور آخر ۱۸ سنہ ھ مین شام کا سفر کیا اور ملک کا انتظام کیا اور متوفی اشخاص کے ترکون کی بابت جو جھگڑے تھے اون کا فیصلہ کیا۔ اس سفر کی زیادہ کیفیت ہم آیندہ باب مین لکھین گے

بعض مورخ حضرت عمرؓ کے خاص خاص کامون کو جن کو سب سے پہلے اونھون نے ہی رواج دیا اون کی اولیات کے نام سے شمار کرتے ہین۔ مثلاً یہ کہ وہ پہلے ہین جنھون نے امیر المومنین لقب اختیار کیا اور پہلے ہین جنھون نے سنہ ہجری مقرر کیا اور بیت المال دیوان مقرر کیا۔ غرض اُن کے بہت سے کام اولیات کے نام سے شمار کرتے ہین۔ لیکن سچ پوچھو تو اون کے تمام انتظامی کام اون کے اولیات ہین کن کن کو شمار کیا جائے۔

---

[۱] طبری پانچ ہزار اور انگریزی مورخ پچیس ہزار لکھتا ہے۔

چھٹا باب

ذاتی فرائض اور اُن کی بجا آوری

ان تمام حالات اور واقعات سے جو بیان ہوئے ہین اور ہون گے صاف ظاہر ہے کہ خلافت کا ہر ایک امر حضرت عمرؓ کی ذات ہی سے متعلق تھا اور جس طرح پر وہ اپنے فرائض کو بجا لاتے تھے انسان کے واسطے سبق حاصل کرنے کے لیئے وہ سب سے عمدہ نظائر ہین لیکن اس باب مین ہم اُن کے خاص ذاتی فرائض کے نام سے بعض واقعات اور امور کا ذکر کرین گے ۔

سب سے بڑا اصول جس پر کہ اُن کے کاروبار کی بنا تھی اور جس کے کہ ہر وقت اور ہر حال مین پابند رہتے تھے وہ ہر ایک چھوٹے بڑے امر مین اصحاب سے مشورہ لینا تھا ۔ بلا اصلاح اور مشورہ کوئی کام نہین کرتے تھے اور "شاورھم فی الامر" کے ایسے ہی پابند تھے جیسا کہ ہونا چاہیئے تھا ۔

"ہر ایک جمعہ کو نماز جمعہ سے فارغ ہو کر امیرالمومنین تمام اہم تقررات اور ہفتہ بھر کے واقعات جماعت کے روبرو بیان کر دیتے تھے اور یہی واقعات اور امور اور فیصلے عاملون اور صوبون کے امیرون کے پاس تحریری بھیجے جاتے تھے وہ خود اون کو بطور نظیر سمجھ کر اون پر عمل کرتے تھے اور لشکر اور عامۃ المسلمین کے درمیان اون کو اعلان اور مشتہر کر دیتے تھے کوئی شخص شہر مین یا لشکر مین امور ملک سے ناواقف نہین رہتا تھا اور کوئی شخص عوام الناس کی جماعت سے خارج نہین سمجھا جاتا تھا[۱]"

یہ وہ اصول ہین جنھون نے اون کی خلافت کو جمہوری سلطنت اور دنیا کی بہترین

---

[۱] سپرٹ اوف اسلام صفحہ ۱۴۱ ۔

گورنمنٹ کہلایا ہے۔

فوج اور لشکر کے انتظام اور اوس کی خبرگیری اور نگرانی کے حالات بیان ہو چکے ہین اہل عرب کی طرف آپ ہمیشہ ضروری ہدایتین جاری کیا کرتے تھے کہ مثلاً اپنی اولاد کو تیرنا۔ اور تیر چلانا اور سواری کرنا اور مصیبتون مین متحمل اور تکالیف کا عادی ہونا سکھلاؤ۔ نیک اور مشہور مثلین اُن کے سامنے بیان کرو۔ نیک اشعار سکھلاؤ۔ جب تک عربون کی کمان مین تیر رہے گا اور وہ گھوڑون کی پیٹھ پر ہون گے عزیز رہین گے گھوڑون کو سدھاؤ اور اون کو کام کرنے کے لائق اور دبلے رکھو[1]

سرداران لشکر اور افواج کو سخت تاکید کیا کرتے تھے کہ اپنے آپ کو خطرے مین نہ ڈالین اپنی فوج کی جانون کو عزیز سمجھین۔ احتیاط اور دوراندیشی سے لڑائی کرین۔ اسی سبب سے خالد سے ناراض ہوا کرتے تھے کہ وہ لڑائی مین بے احتیاط اور بے دھڑک تھا۔ آخری دفعہ جب خالد سے ناراض ہوئے تو اس کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ شام کے غدر کے وقت وہ ابو عبیدہ کو احتیاط چھوڑنے اور حمص سے باہر نکل کر دشمن سے لڑنے کی رائے دیتا تھا۔

غرض خطرے مین پڑنے اور کوئی ایسا کام اختیار کرنے سے جس مین خطرہ کا اندیشہ ہو بہت بچتے تھے اور جو کام ایک دفعہ خطرناک اور مضر ثابت ہون دوبارہ اُن کو نہ ہونے دیتے تھے چنانچہ ۱۹ سنہ ھ مین اُنھون نے ایک دفعہ جنگی جہاز تیار کروا کر بحر احمر مین ابی سینیا کی طرف ایک فوج اس غرض سے روانہ کی کہ مسلمانون پر جو حملہ ساحل پر یا نیو بیا کے کنارون پر ہو اُن کو روک دیا جائے۔ جہاز شکستہ ہو گئے اور مہم مین بہت ناکامی اور نقصان ہوا اور حضرت عمرؓ نے عہد کر لیا کہ ایسا خطرناک کام دوبارہ نہ کرین گے۔

کسی ایک لڑائی کے فتح ہونے کے بعد فوج کو مہینون اور بعض وقت سالون تک باوجود اُن کے اصرار کے آگے بڑھنے اور حملہ کرنے کی اجازت نہین دیتے تھے۔ عموماً اون کی

---

[1] ازالتہ الخفا باب کلمات۔

لڑائیان حملون کے روکنے اور دشمن کو دفع کرنے کے واسطے ہوتی تھین۔ لڑائی سے صلح کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اور ایک بڑی احتیاط یہ کرتے تھے کہ جب ایک ملک مین لڑائی ہوتی تھی تو دوسرے ملک مین جنگ کرنے کی اجازت نہین دیتے تھے۔ تاکہ ایک ہی وقت مین لڑائیون مین مصروف ہوکر ایک دوسرے کی امداد کے ناقابل نہ ہوجاین۔ اسی قسم کی احتیاطون اور نگرانی کا نتیجہ وہ عظیم الشان کامیابی تھی۔ سپاہیون کی درستی اخلاق کے لحاظ سے یہ حکم دیا تھا کہ چار ماہ سے زیادہ کسی سپاہی کو لشکر مین رہنے کو مجبور نہ کیا جائے اگر وہ گھر آنے کی رخصت چاہے تو اجازت دی جائے۔

اُن کا ایک ممتاز اور مستقل اصول جو مسلمانون کو عموماً اور اہل لشکر کو خصوصاً اپنی قدیم سادگی اور اسلامی ابتدائی سادہ دستورات معاشرت اور طرز زندگی قائم رکھنے کا تھا اوس کی نہایت عجیب وغریب اور دلچسپ طریقہ مین نگرانی کرتے تھے اور اپنے ضروری اور اہم فرائض مین اوس کو شمار کرتے تھے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ جو عظیم الشان سلطنتین ایک مردہ جسم کی طرح اون کو ملی ہین وہ عیش وعشرت کے زہریلے سانپ کی کاٹی ہوئی ہین اور یہی زہر قاتل اگر مسلمانون مین اثر کر گیا تو وہ رفتہ رفتہ خون مردانگی اُن جسم سے نچوڑ لے گا اور ایسے ہی مردے رہ جاینگے اسی اصول کے مطابق سب سے اول تو اپنی زندگی عجیب وغریب سادگی سے بسر کرتے تھے جس کے حالات آیندہ بیان ہون گے اور اوس کے بعد اپنے عمال اور عہدہ دارون کو سخت تاکید اس امر کی کرتے تھے اور اس کی خلاف روی کو اتنا بڑا جرم سمجھتے تھے کہ اُن کو امیری اور عمالی سے معزول اور برطرف کردیتے تھے جیسا کہ بعض امیرون اور عمال کے حالات سے جو ہم لکھین گے معلوم ہوگا۔ عام طور پر بھی لوگون کو ایسی غلطی کرنے پر نہایت تنبیہ کرتے تھے اور اُن کی حقارت کرتے تھے۔ اس قسم کے بے شمار واقعات ہین جن مین سے صرف ایک واقعہ بطور مثال کے ہم بیان کرین گے اور باقی بخوف طوالت چھوڑ دین گے۔ گو بعض اور حالات سے اُن کی اس اصول کی پیروی واضح طور پر معلوم ہوگی۔

احنف بن قیس بیان کرتا ہے کہ فتوحات عراق اور ایران کے زمانہ مین ہم کو عمدہ اور سفید پوشاکین بھی دستیاب ہوئین جب ہم مدینہ کو آے تو ہم اونھین پہن کر حضرت عمرؓ کے پاس گئے حضرت عمرؓ نے ہماری طرف دیکھ کر مونہہ پھیر لیا اور ہم سے ملنا اور گفت وگو کرنا پسند نہ کیا ہم کو یہ بُرا معلوم ہوا اور عبداللہ بن عمرؓ سے ہم نے شکایت کی اونھون نے کہا کہ اس کا سبب یہ تمھارا لباس ہے جس کو وہ پسند نہین کرتے۔ ہم نے اپنے گھر آکر اوس لباس کو اُتار ڈالا اور معمولی کپڑے پہن کر حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ ہم کو دیکھ کر حضرت عمرؓ اُٹھ کھڑے ہوے اور ہم مین سے ہر ایک آدمی پر سلام کہا اور ہم کو گلے سے لگایا گویا اس سے پہلے اونھون نے ہم کو دیکھا ہی نہین تھا۔ جب ہم نے مال غنیمت اُون کے سامنے پیش کیا تو اوس کے تقسیم کرنے مین اوس مین سے ایک قسم کی لذیذ اور خوشبودار مٹھائی نکلی حضرت عمرؓ نے اوس کو چکھا اور ہماری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے "اے مہاجرین اور انصار کی جماعت۔ یہ وہ طعام ہے جو بیٹے سے باپ کو اور بھائی سے بھائی کو قتل کرائے گا۔"

وہ مٹھائی کسی کو نہ دی اور آخر ایسے مسلمانون کے بچون مین تقسیم کرادی جو مہاجرین اور انصار مین سے آن حضرت صلعم کے سامنے شہید ہوئے تھے[1]

سرداران لشکر اور عمال کو اس اصول کی پابندی کی ہمیشہ تاکید کرتے رہتے تھے چنانچہ ابو عثمان نہدی بیان کرتا ہے کہ جب ہم عتبہ بن فرقد کے ساتھ آذربیجان مین تھے تو حضرت عمرؓ کا نامہ اس مضمون کا پہونچا کہ سب لوگ تہبند باندھین چادر اوڑھین اور جوتے پہنین۔ اپنے باپ اسمعیل کے لباس کو ضروری سمجھین۔ عیش وعشرت اور عجمیون کے لباس سے بچین۔ دھوپ برداشت کرنے کے عادی رہین۔ کیونکہ یہی عرب کا حمام ہے سختی اوٹھانے اور سخت اور موٹے کپڑے پہننے ضروری سمجھین۔ کپڑے کو پرانا ہونے تک پہنین۔ گھوڑے پر جست کرکے سوار ہونے اور نشانہ بازی کرنے کی مشق کرتے رہین۔[2]

---

[1] ازالۃ الخفا تصوف وسلوک [2] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ۔

حضرت عمرؓ اپنے اس خیال کو صرف مسلمانون اور عربون کی نسبت ہی پورا نہین کرتے تھے. بل کہ غیر قوم اور غیر مذہب کے لوگون کو بھی شاندار لباس مین دیکھنا اور اون سے ملنا پسند نہین کرتے تھے سر ولیم میور کے الفاظ مین ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہین کہ" جب ہرمزان گرفتار ہو کر مدینہ پہونچا تو اُس کو حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کرنے کے واسطے لے کر چلے حضرت عمرؓ کوفہ کی سفارت سے ملاقات کرکے جس مین اُنھون نے صوبہ کے بہت سے انتظامی کام کو انجام دیا تھا تھکن سے بڑی مسجد مین اُسی طرح درہ ہاتھ مین لیئے ہوئے فرش پر پڑ کر سو گئے تھے ہرمزان جب صحن مسجد مین پہونچا تو ہرمزان نے پوچھا کہ خلیفہ کہان ہین اور اون کے محافظ اور پہرہ دار کہان ہین - درحقیقت کسرائے ایران کے عالیشان محلون کے مقابلہ مین جن کے دیکھنے کا وہ عادی تھا اس قوی تر خلیفہ کے گردوپیش کے سادہ سامان کو دیکھنا ایک عجیب نظارہ تھا حضرت عمرؓ آواز سے چونک اُٹھے اور معلوم کرکے کہ یہ اجنبی کون شخص ہے فرمانے لگے کہ حمد ہے اُس خدا کے لیئے جس نے تجھے اور تیرے جیسون کو مغلوب کیا ہے حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اُس کا یہ شاندار لباس اُتروا کر موٹے کپڑے پہنا کر اُن کے سامنے لایا جائے - تب اُسی طرح درہ ہاتھ مین لیئے ہوئے اُنھون نے اوس کو اُس کی متواتر عہد شکنی پر ملامت کی - ہرمزان نے پانی مانگا حضرت عمرؓ نے پانی پلانے کا حکم دیا - اُس نے کہا کہ مین ڈرتا ہون کہ پانی پینے سے پہلے کوئی بے خبر مجھ کو مار ڈالے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ پانی پینے تک تیری جان سلامت رہے گی - ہرمزان نے یہ عہد لے کر پانی پیالہ سے گرا دیا اور کہا کہ مین تو اِس طرح اپنی جان بچانا چاہتا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ" تیرا یہ دھوکا نہ چلے گا - مسلمان ہونا یا زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے گا - چنانچہ وہ مسلمان ہوا اور وظیفہ پا کر بڑی حرمت کے ساتھ مدینہ مین رہا[1]

بیت المال کی حفاظت اور نگرانی اُن کے اپنے ذمہ تھی - اور عجیب وغریب طریقہ سے اپنے اِس فرض کو بجا لاتے تھے ایک دن احنف بن قیس شرفاء عرب کی ایک جماعت کے ساتھ عراق سے

[1] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۵۳ -

حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ آپ ایک چادر کمر سے باندھے ہوئے بیت المال کے ایک گمشدہ اونٹ کی تلاش مین دوڑے جاتے ہین نہایت گرمی کا وقت تھا جب احنف کو دیکھا تو کہا کہ آؤ تھوڑی دیر تک اونٹ تلاش کرین کیونکہ اُس مین بیواؤن اور یتیمون اور مسکینون کا حق ہے۔ ایک آدمی اُن مین سے کہنے لگا کہ اے امیر المومنین آپ بیت المال کے نوکرون کو اونٹ تلاش کرنے کا حکم کیون نہین دیتے۔ کہنے لگے کہ مجھ سے اور احنف سے کون سا غلام اچھا کام کرے گا جو شخص مسلمانون کا والی ہو اُس کے ذمہ وہی فرائض ہوتے ہین جو ایک مالک کے اپنے نوکر کے ذمہ ہوتے ہین۔[۵]

ابی بکر انسی بیان کرتا ہے کہ ایک دن مین حضرت عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ کے ساتھ بیت المال مین گیا حضرت عثمانؓ سایہ مین بیٹھ گئے اور حضرت علیؓ اُن کے پاس کھڑے ہوگئے حضرت عمرؓ صدقہ کے اونٹون کے رنگ اور دانت دیکھ کر بتاتے تھے اور حضرت عثمانؓ لکھتے تھے سخت گرمی کا دن تھا حضرت عمرؓ دھوپ مین کھڑے ہوئے تھے دو کالی چادرین اون کے اوپر تھین ایک کمر مین باندھی ہوئی تھی اور دوسری سے سر لپٹا ہوا تھا حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو اس حال مین دیکھ کر قرآن مجید سے شعیب کی بیٹی کا قول "استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین" پڑھا اور حضرت عثمانؓ سے حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ہم مین یہ "قوی امین" ہین۔

حضرت عثمانؓ کا ایک غلام بیان کرتا ہے کہ ایک گرمی کے دن مین مین حضرت عثمانؓ کے ساتھ اون کے ایک بالاخانہ مین مال وغیرہ کے سنوارنے کا کام کر رہا تھا۔ دفعتاً ایک آدمی پر نظر جا پڑی جو دو شتر بچے ہانکے ہوئے لیے جا رہا ہے زمین ایسی تپی ہوئی تھی کہ آدمی پروانون کی طرح آگ مین جلے جاتے تھے حضرت عثمانؓ نے دیکھ کر کہا کہ یہ کون شخص ہے اور اِس کو کیا ہوا ہے کہ ایسی شدت حرارت مین جا رہا ہے۔ ٹھنڈا ہونے تک یہ شہر مین کیون نہ ٹھہر گیا۔ حضرت عمرؓ ایک چادر سر سے باندھے ہوئے تھے دور سے پہچانے نہین گئے۔ جب قریب آئے تو مین نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ ہین

---

[۵] ازالۃ الخفا باب حکایات گشت۔

اور حضرت عثمانؓ سے کہا کہ یہ تو امیر المومنین جا رہے ہین۔ حضرت عثمانؓ نے کھڑکی سے مونھہ باہر نکالا مگر لوکی گرمی سے پھر اندر کر لیا۔ جب حضرت عمرؓ برابر مین آئے تو اون سے پوچھنے لگے کہ ایسے وقت مین آپ کیون گھر سے نکلے ہین۔ انھون نے جواب دیا کہ صدقہ کے اونٹ چرنے کو چلے گئے تھے اور دو شتر بچے پیچھے رہ گئے تھے مین نے ارادہ کیا کہ اون کو چراگاہ مین چھوڑ آؤن۔ حضرت عثمانؓ نے کہا آپ سایہ مین ٹھہرین ہم آپ کا کام کر دین گے۔ مگر وہ یہ جواب دے کر آپ ہی سایہ مین رہین" نکل گئے۔ حضرت عثمانؓ بولے کہ جس نے "قوی امین" کو دیکھنا ہو وہ ان کو دیکھے[۱]۔ اپنے ہاتھ سے بیت المال کے اونٹون کو تیل ملتے تھے ایک دن ایک شخص نے کہا کہ اپنے ہاتھ سے یہ کام کیون کرتے ہو تو کہنے لگے کہ خدا نے مجھے ان کا نگہبان کیا ہے اور مجھ سے ہی اس کا سوال ہوگا[۲]۔ حضرت علیؓ سے ایک روایت ہے کہ انھون نے ایک دن حضرت عمرؓ کو ایک اونٹ کا پالان اٹھائے ہوئے البطہ کی طرف جاتے دیکھا اور پوچھا کہ آپ کہان جاتے ہین۔ انھون نے جواب دیا کہ صدقہ کے اونٹون مین سے ایک اونٹ الگ ہو گیا ہے اس کی تلاش مین جاتا ہون[۳]۔

بیت المال کی حفاظت اور تقسیم مین اپنے اہل وعیال کے کسی زیادتی کے روادار ہونے کی نہایت احتیاط کرتے تھے بحرین سے ایک دفعہ مشک آئی تو کہنے لگے کہ کسی عورت سے اسکو وزن کرانا چاہیے ان کی بیوی عاتکہ نے کہا کہ مین وزن کر دیتی ہون۔ مگر اس خیال سے انھون نے نہ مانا کہ اس کے کپڑون مین لگی رہ جائے گی[۴]۔

شام سے ایک دفعہ جب زیتون آیا پیالہ سے اس کو تقسیم کیا۔ جب تقسیم ہو چکا تو پیالہ مین جو کسی قدر تیل رہ گیا وہ ان کے ایک بیٹے نے پونچھ کر اپنے سر کے بالون کو مل لیا۔ حضرت عمرؓ نے جو دیکھا تو بہت خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ تیرے بال مسلمانون کے مال کی طرف بہت رغبت کرنے والے ہین اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے حجام کے پاس لے گئے اور اس کے سر کے بال منڈوا ڈالے[۵]۔

---

[۱] ازالۃ الخفا باب حکایات گشت۔ [۲] طبری صفحہ ۲۷۱۱۔ [۳]-[۴]-[۵] ازالۃ الخفا باب حکایات گشت۔

ایک دن اُن کی ایک لڑکی نے جو بیت المال مین کھیل رہی تھی ایک درہم لے کر منھ مین ڈال لیا حضرت عمرؓ کو جو معلوم ہوا تو اُٹھ کر بھاگے۔ چادر بھی کندھے پر سے گر گئی۔ لڑکی روتی ہوئی گھر چلی گئی تھی۔ وہان پہونچ کر اُس کے مونھ سے نکال کر لائے[1]۔ اور کہنے لگے کہ عمرؓ اور عمرؓ کی اولاد کا اتنا حق نہین ہے جتنا اور مسلمانون کا ہے۔ اسی طرح ایک دن ابوموسیٰ نے بیت المال کو صاف کرتے ہوئے ایک درہم پایا اور وہ حضرت عمرؓ کے ایک چھوٹے لڑکے کے ہاتھ مین کھیلنے کو دے دیا حضرت عمرؓ کو جب معلوم ہوا تو ابوموسیٰ کو بھی ملامت کی اور درہم لوٹا دیا[2]۔

حضرت عمرؓ کے بیٹے عبداللہ اور عبیداللہ نے چراگاہ مین اونٹ چرائے اُن سے محصول مین نصف لے لیا[3]۔ غرض ایسے عجیب طریقہ سے اپنی حفاظت اور نگرانی کے فرائض کو ادا کرتے تھے۔

مدینہ مین تو وہ میر اور حاکم اور قاضی امام اور کوتوال چوکیدار اور سپاہی اور پیادہ اور چھٹی رسان وغیرہ سب آپ کا کام قریبا وہ خود ہی کرتے تھے۔ سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن بیان کرتے ہین کہ لوگون کی حفاظت اور خبرگیری کی یہان تک نوبت تھی کہ آپ خود اُن عورتون کے پاس چلے جاتے تھے جن کے خاوند لشکرون مین گئے ہوئے تھے۔ اون کے دروازے پر جاکر سلام کہتے اور پوچھتے کہ تم کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو منگوالو۔ مین خود بازار سے خرید دون تم خرید و فروخت مین دھوکا کھاتی ہوگی۔ اون کی ضرورت کی چیزین معلوم کرکے اور اون کے لونڈی غلامون کو ساتھ لے کر بازار کی طرف چلے جاتے تھے۔ بازار مین جب پہونچتے تو لوگون کی لونڈیون اور غلامون کا ایک لشکر اُن کے پیچھے ہوتا اور سب کو اون کی ضروریات کی چیزین خرید کر دیتے۔ جو بسبب محتاجی کے خود نہین خرید کر سکتے تھے اون کو اپنے پاس سے خرید کر دیتے۔

[1-2-3] ازالۃ الخفا حکایات گشت۔

لشکرون سے جب قاصد چٹھیان اور خطوط لے کر آتے تھے تو خود بنفسہ جاکر اُن کے گھرون مین خطوط پہونچا آتے تھے اور کہتے کہ تمھارے خاوند خدا کی راہ مین کام کر رہے ہین اور تم رسول اللہ کے شہر مین ہو۔ اگر تمھارے پاس کوئی خط پڑھنے والا ہو تو بہتر ورنہ دروازہ کے قریب آجاؤ مین پڑھ کر سناؤنگا۔ چلتے وقت یہ بھی بتا آتے کہ فلان روز قاصد مدینہ سے روانہ ہوگا۔ اگر خط دینا ہو تو لکھ رکھنا اُس روز پھر اُن گھرون مین جاتے قلم دوات اور کاغذ ساتھ لیجاتے جس نے خط لکھوا رکھا ہوتا اُس سے لے لیتے اور جو نہ لکھوا سکے ہوتے اُن کو خود لکھ دیتے اور سب جمع کر کے روانہ کر دیتے [۵۱]

حضرت عمرؓ ایک مدت تک خود کوتوال اور چوکیدار کا کام بھی کرتے رہے۔ دن کو اور رات کو شہر مین اور رعیت کے درمیان گھومتے تھے اور نگرانی حفاظت اور خبرگیری کرتے تھے اور اس کا کماحقہ انتظام کرنے کے واسطے امتحان کرتے تھے۔

مثلاً ایک رات گشت کرتے ہوئے ایک اعرابی کے پاس سے گذرے جو اپنے خیمہ کے باہر بیٹھا ہوا تھا۔ اوس کے پاس اوس کا حال پوچھنے کے واسطے بیٹھ گئے کہ وہ شہر کی طرف کس ضرورت سے آیا ہے۔ اسی اثنا مین خیمہ مین سے رونے کی آواز سنی تو پوچھا کہ یہ کون روتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ تمھارے پوچھنے کی کوئی بات نہین۔ میری عورت کو دردزہ ہو رہا ہے حضرت عمرؓ اُس کا یہ جواب سن کر سیدھے اپنے گھر کو آئے اور اپنی بیوی ام کلثوم سے کہا کہ کپڑے پہن کر میرے ساتھ چلو اور اوُنھین ساتھ لے کر اوس اعرابی کے پاس گئے اور اوس سے اجازت لے کر ام کلثوم کو خیمہ کے اندر بھیجا۔ کچھ عرصہ کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ ام کلثوم نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ یا امیرالمومنین اپنے صاحب کو لڑکا پیدا ہونے کی خوش خبری دیجیے۔ وہ اعرابی امیرالمومنین کا نام سُن کر چونکا اور سامنے آکر معذرت کرنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کچھ مضائقہ نہین۔ تم صبح میرے پاس آنا وہان سے گھر چلے آئے اور صبح وہ شخص حاضر ہوا اور اوس کے لڑکے کا وظیفہ مقرر ہو گیا [۵۲]

---

۵۱ ازالۃ الخفا حکایات سیاست۔ ۵۲ ازالۃ الخفا حکایات گشت۔

عبدالرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ ایک رات فاروق اعظم میرے گھر مین آئے مین نے کہا کہ آپ نے مجھے کیون نہ بلا بھیجا تو فرمانے لگے مجھے خبر ملی ہے کہ اس وقت ایک قافلہ آکر مدینہ کے باہر اترا ہے اور قافلہ والے لوگ سفر کی تکان سے بے ہوش سو رہے ہین۔ چلو ہم چل کے اون کی حفاظت کرین۔ چنانچہ ہم جاکر ایک ٹیلہ پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور صبح تک جاگتے رہے

اس شبانہ گشت سے بعض اوقات نہایت نتیجہ خیز باتین پیدا ہوتی تھین۔ مثلاً جب ایک دفعہ اسی طرح ایک قافلہ کی حفاظت کرنے کے واسطے گئے تو ایک عورت کے بچے کا دودھ چھڑانے کی کوشش کرتے مین بچہ کو روتا دیکھ کر اور اس کا سبب معلوم کرکے بچون کے دودھ چھڑانے پر وظائف مقرر ہونے کی قید اٹھا دی۔

اسی طرح ایک رات مدینہ مین پھر رہے تھے کہ ایک مکان سے ایک عورت کی آواز آئی جو یہ اشعار پڑھ رہی تھی ۔۔۔

تطاول ہذا اللیل تسری کواکب	آج کی رات لمبی ہو گئی اور ستارے گھوم رہے ہین۔
وارقنی ان لا ضجیعا الاعبہ	اور مین جاگ رہی ہون کہ میرے پاس میرا ہم خواب نہین جس سے مین کھیلون ۔۔۔
فو اللہ لولا تخشی عواقبہ	خدا کی قسم اگر اس کی عاقبت کا خدا سے خوف نہ ہوتا۔
لزعزع من ہذا السریر جوانبہ	تو اس چارپائی کی طرفین یا چولین ہل رہی ہوتین۔
مخافۃ ربی والحیا یصدنی	اپنے رب کا خوف اور حیا مجھے روکتا ہے۔
واکرم بعلی ان تنال مراتبہ	اور اپنے خاوند کی تعظیم کرتی ہون کہ اُس کی جگہ کوئی اور ہو۔

حضرت عمرؓ کے دل مین یہ بات کھٹک گئی اور تحقیق کیا کہ ایک عورت مرد سے کب تک علحدہ رہ سکتی ہے۔ آخر چار مہینہ حد مقرر کی اور سرداران لشکر کو لکھا کہ کسی آدمی کو چار ماہ سے زیادہ بند نہ رکھین اور اگر اجازت مانگے تو اجازت دین ۔۔۔

سلہ ازالۃ الخفا حکایات گشت ۔۔۔

اس قسم کے واقعات رات کو گشت کرنے اور لوگون کے حالات کو تفحص کرنے اور خبر گیری کرنے کے بہت سے ہین - مگر صرف رات کی گشت ہی مین لوگون کے حالات نہین دریافت کرتے تھے دِن مین بھی گھومتے تھے مدینہ مین پھرنے کے واقعات کے علاوہ جیسے کہ خفاف بن ایمن غفاری کی لڑکی کے ساتھ سلوک اور رحم کرنے کا واقعہ ہے جو آئندہ بیان ہوگا سفر مین بھی جہان موقع ملتا تھا رعایا کا حال دریافت کرتے تھے اور اپنا فرض ادا کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ جب شام سے واپس آرہے تھے ابن عمر بیان کرتے ہین کہ اپنے ہمراہیون سے علٰحدہ ہوکر ادھر اُدھر لوگون کا حال دریافت کرتے ہوئے پھر رہے تھے کہ ایک بڑھیا کے جھونپڑے مین داخل ہوئے اور اُس سے باتین کرنے لگے - اوس عورت نے پوچھا کہ اے شخص عمرؓ کا کیا حال ہے - آپ نے جواب دیا کہ وہ شام سے واپس آرہا ہے - بڑھیا نے کہا کہ خدا میری طرف سے اُسے جزائے خیر نہ دے - حضرت عمرؓ نے پریشان ہوکر پوچھا کہ کیون - اُسنے جواب دیا کہ جب سے وہ والی ملک ہوا ہے مجھے کچھ وظیفہ اور عطیہ نہین دیا - آپ نے کہا کہ اُس کو تیرا حال کیونکر معلوم ہوتا کہ تو تنہا جنگل مین اِس مقام پر رہتی ہے اُس نے جواب دیا کہ سبحان اللہ وہ لوگون مین گھومے اور میرا حال نہ جانے - خوف خدا سے حضرت عمرؓ کے آنسو نکل آئے اور اپنے حال پر افسوس کرنے لگے اور اوس بڑھیا کو کہا کہ تو اپنی شکایت کو کتنی رقم کے عیوض بیچنا چاہتی ہے - اُس نے جواب دیا اے بندۂ خدا مجھ سے کیون ہنسی کرتا ہے - آپ نے جواب دیا مسخری نہین کرتا سچ کہتا ہون دیر تک اُس سے باتین ہوتی رہین آخر پچیس دینار مقرر ہوئے - اسی حال مین حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعود آگئے اور السلام علیک یا امیرالمومنین کہا وہ عورت امیرالمومنین کا نام سن کر چونکی اور اپنے ہاتھ سر پر رکھ کر پشیمان ہونے لگی - حضرت عمرؓ نے کہا کوئی ڈرنے کی بات نہین - اور پچیس دینار اوس کو دے کر اور راضی کر کے چلے آئے۔[۱]

اون کی خلق اللہ کی خدمت اور خبر گیری کرنے کی بعض مثالین انتہائی مثالین ہین جس سے بڑھ کر کوئی خدمت خیال مین نہین آسکتی ایک اندھیری رات کو وہ گھر سے نکلے اور طلحہ کہین جاتے

---

[۱] ازالۃ الخفا باب حکایات گشت۔

دیکھ کر اُن کے پیچھے ہولیا۔ ایک گھر مین داخل ہوئے تھوڑی دیر کے بعد نکلے اور ایک دوسرے گھر کے اندر چلے گئے صبح کے وقت طلحہ اُسی گھر کی طرف گیا۔ گھر مین ایک بوڑھیا اندھی اور اپاہج عورت تھی اوس سے پوچھنے لگے کہ رات کو ایک شخص تیرے پاس کیون آیا تھا اُس نے جواب دیا کہ اوس نے اتنی مدت سے مجھ سے عہد کیا ہوا ہے کہ اپنی معذوری کے سبب سے جو کام اپنا مین نہین کرسکتی وہ کردے کوڑا اور نجاست گھر سے اُٹھا دے طلحہ یہ سُن کر خاموش چلا آیا اور اس اپنی تفتیش پر نادم ہوا۔[1]

اس طرح پر خلق اللہ کی خدمت اور خبرگیری کرنا ان کی اپنی خلافت کے زمانہ سے مخصوص نہ تھا پہلے بھی اس قسم کی نیکی کے کام وہ ہمیشہ کیا کرتے تھے حضرت ابوبکر کے زمانہ مین ایک رات وہ اندھی بیوہ عورت کی اسی قسم کی خبرگیری کو گئے تو حضرت ابوبکر کو وہان پایا۔[2]

حضرت عمر کے انصاف اور عدالت کی تو قسم کھانی چاہیئے یہی اُن کا عظیم الشان وصف تھا جس نے جناب سرور کائنات سے "فاروق" کا پیارا اور بزرگ خطاب دلوایا تھا اور جو کہ اون کی ہر ایک قسم کی قابلیت اور طبیعت کی بناء اور ہر کام مین اظہر من الشمس تھا۔ مسلمان غیر مسلمان رعایا۔ غیر رعایا۔ عزیز و بیگانہ۔ ہر ایک کے ساتھ یہان تک کہ اپنی ذات کے ساتھ اُن کے انصاف اور عدالت کو یکسان تعلق تھا۔ آن حضرت صلعم کے زمانہ کے واقعات ہم بیان کر چکے ہین جن کی بنا پر آن حضرت صلعم کا یہ فیصلہ تھا کہ "عمر حق کہتا ہے گو کڑوا ہو" اون کی خلافت کے واقعات مین سے چند مشہور واقعات کا لکھنا کافی ہوگا۔

جبالہ کا واقعہ اسی قسم کے واقعات مین سے ہے جو غسان کا آخری بادشاہ اور قیصر روم کا برائے نام نائب دراصل اس شمالی صوبہ کا خود مختار حکمران تھا۔ ابتداءِ فتوحات شام کے معرکون مین جبالہ قیصر کی حمایت مین مسلمانون سے لڑتا رہا۔ مگر آخر شاہنشاہ کے بھاگ جانے پر ابوعبیدہ کے پاس آکر مسلمان ہوگیا اور نہایت تزک و احتشام کے ساتھ مدینہ مین آیا۔ جہان اوس کے

---

[1] ازالۃ الخفا باب حکایات گشت [2] انلس اوف خلافت صفحہ ۱۲۳۔

خاندان کی شہرت کے سبب سے بہت کچھ عزت ہوئی اور حضرت عمرؓ کے ہمراہ مکہ مین حج کرنے کے واسطے آیا طواف کی حالت مین ایک غریب اعرابی کا پانوٗن اوس کے فاخرہ لباس پر اتفاق سے رکھا گیا جس سے اس کا پاوٗن لڑکھڑا گیا۔ متکبر بادشاہ نے غصہ مین آکر اوس مسلمان کے مونھہ پر تھپڑ مارا اُس نے حضرت عمرؓ کے پاس جاکر فریاد کی اور جبالہ طلب ہوا جبالہ اس طلبی سے بہت حیران ہوا اور گھبرایا۔ جب حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا تو اونھون نے جرم کا اقرار کرنے پر اوس اعرابی سے ایک تھپڑ کھالینے یا معاف کرانے کا سادہ فیصلہ صادر کیا جبالہ نے متحیر ہو کر کہا کہ کیا یہ بیابان کا ناچیز اعرابی میری برابری کرے گا جو غسان کا پادشاہ ہون۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسی طرح ہوگا کیونکہ مسلمان سب ایک ہی رتبہ رکھتے ہین۔ معافی چاہنے کے بہانہ سے جبالہ اوس وقت چلا گیا اور رات کو بھاگ نکلا اور قسطنطنیہ مین جا پہونچا اور پھر عیسائی ہو گیا۔ اِس کے بعد وہ پھر مسلمان ہوا ہو یا نہ ہوا ہو حضرت عمرؓ کی عدالت اور انصاف کو اسی قدر واقعہ سے تعلق تھا[۱]۔

حضرت عمرؓ کے اپنے بیٹے ابو شحمہ کو جس کا نام عبدالرحمن تھا شراب پینے اور زنا کرنے پر مارنے کا واقعہ اس قدر اختلاف کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ اوس کی اصلیت کا اندازہ کرنا مشکل ہے ابن عباس سے جو روایت منسوب کی جاتی ہے اگر صحیح ہو تو حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کی اطلاع پہونچنا۔ اور اپنے بیٹے سے عجب طریقے سے اقرار کروانا۔ اور پھر دُرے لگوانا اور غلام کا یہ حکم سن کر رونا۔ مگر حضرت عمرؓ کا درے لگانے کے واسطے اوسے مجبور کرنا۔ لڑکے کا چیخنا اور بیتابی سے گر گر جانا۔ لوگون کا اور خود حضرت عمرؓ کا رونا۔ لڑکے کا پانی مانگنا اور حضرت عمرؓ کا نہ دینا اور آخر آخری درہ پر اوس کے دم کا نکل جانا ایک دردناک افسانہ کا مضمون ہے مگر مختلف روایات کی اصلیت اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ اون کا ایک بیٹا عبدالرحمن المعروف ابو شحمہ نے مصر مین عمرو بن العاص کی حکومت مین اس قسم کا کوئی قصور کیا تھا

---

[۱] انلس اوف دی خلافت صفحہ ۲۰۲۔ و سیوطی وغیرہ۔

وہان اوس کو حد لگائی گئی ہو یا نہ لگائی گئی ہو حضرت عمرؓ نے اُس کو مارا اور اِس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد وہ فوت ہو گیا [51]

قدامہ بن مظعون پر جو ابن عمر اور حضرت حفصہ کا ماموں تھا حد جاری کی ۔ وہ حضرت عمرؓ کا ایسا قریبی رشتہ دار ہی نہین تھا ایک معزز اور ذی رعب آدمی اور بحرین کا عامل تھا ۔ اوس کے شراب پینے کی شکایت ہوئی اور ابو ہریرہؓ نے اوس کو مستی کی حالت مین دیکھنے کی شہادت دی ۔ اُس کی عورت نے بھی شہادت دی حضرت عمرؓ نے اوس کو درہ مارنے کا حکم دیا اور لوگ سب ایسا کرنے کے مخالف تھے کہ وہ بیمار تھے حضرت عمرؓ اس عذر پر چند روز ٹھہر گئے ۔ مگر تھوڑے دنون بعد پھر اوس کو سزا دینے کا ارادہ کیا اور درے مروا ہی دیئے ۔ قدامہ حضرت عمرؓ سے ناراض ہو گیا اور اُن سے کلام کرنی چھوڑ دی ۔ حضرت عمرؓ کو گو آخر اُس کو راضی کرنا پڑا مگر انصاف کی تعمیل سے اون سے درگذر نہ ہو سکا [52]

ایک یہودی اور ایک مسلمان کے درمیان تنازعہ ہو گیا اور مقدمہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا یہودی سچا تھا اور حضرت عمرؓ نے اوس کے حق مین فیصلہ دیا ۔ یہودی صفت و ثنا کرتا ہوا گیا [53] اور حیران تھا کہ اوس کی توقع کے خلاف ہوا کیونکہ مسلمان کی رعایت ہونے کا اوس کے دل مین خیال تھا ۔

ایک دن آپ راستہ مین جا رہے تھے ایک شخص کو ایک عورت سے باتین کرتے ہوئے دیکھا بداخلاقی کا شبہہ ہوا اور اوس کو درہ سے ڈرایا مگر بعد مین معلوم ہوا کہ وہ اُس عورت کا خاوند تھا ۔ اپنے اِس تعرض پر پشیمان ہوئے اور عبد الرحمن بن عوف کے سامنے افسوس کیا ۔ اوس نے کہا کہ امیر المومنین آپ ادب سکھلانے والے ہین ۔ آپ نے کچھ بے جا نہین کیا ۔ مگر حضرت عمرؓ کا اس سے بھی اطمینان نہ ہوا اور اوس شخص کے پاس جا کر درہ اوس کے ہاتھ مین دیا اور کہا کہ تو اپنا بدلہ لے لے ۔ مگر اوس نے تسلیم کیا کہ آپ کا حق تھا [54] اپنی ذات کے ساتھ انصاف کرنے کی یہ انتہائی مثالین ہین ۔

[51] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء باب تصوف وسلوک [52] ازالۃ الخفاء باب تصوف وسلوک [53] ازالۃ الخفاء باب الاحکام والقضاء [54] ازالۃ الخفاء باب تصوف وسلوک ۔

اسی طرح ایک دفعہ اون کے ہاتھ سے غلطی سے یاسر (یا ایاس) بن سلمہ کو راستہ سے ہٹانے مین درہ کا سر الگ گیا تھا۔ کچھ زمانہ گذرنے کے بعد یاسر نے ایک دن حج کو جانے کی اجازت چاہی حضرت عمرؓ نے اوس کو اجازت دی اور چھ سو درہم لے کر اوس کے گھر گئے اور کہا کہ ایک دن درہ میرے ہاتھ سے تمھارے پہلو مین لگا تھا۔ اوس کی معافی طلب کرتا ہون کہ میرے پر اوس کا قصاص ہے یاسر نے کہا کہ امیر المومنین وہ کچھ بات نہ تھی اور مین اوس کو بھول گیا ہون حضرت عمرؓ نے کہا مجھ کو تو یاد ہے اور بھول نہین سکتی۔ غرض اوس سے معافی لی اور حج کے خرچ کے واسطے چھ سو درہم اپنے پاس سے اون کو دئیے[۱]

مقدمات کی تحقیق مین بڑے شایستہ اصولون کے ساتھ نہایت چھان بین کرتے تھے شہادت کے جانچنے مین بڑی عمدگی سے عمل کرتے تھے۔ ایک شخص نے اپنی صفائی کا گواہ پیش کیا حضرت عمرؓ نے بعد استفسار کے کہ نہ وہ اوس کا ہمسایہ ہے نہ ہم سفر ہوا ہے اور نہ اوس سے لین دین کیا ہے اوس کی گواہی کو ناقابل اعتبار ٹھیرایا[۲]

مقدمات مین صلاح اور مشورہ کو نہایت احسان مندی سے قبول کرتے تھے اور یہ بھی اون کے ہاتھون سے بے انصافی نہ ہونے کا ایک بڑا سبب تھا۔ مثلاً ایک دفعہ ایک حاملہ عورت کو سنگسار کرنے کا آپ نے حکم دیا۔ معاذ بن جبل نے کہا کہ اِس کے پیٹ مین جو بچہ ہے وہ بھی اس حکم سے متاثر ہوگا۔ حالانکہ اوس سے آپ کو کچھ علاقہ نہین حضرت عمرؓ نے اپنا حکم منسوخ کردیا اور کہا کہ اگر معاذ نہوتا عمرؓ ہلاک ہوگیا تھا[۳]

اسی طرح ایک دفعہ ایک عورت کے سنگسار کرنے کا حکم دیا حضرت علیؓ نے کہا کہ مجنونہ نابالغ اور سوتے پر شرعاً تعزیر واجب نہین ہے اور یہ مجنونہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا حکم واپس لیا اور شکر گزار ہوئے[۴]

غرض فیصلون مین رائے و مشورہ دینے اور اون کے فیصلہ پر نکتہ چینی کرنے کی عام اجازت تھی

---

[۱] طبری صفحہ ۲۷۱۴۔ وازالۃ الخفا کلمات [۲]،[۳]،[۴] ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا باب تصوف وسلوک۔

"اون کی مجلس جوان اور بوڑھے قاریون سے بھری رہتی تھی اکثر اوقات اون سے رائے لیتے اور کہا کرتے کہ کسی کو رائے دینے کی ممانعت نہین ہے کیونکہ علم بوڑھا اور جوان ہونے پر موقوف نہین ہے یہ خدا داد نعمت ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے[۵۱]"

عوام الناس کو جو خلیفہ وقت کے ساتھ مساوات اور آزادی حاصل تھی اُس کی بہت رعایت کی جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ ایک رات مدینہ مین پھر رہے تھے ایک گھر سے گانے کی آواز سنی۔ دیوار کی راہ سے اوس گھر مین گئے ایک مرد اور ایک عورت کو شراب پینے مین مشغول دیکھا اوسے ملامت کرنے لگے۔ اوس نے جواب دیا کہ مین نے ایک جرم کیا ہے اور تم نے تین۔ خدا نے تجسس کرنے اور پس دیوار سے کسی گھر مین داخل ہونے اور کسی دوسرے کے گھر مین بلا اجازت جانے سے منع کیا ہے۔ آپ نے یہ تینون کام کیے ہین حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر مین تجھ کو معاف کر دون تو آیندہ اس فعل سے توبہ کرے گا اوس نے اقرار کیا کہ امیر المومنین پھر ایسی حرکت کبھی نہ کرون گا[۵۲]۔ گویا ضابطہ معین کے خلاف مجرم کو ماخوذ کرنا اونھون نے روا نہ رکھا اور مدعا بھی حاصل ہو گیا۔ اسی قسم کے بہت سے واقعات بیان کیے گئے ہین۔ ہم بخوف تطویل نہ لکھین گے۔

آزادی درحقیقت اس درجہ کو پہونچی ہوئی تھی کہ حضرت عمرؓ کے روبرو آن پر اعتراض کیا جاتا تھا اور وہ بڑے تحمل کے ساتھ ہنستے اور داد دیتے تھے ایک دن خطبہ پڑھتے ہوئے مہر کے زیادہ باندھنے کی ممانعت کی۔ ایک بڑھیا عورت اُٹھ کھڑی ہوئی اور آیت قنطارًا متقطرة پڑھ کر کہا کہ خدا جس چیز کو جائز اور مباح کرے تم کیون کر منع کرتے ہو حضرت عمرؓ نے داد دی اور کہا کہ "کل الناس افقہ من عمر حتی المخدرات[۵۳]"۔

ایک دفعہ غنیمت مین یمنی چادرین آئین اور سب مین تقسیم ہوئین۔ حضرت عمرؓ اسی چادر کا پیراہن بنوا کر اور پہن کر خطبہ پڑھنے کو ممبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ سنو اور مانو۔ یہ صدا پوری رفتار

---

۵۱ ازالۃ الخفا باب احکام الخلافت و القضا۔ ۵۲ ازالۃ الخفا باب حکایات گشت۔

۵۳ ازالۃ الخفا۔

طے نہین کر چکی تھی کہ سامعین مین سے ایک بول اٹھا کہ نہ سنینگے اور نہ مانین گے حضرت عمرؓ نے فرمایا آخر کیون؟۔ اوس نے کہا کہ ایک چادر آپ کے حصہ مین آئی تھی۔ اِس سے آپ کے بدن کا پیراہن کِس طرح بَن گیا عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا کہ جتنا کم تھا مین نے اپنی چادر مین سے دیا تھا تب دیکھا یہ کہکر بیٹھ گیا کہ ہان اب سنین گے اور مانین گے [۱]۔

ہر زمانہ مین ہر طرح کے لوگ ہوتے ہین حضرت عمرؓ کے انصاف پر اثر ڈالنے کی کوشش کرنے کا ایک واقعہ بھی موجود ہے انصار مین سے ایک شخص اونٹ کی ران حضرت عمرؓ کو تحفةً دیا کرتا تھا ایک دن حضرت عمرؓ کے سامنے کسی کے ساتھ اوس کا مقدمہ پیش ہوا۔ کہنے لگا یا امیر المومنین میرے مقدمہ مین اِس طرح انصاف کیجیے جِس طرح اونٹ کی ران جدا کی جاتی ہے۔ اوس کے کئی دفعہ کہنے سے حضرت عمرؓ ناراض ہوئے مقدمہ کا فیصلہ تو اوس کے خلاف ہی ہوا۔ مگر حضرت عمرؓ نے اپنے تمام عاملون کو تحفہ تحائف لینے سے قطعی ممانعت کر دی [۲]۔

اسی طرح ایک دفعہ کسی نے اون کی ایک بیوی سے سفارش کرانی چاہی تو آپ نے اوسے جھڑک دیا اور کہا تو ایک کھلونا ہے تجھے اِن امور سے کیا مطلب [۳]۔

جِن مقدمات کے فیصلہ مین اون کو شبہہ ہوتا تھا یا جو مجرم ثبوت کے بہم نہ پہونچنے یا کسی اور صورت مین بچ جاتے تھے وہ ہمیشہ اون کی طبیعت مین کھٹکتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص کو زنا کرتے ہوئے دیکھا اصحاب سے مشورہ کیا کہ خلیفہ کو اپنی رویت پر تعزیر کرنے کا اختیار ہے یا نہین حضرت علیؓ نے کہا کہ چار گواہون کی ضرورت پر نص صریح موجود ہے تو صرف اپنی رویت پر تعزیر کا اختیار کیونکر ہے حضرت عمرؓ اوس وقت خاموش ہو گئے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد پھر یہی سوال کیا اور حضرت علیؓ نے وہی جواب دیا۔ امام غزالی کہتے ہین کہ حضرت عمرؓ اِس مین متردد تھے [۴]۔

سلیمان بن ربیعہ جب اپنا لشکر ارمینیا کو لے گیا تو لشکر کے واسطے گھوڑے خریدے سلیمان

---

[۱] المامون حصۂ دوم صفحہ ۸۷۔ [۲] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ۔ [۳] ازالۃ الخفا۔
[۴] ازالۃ الخفا حکایات گشت۔

سوائے اصیل گھوڑے کے وہ کسی کو پسند نہین کرتے تھے عمرو بن معدی کرب ایک مخلوط نسل کا گھوڑا لائے گیا سلیمان نے ناپسند کرکے واپس کیا اور کہا کہ یہ دوغلہ ہے۔ عمرو نے کہا کہ دوغلہ نہین ہے یون ہی سرکش جانور ہے۔ سلیمان نے پھر بھی اوسکو دوغلہ ہی کہا۔ عمرو نے کہا کہ دوغلہ ہی ہوگا۔ کیونکہ دوغلہ دوغلہ کو پہچانتا ہے سلیمان نے حضرت عمرؓ کے پاس شکایت کی اونھون نے سلیمان کو ملامت کی کہ تونے کیون سزا دینے مین تامل کیا اور حلم روا رکھا اور عمرو کو لکھا کہ تونے اپنے امیر کی بے ادبی کی ہے۔ تو اپنی تلوار پر بہت نازان ہے جس کا نام تونے صمصامہ رکھا ہے مگر تجھے معلوم نہین کہ میرے پاس بھی ایک تلوار ہے جس کو مین مصمم کہتا ہون۔ جس روز تیرے کانون کے درمیان رکھ دون گا تیری کھوپری چیرے بغیر نہ نکلے گی[۱]

حضرت عمرؓ کے سامنے ایک قتل کی واردات کا مقدمہ پیش ہوا۔ ایک نوجوان شخص کی لاش راستے مین پڑی ہوئی پائی گئی۔ حضرت عمرؓ نے بہت تفتیش کی مگر پتہ نہ چلا اور نہایت تشویش مین دعا مانگا کرتے تھے کہ خدایا اس کے قاتل کا پتہ لگا دے۔ ایک سال کے قریب گذر گیا۔ ایک دن پھر اوسی مقام پر جہان سے لاش ملی تھی ایک بچہ پڑا ہوا ملا۔ حضرت عمرؓ نے پرورش کے واسطے ایک عورت کے سپرد کیا اور کہا کہ اگر تو کسی کو اس کی طرف متوجہ پائے تو مجھے اوس کی خبر کردیو۔ لڑکا جب کچھ بڑا ہو گیا تو ایک دن اوس عورت کے پاس ایک خادمہ لڑکی آئی اور کہا کہ میری بیوی چاہتی ہین کہ یہ لڑکا اون کے دکھلانے کو لے چلے وہ دیکھ کر لوٹا دین گی۔ وہ لڑکا لے کر اوس کے ساتھ گئی۔ ایک جوان عورت نے اوس سے لیا اور اوس کا مونہہ چوما اور پیار کیا اور پھر لوٹا دیا۔ اصحاب رسول اللہ مین سے وہ ایک انصاری کی لڑکی تھی۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ کیفیت اوس عورت سے معلوم کی تو اوس مکان کی طرف گئے۔ اوس جوان عورت کے باپ کو اپنے دروازے پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا پایا۔ اوس سے پوچھا کہ تو اپنی لڑکی کا حال جانتا ہے اوس نے جواب دیا کہ ہان۔ خدا کے حق کو لوگون کی نسبت وہ اچھا جانتی ہے اپنے باپ کے حق کو بھی ادا کرتی ہے اور نماز روزہ بھی بجالاتی ہے اور دیندار ہے

[۱] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ مین اوس کے پاس جانا اور نیکی کی نصیحت کرنا چاہتا ہون۔ وہ بوڑھا اندر گیا اور بیٹی کو مطلع کر کے حضرت عمرؓ کو بلا لیا حضرت عمرؓ نے سب لوگون کو جو موجود تھے ہٹا دیا اور اکیلے اوس سے باتین کرنے لگے اور کہا کہ بیان کر اوس لڑکے سے تیرا کیا تعلق ہے وہ عورت متردد ہوئی حضرت عمرؓ نے ہاتھ تلوار پر بڑھایا۔ وہ ڈر گئی اور کہا کہ یا امیرالمومنین آپ ٹھہر جاوین مین سچ سچ عرض کر دیتی ہون۔ واقعہ یہ ہے کہ کچھ زمانہ ہوا ایک بوڑھیا عورت میرے پاس آئی اور کام کاج کرنے کو میرے گھر مین رہنے لگی مین بہ طور والدہ کے اوس کو رکھتی تھی اور اوس کا ادب کرتی تھی۔ اسی طرح پر کچھ مدت گذر گئی کہ ایک دن اوس نے مجھ کو کہا کہ مجھے ایک سفر درپیش ہے اور جانے کا ارادہ رکھتی ہون۔ میری ایک بیٹی ہے اوس کی تنہائی کے خیال سے مین سفر سے واپس آنے تک اوسے تمھارے پاس چھوڑ جانا چاہتی ہون درحصل وہ اوس کی لڑکی نہین تھی لڑکا تھا اوس کو وہ عورتون کا لباس پہنا کر میرے پاس چھوڑ گئی۔ مجھے کبھی اوس کے مرد ہونے کا شبہہ نہین ہوا اور اوس سے کسی قسم کا پردہ نہین کرتی تھی۔ ایک دن سوتے مین مجھ کو غافل پاکر وہ میرے قریب ہوا اور مجھ سے مخالطت کی میرے قریب ایک چھری رکھی تھی مین نے ہاتھ لمبا کر کے اُسے پکڑا اور اوس سے اوس کا کام تمام کر دیا اور اوٹھا کر بازار مین پھینک دیا۔ مگر مین اوس سے حاملہ ہوگئی اور یہ لڑکا پیدا ہوا۔ خداوند علیم واقف ہے کہ اصل واقعہ یہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا خدا تجھے برکت دے تو نے سچ کہا ہے اور اوس کو نصیحت کرتے رہے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے آئے[۱]۔ اوس قتل کے واقعہ کا پتہ نہ چلنے سے جو بوجھ اون کے دل پر تھا ہلکا ہو گیا۔

غرض عدل و انصاف کے حامی اور سرپرست تھے اور انصاف کے سامنے کسی چیز کی پروا نہین کرتے تھے۔ عاملون اور حاکمون کی زیادتیون اور ظلم کی رعایا اور محکومین کی شکایت پر اُن کو سزائین دیتے تھے۔ لوگون کو عام اجازت تھی کہ اپنے عاملون کے فیصلون اور حکمون کی اپیل خود اون کے پاس کرین۔ حج کے وقت جب تمام عامل اکٹھے ہوتے تھے تو اون کے احکام کی نسبت

---

[۱] ازالتہ الخفا کلمات حضرت عمرؓ۔

شکایت کرنے کی پوری ازادی دی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ جب مجمع عام مین حضرت عمرؓ نے پکار کر کہا کہ عاملون کو مین نے تم پر عدل وانصاف کرنے کے واسطے بھیجا ہے اگر کوئی عامل ظلم وزیادتی کرے تو اوس کی میرے پاس شکایت کرو۔ یہ سن کر ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ یا امیرالمومنین میرے عامل نے مجھے بے گناہ سو کوڑے مارے ہین۔ حضرت عمرؓ نے کیفیت سن کر حکم دیا کہ اوس کو سو کوڑے مار کر اپنا بدلا لے لے عمرو بن العاص اس پر معترض ہوئے اور کہا کہ اگر اس طرح پر آپ نے عاملون کی شکایتین سننے کا دروازہ کھول دیا تو بہت واقعات اس قسم کے ہونے لگین گے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ اپنے نفس سے بدلہ لیتے تھے تو مین کیون اس سے بدلہ نہ لو عمرو بن العاص نے کہا کہ آپ اس طرح سزا نہ دلوائین ہم اوسے راضی کر لین گے۔ یہ بات حضرت عمرؓ نے مان لی اور اوس مستغیث کو اس طرح راضی کیا گیا کہ فی کوڑا دو دینار یعنی کل دو سو دینار اوس کو دلوائے گئے[۵۱] اون کا قول تھا کہ "جو عامل میرے عاملون مین سے کسی پر ظلم کرے اور مجھ کو اوس کے ظلم کا حال معلوم ہو جائے۔ اگر مین اوس کی اصلاح نہ کرون گا تو وہ ظلم مین نے ہی کیا ہو گا"[۵۲]

حضرت عمرؓ کے فیصلون مین نرمی اور رحم بھی شامل ہوتا تھا مگر ایسی نرمی اور رحم جس سے انصاف کے پہلو مین کچھ خلل نہ واقع ہوتا ہو مثلاً ایک دفعہ چند آدمیون نے مزینہ کے قبیلہ کے ایک شخص کی اونٹنی چرا کر اوسے ذبح کر لیا۔ ہاتھ کاٹنا اس جرم کی سزا تھی۔ حضرت عمرؓ نے مزنی سے اونٹنی کی قیمت دریافت کی اوس نے چار سو درم بتائے۔ مجرمون سے آٹھ سو درم تاوان دلوا کے چھوڑ دیا[۵۳]

ایک قتل کے مقدمہ مین قاتل کو حضرت عمرؓ کے پاس لائے ثبوت جرم پر قاتل کو سزائے موت کا حکم دیا۔ اسی اثنا مین مقتول کے دعویدار عزیزون مین سے بعض نے معافی دے دی۔ حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن مسعود کے مشورے سے باقی ورثا کو دیت کے طور پر ایک رقم

---

۵۱ ازالۃ الخفا باب سیاست۔ ۵۲ ازالۃ الخفا تصوف وسلوک۔ ۵۳ ازالۃ الخفا باب احکام الخلافت والقضا۔

دلوا کر چھوڑ دیا[۱]

ابو موسی نے ایک دفعہ ایک شخص کو جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا تھا مروا ڈالا حضرت عمرؓ نے جب یہ واقعہ سُنا تو بہت رنجیدہ ہوئے اور کہا کہ اوسے بند رکھ کر اوس سے توبہ کیون نہ طلب کی[۲]

ایک دفعہ عبداللہ بن عمرو حضرمی اپنے غلام کو حضرت عمرؓ کے سامنے لایا اور کہنے لگا کہ اس نے میری عورت کا آئینہ ساٹھ درم کا چرایا ہے اس کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیجیے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ تمھارا نوکر ہے اس پر قطع کا حکم نہین ہے[۳]

اس قسم کے بہت واقعات ہین اور اون کے زمانہ کے مقدمات اور اون کے فیصلہ موجود ہین جن سے حضرت عمرؓ کی فقہ مرتب ہوئی ہے۔ لیکن ہمارا مطلب صرف اون کے عدل و انصاف کی چند مثالین بیان کرنے سے تھا۔ ورنہ درحقیقت حضرت عمرؓ کا منصفانہ برتاؤ اون کے ہر ایک عمل اور کام سے ایسا ظاہر ہے کہ اوس پر کسی دلیل اور زیادہ بیان کرنے کی حاجت نہین ہے۔ آن حضرت صلعم اور حضرت ابوبکر اور بعض اہل الراے صحابہ کے اقوال ہم اس بارے مین بیان کر چکے ہین سر ولیم میور حضرت ابوبکرؓ کی طبیعت کے ذکر مین لکھتا ہے کہ "اون مین حضرت عمرؓ کی سی قوت اور قوت فیصلہ نہین تھی اور نہ انصاف کی حس و ادراک کا مادہ ایسا تیز اور قوی تھا[۴]" اور دونون خالد ون کا واقعہ اس کے ثبوت مین پیش کرتا ہے۔

حضرت عمرؓ کی طبیعت کے ذکر مین مورخ مذکور لکھتا ہے کہ "عدل و انصاف کا مادہ اون کی طبیعت مین نہایت پختہ اور قوی تھا خالد کے ساتھ جو سلوک کیا اوس سے قطع نظر کر کے اون کے ظلم یا بے انصافی کا ایک واقعہ بھی نہین مل سکتا اور خالد کے معاملہ مین بھی اوس سے دشمنی کرنے کی یہ وجہ بھی تھی کہ وہ اپنے مغلوب دشمن کے ساتھ بے احتیاطی اور بے رحمی سے سلوک کرتا تھا۔ اون کی سلطنت مین مختلف

---

[۱] ازالۃ الخفا باب تصوف و سلوک۔ [۲] ازالۃ الخفا باب حدود۔ [۳] ازالۃ الخفا باب حدود۔

[۴] انلس اوف خلافت صفحہ ۱۲۲۔

تو مین اور مختلف جماعتین اور مختلف فرقے جن کے اغراض اور حالات ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور متضاد تھے اون کی قابلیت مین انتہا درجہ کا اعتبار و اعتماد کیے ہوئے تھے اور اون کے مضبوط بازوون نے انتظام اور قانون اور عدل کی تعمیل کا سکہ بیٹھایا ہوا تھا۔[1]"

سر ولیم میور کے یہ الفاظ کسی ادنی غور یا سرسری نگاہ سے دیکھ کر نہین کہے گئے ہین۔ مگر تعجب ہے کہ گو خالد سے ناراضی کی وجہ کو اوس نے خود بیان کر دیا ہے مگر اوس کے ساتھ جو سلوک کیا گیا تھا اوس کو حضرت عمرؓ کے بے لوث اور پاک جامہ انصاف پر ایک دھبا دکھاتا ہے اور اون کے عام اور سراسر انصاف سے اس واقعہ کو مستثنیٰ کرتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ سر ولیم میور کی رائے پر کیا منحصر ہے خالد کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ بظاہر نظر شاید دوسرون کو بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہو۔ خالد کی بے نظیر بہادری اور شجاعت جو ہمدردی اوس کی نسبت اوس کے حالات پڑھنے والون کے دلون مین پیدا کر دیتی ہے وہ ہے جو اوس کے ساتھ اس قسم کے سلوک کو انوکھا دکھلاتی ہے۔ یہ مانا کہ خالد سیف اللہ بہادر تھا اور دلیر ایسا کہ چشم فلک نے اس جیسے کم دیکھے ہین۔ شجاع تھا اور بے خوف ایسا کہ دنیا کی تاریخ مین تلاش کرنے سے اوس جیسے نہین پائے جائین گے کار آزمودہ سپہ سالار اور تجربہ کار جرنل۔ فنون جنگ سے ایسا ماہر کہ دنیا کے سب سے بڑے سپہ سالار اوس کی شاگردی پر فخر کرتے۔ اوس کی خون خوار تلوار اور اوس کی تیغ بیدریغ فتح اور نصرت کی دلیل اور ضمانت تھی اوس کی ذات اور موجودگی بقول انگریزی مصنف کے قوت اور ہیبت کا ایک برج تھی اوس کے نام سے کسریٰ اور قیصر کے شاہنشاہی دل کانپتے تھے اسلامی فتوحات اوس کی شجاعانہ جانبازی کی کچھ کم ممنون نہین ہیں۔ شجاعت اور بہادری کے دفتر مین اوس کا نام سنہری حرفون مین سب سے اول لکھا ہوا ہے اور اوس کی یاد اب بھی مسلمانون کی رگون مین عربی خون کو جوش مین لے آنے کا ایک طلسم ہے۔

مگر باین ہمہ جیسا کہ اوس کے ان بے نظیر اور یگانہ اوصاف کے واسطے لازمی تھا اور

[1] المس اوف خلافت صفحہ ۲۸۴

جیسا کہ دنیا کے سب سے بڑے جرنیلون کے حالات مین ہم پاتے ہین اوس کی بداحتیاطی بے رحمی تک پہونچ جاتی تھی اور ناعاقبت اندیشی اور بے خوفی خوف خطر مین رکھتی تھی۔ اوس کے ذاتی فعال غیرون کی نظرون مین اسلامی خلافت کے نائب کے افعال تھے اور خود اسلام اوس کے برتاؤ اور کردار کے اثر سے محفوظ نہین رہ سکتا تھا ناواقف اوس کو مقاصد اسلامی کا ایک جزو سمجھتا تھا بسا اوقات انصاف اور اسلامی تعلیم کے خلاف اوس سے ایسے امور سرزد ہوتے تھے جن کی تلافی بھی نہین ہوسکتی تھی۔ خود آنحضرت صلعم کو خالد کی تندمزاجی اور بداحتیاطی پر افسوس کرنا پڑا تھا۔ بنی جذیمہ کا واقعہ تاریخ کے مضمون سے مٹ نہین سکتا۔ آن حضرت صلعم نے خالد کو ۸ھ ہجری مین بنی جذیمہ کی طرف اسلام کی ہدایت کے واسطے بھیجا تھا مگر وہ پہلے سے مسلمان ہوچکے تھے اسلام کا اقرار کرتے وقت اون کے موہنہ سے "اسلمنا" کی جگہہ غلطی سے "صبانا" نکل گیا جس سے اون کا مطلب یہ تھا کہ ہم نے اپنا پہلا دین چھوڑ دیا ہے۔ خالد نے نہ سمجھا اور اون کو قید کرلیا اور صبح کے وقت اونکے قتل کرنے کا حکم دیا۔ مہاجرین اور انصار کے پاس جس قدر قیدی تھے وہ اونھون نے نہ مارے اور چھوڑ دیے مگر بنی سلیم نے بہت سے قیدیون کو قتل کردیا۔ آن حضرت صلعم کو جب اِس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ کو نہایت سخت صدمہ گذرا اور خالد کے کام سے ناراض ہوے اور فرمایا کہ اے خدایا جو کچھ خالد نے کیا ہے مین اوس سے بری ہون[۱] اسی طرح ایک دفعہ خالد نے عمار بن یاسر پر سختی کی اور سخت و سست کہا جس سے وہ ناراض ہوگئے اور آن حضرت صلعم کے روبرو شکایت کی۔ آن حضرت نے خالد کو فرمایا کہ عمار سے تیرا کیا کام تھا وہ تو ایک جنتی آدمی ہے جو بدر مین حاضر ہوا ہے۔ عمار کو بھی سمجھایا اور خالد نے معافی مانگی۔

حضرت ابوبکر رض کے زمانہ خلافت مین خالد سے جو زیادتیان ہوئین وہ کسی طرح ناقابل توجہ نہین مالک بن نویرہ کے مسلمان ہونے اور بے گناہ قتل کا واقعہ حضرت عمر رض کے نزدیک ثابت تھا۔ اگر خالد کا حکم سمجھنے ہی مین غلطی ہوئی تھی توکم سے کم اوس کی حسین عورت سے اوسی وقت نکاح کرنا

---

[۱] مغازی واقدی صفحہ ۳۶۳ و تفسیر القرآن از سرسید احمد خان صاحب جلد چہارم صفحہ ۱۰۰۔

جب کہ اوس کے مقتول شوہر کا خون زمین پر خشک بھی نہین ہوا تھا نہایت سرد مہر اور بے ضبط
طبیعت کا کام تھا جس کو اسلامی تعلیم روا نہین رکھ سکتی تھی۔ خالد کا عراق مین بے دریغ وبلا
امتیاز قتل کا حکم دینا بھی حضرت عمرؓ کی انصاف پسند طبیعت پر ایک بار تھا۔ الیس کی لڑائی مین قتل عام
کا حکم دینا اور اسی طرح خون کا دریا بہانے کی قسم کھا لینا کوئی معمولی قابل چشم پوشی امور نہ تھے
خالد کی تمام زیادتیون اور بے احتیاطیون کو شمار کرنا ایک طویل اور غیر ضروری کام ہے۔ وہ
خود ہی لوگون مین انعام واکرام بھی تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ سے
لکھوایا کہ بغیر ہماری اجازت کے کسی کو کچھ نہ دے جس کے جواب مین اوس نے لکھا کہ مجھ کو
میرے کام پر چھوڑ دیجیے جو چاہون کرون اور جس کو چاہون دون۔ حضرت عمرؓ ایسے جواب کو
کب سننے والے تھے۔ فوج کو بے سردار چھوڑ کر بے اطلاع اور بلا اجازت مکہ کو حج کرنے
چلا آنا بھی کچھ معمولی بے احتیاطی نہ تھی۔ حضرت عمرؓ کے انصاف اور دور اندیشی اور احتیاط کے
نزدیک اس قسم کی تمام زیادتیان اور بے احتیاطیان ناقابل معافی تھین۔ مگر حضرت ابوبکرؓ کا درگذر
کرنا اور خالد کو تنبیہ کر کے چھوڑ دینا بھی ایک ایسا فیصلہ تھا جس کے خلاف یا انحراف کرنا حضرت
عمرؓ اوس تعظیم اور ادب کے لحاظ سے جو وہ اپنے زمانہ خلافت مین بھی حضرت ابوبکرؓ کا کرتے تھے
روا نہین رکھ سکتے تھے پس سب سے پہلے جو منصفانہ تدبیر اور دور اندیشی کی تجویز کی وہ یہ کی کہ
خالد کو سپہ سالاری عراق سے روک کر حضرت ابو عبیدہ کے ماتحت شام مین مقرر کیا۔ خالد کی جزوی
بے احتیاطیون کی شکایت رہتی تھی مگر معاف کر دی جاتی تھی۔ شام کے فتح ہو جانے پر خالد
قنسرین کا امیر اور عامل مقرر ہو گیا۔ مگر اوس کی طبیعت نہین بدل سکتی تھی۔ زمانہ اور تجربہ اور
عمر نے اوس پر بہت کم اثر کیا۔ حضرت عمرؓ کا قول کہ مین آل مغیرہ کو آتشین طبیعت کا سمجھتا ہون
غلط نہین تھا۔ شام کی بغاوت کے زمانہ مین خالد کا ابو عبیدہ کو حصار سے باہر نکل کر جنگ کرنے کی
رائے دینا حضرت عمرؓ کی نظرون مین سخت بے احتیاطی اور ناعاقبت اندیشی اور اپنی قوت پر غرور کا
اظہار تھا اس سے ناراض ہوئے ہی تھے کہ دو اور اہم شکایتین اوس کی نسبت پہونچین اول یہ کہ

شام مین جاکر خالد شراب ملی ہوئی خوشبو استعمال کرتا ہے اور دوسرے اشعث بن قیس الکندی ایک شاعر کو اپنی تعریف مین ایک قصیدہ کے صلہ مین ایک ہزار دینار[1] خالد نے انعام دیا ہے پہلے الزام سے تو خالد نے قسم کھائی اور بری ہو گیا دوسری شکایت بہ لحاظ واقعہ کے صحیح تھی ہزار دینار بہت بڑی رقم تھی اور حضرت عمرؓ نے اوس کی تحقیقات کرنی چاہی ابو عبیدہ کے نام حکم بھیجا کہ خالد کو حمص مین بلا کر مسلمانون کی جماعت کے سامنے اوس کے ہاتھ باندھ کر اوس سے دریافت کرے کہ یہ روپیہ بیت المال سے صرف کیا ہے یا اپنی گرہ سے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا خالد نے کہا کہ مین نے اپنی گرہ سے خرچ کیا ہے۔ اسی وقت ہاتھ کھول دیے گئے اور اوسکی وہی تعظیم و تکریم کی گئی[2]۔

خالد کا اپنی گرہ سے بھی اتنی بڑی رقم ایک شاعر کو انعام دینا حضرت عمرؓ کے نزدیک فضول خرچی کا ایک ناقابل معافی جرم تھا اوس کو قنسرین کی حکومت سے مدینہ بلا لیا۔ مگر اطراف مین سب جگہ لکھا کہ خالد کی معزولی بسبب خیانت کے نہین ہوئی۔ بلکہ اس سبب سے کہ اوس کے دل مین خیال تھا کہ یہ سب فتوحات اوس کی مدد سے حاصل ہوئی ہین حالانکہ یہ سب خدا سے منسوب کرنا چاہیے[3] ہوسکتا ہے کہ اصل مطلب حضرت عمرؓ کا اوس کی نسبت اس قسم کی شکایات کے سلسلہ کو منقطع کرنے کا ہو۔ خالد آخر حمص مین جا رہا اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے آٹھوین سال مین اون کا انتقال ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

غرض یہ واقعہ ہے خالد اور اوس کے ساتھ سلوک کیے جانے کا اور تعجب ہے کہ کوئی شخص اس کو حضرت عمرؓ کی بے انصافی پر محمول کرے جو خدا اور اپنے پاک مذہب کے روبرو خلق اللہ کے ساتھ انصاف اور عدل اور رحم اور فیاضی سے برتاؤ کرنے کے اپنے آپ کو جوابدہ سمجھتے تھے اور کسی کی کارآمد بہادری اور شجاعت کو انصاف کے روبرو ہیچ جانتے تھے۔ اس واقعہ سے

---

[1] سر ولیم میور ایک ہزار دینار اور طبری دس ہزار درہم لکھتا ہے۔ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۲۰۔ اور طبری صفحہ ۲۱۰۹۔

[2] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۲۰ و ازالۃ الخفا باب سیاست۔ [3] ازالۃ الخفا باب سیاست۔

سوا اور بہتیرے واقعات اسی قسم کے ہین جو غور کرنے سے معلوم ہوسکتے ہین ـــ

حضرت عُمر جیسے کہ انصاف اور سچائی کے حامی اور پشت و پنا ہ تھے ایسی ہی اس صفت والوت اور حق کے پہچاننے والون کے عاشق تھے مثلاً ایک رات کو آپ اپنے غلام اسلم کے ساتھ مدینہ مین گشت کر رہے تھے کہ دم لینے کے واسطے ایک مکان کی دیوار کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ ایک بڑھیا کی آواز سنی کہ وہ اپنی لڑکی کو کہہ رہی ہے کہ اُٹھ پانی دودھ مین ملا دے ۔ لڑکی نے جواب دیا کہ تو نے نہین سنا کہ حضرت عُمرؓ نے ڈھنڈورا پٹوایا ہے کہ دودھ مین پانی مت ملاؤ۔ اوس کی بڑھیا مان نے جواب دیا کہ اس وقت نہ امیر المومنین دیکھ رہا ہے نہ اوس کا ڈھنڈورچی ۔ لڑکی نے جواب دیا کہ یہ مناسب نہین ہے کہ ظاہرا اطاعت کرین اور در پردہ گناہ کرین ۔ حضرت فاروقؓ اعظم اس کو سن کر بے انتہا خوش ہوے اور اپنے غلام کو اوس مکان کا نشان یاد رکھنے کو کہہ کر چلے آئے اور اگلے دن اوس لڑکی کو بلوایا اور اپنے بیٹے عاصم سے نکاح کروا دیا[۱]۔ کہا کرتے تھے کہ اگر مجھ کو عورت کی ضرورت ہوتی تو میرے سوا اس کے ساتھ کوئی نکاح نہ کرتا ۔ اسی لڑکی کی نسل سے حضرت عمر بن عبد العزیز وہ عادل اور خدا ترس خلیفہ تھے جن کو خلفاء الراشدین مین پانچوان خلیفہ شمار کرتے ہین

غرض حضرت عُمرؓ کا عدل و انصاف دنیا مین یادگار رہا اور ہمیشہ یادگار رہے گا ۔ مظلوم اون کے نام سے فریاد کرتے رہے ہین اور کرتے رہین گے ۔ خلیفہ مامون الرشید کے وقت مین ایک دن کسی سپاہی نے ایک شخص کو بے گار پکڑا ۔ وہ دردناک آواز سے چلایا" واعمراہ" یعنی ہاے عُمرؓ تم کہان ہو ۔ مامون کو اطلاع ہوئی اوس شخص کو طلب کیا اور کہا کہ کیا حضرت عُمرؓ کا عدل تجھ کو یاد آیا اوس نے کہا ہان مامون نے کہا خدا کی قسم اگر میری رعیت حضرت عُمرؓ کی سی رعیت ہوتی تو مین اون سے بھی زیادہ عادل ہوتا ۔ خیر یہ تو ایک کہنے کی بات تھی دراصل حضرت عُمرؓ کی رعایا بھی اس سبب سے ایسی تھی کہ حضرت عُمرؓ نے اوس کو ایسا بنایا تھا ۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عُمرؓ کے نام سے جو فریادین کی جاتی تھین وہ سنی بھی جاتی تھین کیونکہ مامون نے اوس کو انعام دلوایا اور

---

[۱] ازالۃ الخفا باب گشت ـــ

سپاہی کو موقوف کر دیا۔[۱]

عمال اور امیرون اور حاکمون اور ہر ایک قسم کے عہدہ دارون کا مقرر کرنا ایک نیا اور مشکل کام تھا اور اوس کے واسطے نہایت واقفیت اور مردم شناسی درکار تھی حضرت عمرؓ کے عہدہ انتخاب اون کی کاملیت سے ظاہر ہون گے ۔

عہدہ دارون کے تقرر کے وقت عموماً اس قسم کی ہدایتین اون کو کرتے تھے ۔

دروازے پر چوبدار اور حاجب نہ رکھین مستغیث کو آنے کی کوئی روک نہ پیدا کرین گویا ہر وقت عدالت کا دروازہ کھلا رہنے کا حکم تھا ۔

جب کوئی استغاثہ کرے اوس کو سننا اور مدعی سے گواہ عادل اور منکر سے قسم لے کر اوس کو فیصلہ کرین۔ عادل وہ سمجھا جائے جس پر حد شرعی جاری نہ ہوئی ہو یا جھوٹی شہادت مین مشہور نہ ہو اوس پر محبت اور وراثت کی تہمت نہ ہو۔ اگر گواہون کی حاضری کے واسطے مہلت مانگی جائے تو مہلت دین ۔

فیصلہ کتاب اور سنت کے رو سے کرین ۔ اور جن امور کی نسبت کتاب اور سنت مین حکم نہ ہو اپنی فہم اور رائے سے فیصلہ کرین ۔

مقدمات کا فیصلہ جلد کرین تاکہ مدعی دیر کے سبب اپنا دعوی چھوڑ دینے کو مجبور نہ ہو۔

باہم مصالحہ اور رضامندی کو بشرطیکہ اوس سے تحلیل حرام اور تحریم حلال نہ ہو منظور کر لین ۔

جو فیصلہ ایک دن کیا گیا ہو اوس پر نظر ثانی کرنی جائز ہے اور اگر نظر ثانی مین پہلا فیصلہ غلط معلوم ہو تو اوس کو باطل ٹھہرا دے ۔

متخاصمین پر سختی اور درشتی اور غصہ نہ کرین ۔

رعب قائم رکھین مگر نہ اتنا کہ وہ منجر بہ جبر ہو اور اخلاق و نرمی کرین مگر نہ اتنی کہ حکومت مین

[۱] المامون حصہ دوم صفحہ ۲۹ ۔

سستی اور بے رعبی ہو۔

ہمیشہ عدل و انصاف اور حق کو قائم رکھین [۱]۔

جس مقدمہ کا فیصلہ نہ ہو سکے اور دقت واقعہ ہو اوسکو میرے پاس بھیج دین۔

غرض اسی قسم کی ہدایات کرتے تھے اور وقتاً فوقتاً ضروری ہدایات کے متعلق تحریری احکام جاری کرتے تھے۔

عمیر بن ثابت سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ جس وقت کسی شخص کو عامل مقرر کرتے تو اوس سے انصار و اصحاب کے روبرو چار اقرار لیتے اوّل یہ کہ گھوڑے پر سوار نہ ہو۔ باریک کپڑے کو نہ پہنے اور لذیذ و نفیس کھانے نہ کھائے تیسرے حاجت مند لوگون پر دروازہ بند نہ رکھے چوتھے حاجب اور دربان نہ مقرر کرے [۲]۔

اہل فوج کے واسطے یہ نہایت ضروری ہدایات تھین کہ جاڑون مین دھوپ کھانا نہ چھوڑین۔ گھوڑون پر رکاب کے سہارے سے سوار نہ ہون اور موٹے کپڑے استعمال کرین ۔"

جیسے کہ آپ اکثر ضروری اور مفید ہدایات تحریری جاری کرتے تھے ایسے ہی خطبون مین پند و موعظت عاملون کے واسطے فرماتے تھے۔

ایک دن خطبہ مین فرمایا کہ " اے خدا مین تجھ کو شہرون کے امیرون پر شاہد کرتا ہون۔ مین نے اُن کو اس واسطے بھیجا ہے کہ وہ لوگون کو اون کا دین سکھلا دین نبی کی سنت سے آگاہ کرین غنیمت کو تقسیم کرین اون مین عدل پھیلائین۔ اور کسی امر مین اگر دقت واقعہ ہو تو اوس کو میری طرف بھیج دین " [۳]۔

پھر فرمایا کہ " اے لوگو خدا کی قسم ہے مین نے اپنے عاملون کو تمھاری طرف اس لیئے نہین بھیجا کہ تمھاری کھال اُتارین یا تمھارے مال چھینین بلکہ اس واسطے بھیجا ہے کہ تم کو تمھارا دین

---

[۱] ازالتہ الخفا باب احکام الخلافت و القضا و تہذیب الاخلاق جلد اول صفحہ ۱۰ [۲] ازالتہ الخفا باب سیاست
[۳] ازالتہ الخفا باب سیاست ۔

اور سنت سکھلائین۔ پس جس شخص کے ساتھ اِس کے خلاف سلوک ہو وہ میرے پاس مرافعہ کرے خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ مین میری جان ہے کہ مین اوس سے بدلا لون گا[۱]"

عمرو بن العاص نے ایک دن اسی پر اعتراض کیا اور کہا تھا کہ اگر کوئی عامل اپنی رعیت کو ادب سکھلانے کے واسطے کچھ کہیے گا تو آپ اوس سے بھی بازپرس کرین گے آپ نے جواب دیا کہ بیشک کرون گا اور بدلہ لون گا۔ مین نے رسول اللہ کو اپنے نفس سے بدلہ لیتے دیکھا ہے۔ مین اون سے کیون نہ لون گا۔

عاملون کو اس امر کی تاکید کیا کرتے کہ مسلمانون کو ذلیل کرنے کے واسطے نہ مارین۔ اون کو جدوذ گھر آنے سے روکے نہ رکھین کہ وہ فتنہ مین مبتلا ہو جاوین گے۔ اون کے حقوق اون سے نہ روکین کہ وہ باغی ہو جاوین گے[۲]۔ ایسی ہی پند و موعظت اور ہدایت اون کے اکثر خطبون مین موجود ہے۔ تحریری احکام اور ہدایت مین بڑے امیرون کو خصوصًا اور تمام عہدہ دارون اور اہلکارون کو عمومًا نیکی اور خداترسی اور خداپرستی اور بھلائی کرنے اور سادگی عادات کو نہ چھوڑنے کی ہدایت اور نصیحت کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر تم نیک ہو گے تو تمھاری رعیت بھی نیک ہوگی ورنہ اس کا برعکس ہوگا۔ زیادہ ستانی اور جبر سے منع کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ عاملون کو صدقہ کے بارے مین لکھا کہ جب کوئی وصول کرو تو لوگون کو بند نہ کئے رکھو۔ جن کا کام پہلے ہو جائے اون کو جانے دو۔ کیونکہ اون کے مویشی بند رہنے سے ہلاک ہون گے۔ جب مال مویشی مین سے صدقہ لو تو نہ بہت عمدہ منتخب کرکے لو اور نہ بہت کم درجہ کا بلکہ اوسط قسم سے صدقہ لینا چاہیے۔ اگر کسی کو ایک سال کا جانور دینا ہو اور وہ اوس کے مویشیون مین نہ ہو تو اوسی حیثیت کا مال یا قیمت لے لینی چاہیئے شیردار اور حاملہ جانور نہ لینے چاہیین اس سے اونکا بہت نقصان ہوتا ہے[۳]۔

غرض تمام امور مین اور ہر ایک قسم کی ضروریات کے متعلق جزئیات تک ۔ ایتین فرماتے تھے جو انصاف اور عدل پر مبنی ہوتی تھین عمال کے واسطے پہلا ضابطہ اور دستور العمل اور قانون کتاب

---

[۱] ازالۃ الخفا باب سیاست [۲] ازالۃ الخفا باب سیاست [۳] ازالۃ الخفا باب کلمات حضرت عمر

اور سنت تھے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کی ہدایات اور قواعد تھے جو وہ مقرر کرکے اون کو اطلاع دیتے تھے اور حضرت عمرؓ کے فیصلون اور طریق کے نظائر تھے جن سے وہ آگاہ ہوتے رہتے تھے اور اس کے بعد ضرورتاً وہ اپنے فہم اور رائے اور قیاس کو کام مین لاتے تھے جس پر نظر ثانی اور مرافعہ کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔ گو یہ دستورات اپنی سادہ اور ابتدائی حالت مین تھے مگر عدل اور انصاف اور امن آرام آسائش کے واسطے جو اون کی غرض تھی پوری ضمانت تھے۔

امیرون اور عاملون کے تقرر اور اون کو ہدایتین کرنے کے بعد حضرت عمرؓ کا کام اون کی نگرانی اور خبر گیری کرنے کا تھا جو وہ عجیب و غریب طریقہ مین ہر ایک ممکن وسیلہ سے کرتے تھے۔ اون کا قول تھا کہ "جو عامل میرے عاملون سے کسی پر ظلم کرے اور مجھ کو اوس کے ظلم کا حال معلوم ہو جائے اگر اوس کی اصلاح نہ کرون گا تو وہ ظلم مین نے ہی کیا ہوگا" پس وہ نگرانی اور خبر گیری مین کوئی دقیقہ باقی نہین چھوڑتے تھے۔ نگرانی کے مختلف طریقون مین سے ایک عمدہ تدبیر حضرت عمرؓ کی یہ تھی کہ حج کے وقت تمام صوبون کے امیر حج کرنے کے واسطے مکہ آتے تھے اور عامہ مسلمین بھی جمع ہوتے تھے سب کو اپنے حالات عرض کرنے کی اجازت دی جاتی تھی مدینہ کے راستہ واپس ہوتے ہوئے ان امیرون کو اپنے صوبہ کے حالات اور ضروریات بیان کرنے اور حضرت عمرؓ کو ہدایات جاری کرنے کا مزید موقع ملتا تھا۔ بقول سر ولیم میور کے درحقیقت یہ موقع لوکل گورنمنٹ کی زبانی سالانہ رپورٹ سنا دینے کا بہت ہی عمدہ کام دیتا تھا[1]۔ حضرت عمرؓ نے اُن برکتون سے جو خداوند تعالیٰ نے حج کے پرحکمت فرض مین رکھی تھین اس عملی صورت مین ایسا قیمتی فائدہ اوٹھانے کی ایک عمدہ تدبیر نکالی تھی۔

اس کے سوا نگرانی کی غرض کے واسطے اپنے اور صوبون کے عہدہ دارون کے درمیان ایلچی اور کارندہ اور جاسوس اور اُن کے حال کی نگرانی کرنے کے واسطے خاص لوگ مقرر کیے تھے۔ جو عموماً اون کو خبرین دیتے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ جو موقعہ اون کے دریافت حال کا ملتا اُس سے بھی

---

[1] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۶۳۔

فائدہ اوٹھاتے تھے جو مسلمان مختلف صوبون سے مدینہ کو آتے تھے اون سے صوبہ کے امیر کا حال اپنے طور پر دریافت کرلیتے تھے۔ اگرچہ ہر ایک شخص کے واسطے اپنی سادگی اور سادہ طعام اور خورش اور پوشش مین اعتدال رکھنے کا عام طور پر تاکیدی حکم تھا مگر عاملون اور امیرون کو چونکہ ایسے عادات اور اطوار کو چھوڑ دینے اور تعیش اور آرام طلبی مین پڑجانے کا زیادہ موقعہ تھا اس لیے اون کی اس امر مین خاص نگرانی کرتے تھے اور خصوصیت سے اقرار لے لیتے تھے۔

ایک دن کسی شخص نے شکایت کی کہ عیاض بن غنم تیری شرطون کو پورا نہین کرتا ہے۔ باریک کپڑے پہنتا ہے اور دربان رکھتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہ کو جو عاملون پر اون کی طرف سے قاصد مقرر تھا بلایا اور حکم دیا کہ عیاض کو جس حالت مین تو پائے میرے پاس لے آ۔ چنانچہ قاصد نے جاکر دیکھا تو واقعی دروازے پر حاجب تھا اور عیاض باریک کپڑے پہنے ہوا تھا۔ قاصد کے پیغام سے مطلع ہوکر اوس نے کچھ فرصت چاہی مگر نہ دی گئی اور اوسی حال مین حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اوس کے باریک کپڑے اتروا کر اون کا کرتا اوس کو پہنایا۔ ہاتھ مین ایک عصا پکڑا دیا اور ایک بکریون کا ریوڑ چرانے کے واسطے اوس کے سپرد کر دیا۔ گرمی کا موسم تھا۔ تنگ ہوا اور چلا اوٹھا کہ "الموت خیر من ہذا" حضرت عمرؓ نے کہا کہ تیرا باپ کا نام تو غانم (گڈریا) تھا اور بکریان چراتا تھا۔ تو اوس کو اور میری ہدایات اور اپنے اقرار کو بھول گیا۔ غرض اوس کو حکومت سے معزول کر دیا[۱]

حضرت عمرؓ اپنے عمال کو بعض وقت ادنےٰ قصور پر بھی معزول کر دیتے تھے کہ مریضون کی عیادت یا خبر گیری نہ کرتا ہو اور مفلس لوگ اوس کے پاس دخل نہ پاسکتے ہون[۲]

کسی عمال کا اپنے واسطے جاگیر وغیرہ پیدا کرنا جس کی عام ممانعت تھی ایسا ہی قصور تھا یعلی بن امیہ کی نسبت جو یمن کے بعض شہرون پر امیر تھا اسی قسم کی شکایت گذری تو اوس کو حکم بھیجا کہ مدینہ تک پاون چلتا آوے پانچ چھ دن کا راستہ وہ پاؤن چلا کہ حضرت عمرؓ کے وفات پانے کی

[۱، ۲] ازالۃ الخفا باب سیاست۔

خبر پاکر وہ سوار ہو لیا[1]

اپنے عمال کی نسبت وہ بداخلاقی کے شبہہ کو بھی روا نہین رکھتے تھے نعمان بن عدی کو جنھون نے میسان کا امیر مقرر کیا - اوس نے اپنی عورت کو میسان کی طرف ساتھ لے جانا چاہا مگر اوس نے انکار کیا نعمان نے وہان پہونچ کر ایک خط مین کچھ اشعار اپنی عورت کو ترغیب دینے کے واسطے لکھے جن کا مضمون اس قسم کا تھا کہ تیرا خاوند چینی اور کانچ کے پیالون مین پانی پیتا ہے - گاؤن کے دہقان اور حسین عورتین اوس کو گانا سناتی ہین وغیرہ حضرت عمرؓ کو یہ حال معلوم ہو گیا اور اوس کو معزول کر کے واپس بلا لیا - اوس نے مدینہ آکر عذر کیا کہ مین کسی ایسے فعل کا مرتکب نہین ہوا صرف اشعار مین یہ بیان کیا تھا حضرت عمرؓ نے کہا یہی صحیح ہوگا مگر تجھ کو ہمیشہ کے واسطے عامل رہنا ضروری نہین ہے[2]

بعض بیرونی مصلحتون کے خیال کا اظہار اون کو اپنے خیالات سے روک بھی دیتا ہو - مگر یہ شاذ واقعہ ہے جو ہر ایک سے نہین ہو سکتا تھا - یزید بن ابی سفیان جب فوت ہو گیا تو اوس کی جگہ اوس کے بھائی معاویہ کو شام مین امیر مقرر کیا حضرت عمرؓ شام کے سفر مین جب وہان پہونچے اور معاویہ بڑے لشکر کے ساتھ اون کو آکر ملا حضرت عمرؓ کی نظرون مین یہ بات کھٹکی اوس کی نسبت یہ بھی سنا تھا کہ وہ دروازے پر حاجب رکھتا ہے - اوس سے پوچھا کہ ایسا کیون کرتا ہے معاویہ نے جواب دیا کہ شام کا ملک جہان مین رہتا ہون اس قسم کا ہے کہ دشمن کے جاسوس وغیرہ بہت آتے ہین - مین اس امر کو پسند کرتا ہون کہ سلطان کی عزت کو اس طرح ظاہر کرون جس سے لوگ ڈرین اگر آپ حکم دین گے تو مین ایسا کرون گا ورنہ چھوڑ دون گا - حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ تیری باتین ایسی ہی مدلل ہوتی ہین - جو کچھ تو نے کہا ہے اگر یہ سچ ہے تو ایک معقول رائے ہے اگر جھوٹ ہے تو دانا کی فریب دہی ہے[3]

اپنی گشت مین بھی لوگون سے اون کے امیرون کا حال پوچھتے رہتے تھے ایک دن اہل حمص سے

---

[1] ازالۃ الخفا باب سیاست [2] ازالۃ الخفا باب سیاست صفحہ ۲، [3] ازالۃ الخفا باب سیاست۔

اون کے امیر کا حال پوچھا۔ اُنھون نے بیان کیا کہ یا امیر المومنین وہ امیر اچھا ہے مگر اتنی بات سُنی گئی ہے کہ اپنے رہنے کے واسطے بالاخانہ بنایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اوس کو مدینہ بُلا لانے کے واسطے خط دے کر قاصد بھیجا اور کہا کہ اوس کے بالاخانہ کے دروازے کو جلا دینا۔ قاصد نے جب وہان پہونچ کر دروازہ جلانے کے واسطے لکڑیان اکٹھی کین تو لوگون نے امیر کو خبر کی۔ وہ قاصد سے ملا اور خط اوس کے ہاتھ سے لے لیا اور اوسی طرح گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ کو روانہ ہوا۔ حضرت عمرؓ نے تنبیہاً اوس کو یہ سزا دی کہ تین دن دھوپ مین کھڑا رکھا اور چوتھے دن اوسے ساتھ لے کر صدقہ کے جانورون کے مکان کی طرف گئے اور اوسے کہا کہ ان اونٹون کو پانی پلا اور جب تک وہ تھک نہ گیا اوسے نہ چھوڑا۔ پھر پوچھا کہ اے ابن قرط۔ اِس کام کو تو نے کتنی مدت تک کیا ہے۔ اوس نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین بہت مدت تک۔ کہنے لگے کہ اِس لیئے تو نے بالاخانہ بنایا ہے کہ مسلمانون اور یتیمون اور رانڈون پر اپنی بڑائی ظاہر کرے۔ خبردار پھر ایسا عمل نہ کیجیو اوسے اپنی حکومت پر واپس بھیج دیا[1]

اگرچہ حضرت عمرؓ سادگی اور قدیم سادہ اطوار و عادات کے قائم رکھنے کی تاکید کرتے تھے مگر اوس کو ایسے درجہ پر پہونچا ہوا دیکھنا بھی پسند نہین کرتے تھے جو لوگون کی نظرون مین ذلیل اور خوار دکھائی دے۔ یمن کا ایک عامل جب ایک دفعہ اون کے پاس آیا تو ایک قیمتی چادر اوڑھے ہوئے تھا بالون مین تیل لگائے ہوئے اور کنگھی پھیرے ہوئے تھا حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اوس کو اون کے کپڑے پہنا دیئے جائین۔ اون کی حکومت کا جب حال دریافت کیا تو بہت عمدہ معلوم ہوا اور اوس کو واپس بھیج دیا۔ دوسری دفعہ جب وہ آیا تو اوس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر گرد و غبار پڑا ہوا تھا کپڑے میلے اور پھٹے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہمارے عاملون کو ایسے حال مین بھی نہین رہنا چاہیئے کہ کپڑے میلے اور پھٹے ہون اور بال بکھرے ہوئے ہون۔ کھاؤ اور پیو اور تیل لگاؤ۔ تم جانتے ہو مین کون سی بات کو برا جانتا ہون[2]

---

[1] ازالۃ الخفا باب حکایات گشت [2] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمر۔

امیر اور مختلف کامون کے عامل اپنے اپنے کام کے ذمہ دار اور خود مختار رہتے تھے معلمان مذہب کسی کی تابعداری سے آزاد اور خود مختار تھے۔ ایک دفعہ معاویہ اور عبادہ بن صامت کے درمیان کسی امر مین اختلاف اور تکرار ہو گیا معاویہ نے اوس کو سخت سست کہا عبادہ ناراض ہوئے اور شام سے چلے آئے کہ معاویہ کے ساتھ ایک جگہ کبھی نہ رہین گے۔ جب مدینہ پہونچے تو حضرت عمرؓ نے اون کے چلے آنے کی وجہ دریافت کی اُنھون نے تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت عمرؓ نے اون کو کہا کہ اپنے کام پر واپس چلے جایئن کہ ملک کو اون کی ضرورت سب سے زیادہ ہے اور معاویہ کو لکھا۔ کہ عبادہ پر تیری کسی قسم کی حکومت نہین ہے [لہ]

عاملون کے صحیح الحواس اور تندرست ہونے کا بھی خیال رکھتے تھے مگر ساتھ ہی اون کے اوصاف کی قدر کرتے تھے۔ سعید بن عامر جمحی کو شام مین عہدہ دے کر بھیجا۔ کچھ عرصہ بعد سنا کہ اوس کو مرگی آتی ہے اوس کو واپس بلا بھیجا جب وہ آیا تو اپنی پوری سادہ حالت مین تھا ایک پیالہ اور ایک توشدان اوس کا کل اسباب تھا۔ اوس سے دریافت کیا کہ تیرے بیہوش ہو جانے کی خبر کہان تک صحیح ہے۔ اوس نے جواب دیا کہ جب خبیب سولی پر چڑھایا گیا تھا تو مین حاضر تھا اوس نے قریش کے حق مین بددعا کی جن مین مین بھی تھا جب وہ واقعہ یاد آتا ہے تو ناطاقتی سے بیہوش ہو جاتا ہون حضرت عمرؓ نے یہ سُنکر اوس کو اپنے عہدے پر واپس جانے کو کہا مگر اوس نے اصرار سے انکار کیا اور حضرت عمرؓ نے معاف کر دیا اور بعض روایات مین اوس کو حمص کا امیر بنا کر بھیجا [سلہ]

حضرت عمرؓ کے اچھے عاملون کا نمونہ جیسے کہ اون کے اکثر عامل تھے عمیر بن سعد انصاری کے حالات سے دیکھا جا سکتا ہے۔ عمیر کو اُنھون نے حمص کا امیر بنا کر بھیجا جہان وہ ایک سال تک رہا۔ مگر اس عرصہ مین کوئی خبر نہ آئی تو حضرت عمر نے خط بھیج کر اوسے بلا بھیجا۔ وہ اپنا توشدان اور پیالہ اور لوٹا اور عصا لیے ہوئے پاؤن چلتا ہوا مدینہ پہونچا سفر مین چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا مونھ پر گرد و غبار جما ہوا تھا اور بال بڑھے ہوئے تھے۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے سامنے پہونچا۔ حضرت عمرؓ نے

[لہ] [سلہ] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ۔

اوس کا حال پوچھا اوس نے کہا کہ یہی حال ہے جس مین آپ دیکھتے ہین۔ اوس سے
کیون آیا ہے۔ اگر تیرے پاس اپنی سواری نہ تھی تو کسی سے مانگ لی ہوتی اور مسلمانون کو
کہ وہ تجھے سواری دیتے۔ اوس نے جواب دیا کہ نہ مین نے کسی سے مانگی اور نہ کسی نے دی۔ حضرت
عمرؓ نے کہا وہ بُرے مسلمان ہین۔ عمیر نے جواب دیا آپ بُرا کیون کہتے ہین وہ نماز پڑھتے ہین۔ حضرت
عمرؓ نے پوچھا کہ تو نے اپنی حکومت مین کیسے عمل کیا۔ اوس نے جواب دیا کہ آپ کے بتائے ہوئے پر
عمل کیا جو کچھ آپ نے لکھا اوس پر بھی عمل کیا شہر مین صالحین لوگون کو مال جمع کرنے پر مقرر کیا اور
محل مناسب پر خرچ کیا۔ اگر اوس مین سے کچھ بچتا تو آپ کے پاس لے آتا۔ حضرت عمرؓ نے کہا تو تو کچھ
نہین لایا۔ اوس نے کہا نہین حضرت عمرؓ نے اوسے پھر امیر بنا کر بھیجنا چاہا۔ مگر اوس نے عذر کیا اور
کہا کہ مین اس کام کو نہین کرون گا۔ نہ اب اور نہ پھر کبھی۔ مین نے ایک دن ایک ذمی نصرانی کو
کہا تھا کہ "اللہ تجھے خوار کرے" اور آج تک پچھتا تا ہون کہ مین نے کیون کہا اگر تو مجھے امیر نہ مقرر کرتا
تو مین کیون ایسا لفظ کسی کو کہتا۔ وہ دن بُرا تھا جس روز مین تیرے پاس آیا تھا۔ عمیر اجازت لے
اپنے گھر کو جو قبا مین تھا چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے کچھ دنون کے بعد حارث کو سو دینار دے کر عمیر کی طرف
بھیجا اور اوس کو کہا کہ یہ دینار لے کر عمیر کے پاس جا۔ اگر تو اوس کو آسودہ پائے تو دینار واپس لے آ
اور اگر تنگ حال مین پائے تو اوس کو دے دیجو۔ حارث جب عمیر کے گھر پہونچا وہ دیوار سے تکیہ
لگائے بیٹھا ہوا اپنے کپڑے صاف کر رہا تھا۔ حارث اوس سے ملا اور بیٹھ کر باتین کرنے لگا اور
بتایا کہ مین مدینہ سے آیا ہون۔ عمیر نے پوچھا کہ تو نے امیر المومنین کو کس حال مین چھوڑا اوس نے جواب
دیا اچھے حال مین۔ پھر پوچھا مسلمانون کا کیسا حال ہے کہا اچھا ہے غرض حارث وہان تین دن تک
رہا اور دیکھا کہ جو کی روٹی اسی قدر اون کو میسر آتی ہے جتنی وہ اوس کو کھلا دیتے ہین اور خود بھوکے
رہتے ہین اور اب تنگ آ گئے ہین۔ حارث نے وہ دینار نکالے اور کہا کہ یہ امیر المومنین نے تمہارے
پاس بھیجے ہین اس کو اپنے کام مین لاؤ اور اپنی گذر کرو۔ عمیر چلا کر کہنے لگا کہ ان کو لے جا مجھے اِن کی
حاجت نہین ہے۔ مگر اوس کی عورت کے کہنے سے اوس نے لے لیئے۔ اور معًا باہر جا کر مسکینون کو

یے۔ حارث حضرت عمرؓ کے پاس لوٹ آیا اور سب کیفیت بیان کی۔ کچھ عرصہ کے بعد عمیر
یا تو حضرت عمرؓ کو بہت رنج ہوا اور اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر بقیع غرقد کی طرف
ں چلتے گئے۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ لوگوں کو مختلف خواہشین ہون گی مگر مجھ کو یہی خواہش ہے کہ عمیر جیسا
شخص مجھ کو ملتا کہ مسلمانون کے کام مین اوس سے مدد لیتا[۵۱]۔ اِس قسم کے تھے حضرت عمرؓ کے عامل اور اِس
طرح سلوک کرتے تھے اون سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

حضرت عمرؓ اون عاملون سے بہت خوش ہوتے تھے جو اپنے صوبہ سے مال کم جمع کر کے لاتے تھے
کیون کہ جو زیادہ لاتے تھے اون پر زیادہ ستانی کا شبہہ ہوتا تھا۔ یہان تک کہ ایک دفعہ ابوہریرہ جن کو
بحرین پر عامل بنا کر بھیجا تھا پانچ ہزار کی ایک تھیلی لائے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ اتنا مال اور کوئی جمع کر کے
نہین لایا۔ اس مین یتیمون اور بیواؤن اور مظلومون کا مال ہوگا۔ ابوہریرہ نے رنجیدہ ہو کر کہا کہ یہ نہین ہے
آپ تحقیق کر لین اور حرج مین دون گا[۵۲]۔ اِسی قسم کے حالات اور واقعات اون کی نگرانی۔ خبر گیری
عمال کے ہین ــ

کوفہ اور بصرہ کے نو آباد شہرون مین مختلف اقوام و قبائل کے لوگ جمع تھے۔ اون کا زیادہ وقت بے کاری
مین گذرتا تھا اور بے کاری کے مشاغل انتظامی امور مین خلل انداز ہوتے تھے۔ اِسی سبب سے حضرت
عمرؓ کو کوفہ اور بصرہ کے انتظام اور امیرون اور عہدہ دارون کے تقرر کی طرف خاص توجہ کرنی پڑتی تھی اور
بعض خاص واقعات نے بھی اِن کے انتظام کو خاص توجہ کے لایق بنا دیا تھا۔ عتبہ کی وفات پر حضرت
عمرؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو بصرہ کا امیر مقرر کیا تھا۔ ابوبکرہ ایک شخص بصرہ مین مغیرہ کے مکان سے ملے ہوئے
مکان مین رہتا تھا مغیرہ کی نسبت اوس کو معلوم ہوا کہ بنی ہلال مین سے ایک بیوہ عورت کو جس کا نام
خلہ تھا بغیر نکاح کے اپنے پاس بلاتا ہے۔ ایک دن اوس عورت کو آتے دیکھ کر اپنے چند دوستون کو
اپنے گھر بلا لیا اور ایک روزن سے جو مغیرہ کے مکان اور اوس کے گھر کی درمیانی دیوار مین تھا اون کو
مغیرہ کو ایک غیر منکوحہ عورت سے زنا کرتے ہوئے دکھا دیا۔ نماز کے وقت جب مغیرہ امامت کے واسطے

[۵۱] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ۔ [۵۲] ازالۃ الخفا باب سیاست۔

کھڑا ہونے لگا تو ابو بکرہ نے کھینچ کر پرے کر دیا اور کہا کہ فاسق اور زانی کے واسطے امامت نہین ہے مغیرہ چپ رہ گیا اور حضرت عمرؓ کے پاس اطلاع ہوئی اونھون نے مغیرہ کو مدینہ طلب کیا اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کا امیر مقرر کیا جن الفاظ مین یہ حکم لکھا گیا وہ مختصر تحریرون کا نمونہ ہے کہ "بلغنی امر عظیم و ولیت ابو موسی الاشعری عملک وسلم الیہ واقبل الی والسلام" مغیرہ اور ابو بکرہ مع گواہون کے مدینہ پہونچے حضرت عمرؓ نے گواہون سے پوچھا کہ تم نے مغیرہ کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے اونھون نے کہا ہم نے ایک جامہ مین سوتے ہوئے دیکھا ہے۔ زنا ثابت نہ ہوا اور تہمت لگانے کی سزا دینی پڑی مغیرہ معزول ہو کر مدینہ مین رہا ابو موسیٰ کی لیاقت سے انتظام مین اور ایسے ہی فتوحات جدید مین بہت کچھ کامیابی ہوئی مگر اعراب کے سازشی عنصر کو بصرہ مین بہت پا کر ابو موسیٰ نے اپنا ہاتھ مضبوط کرنے کے واسطے اصحاب رسول اللہ مین سے چند بزرگون کے وہان بھیجنے کی درخواست کی چنانچہ حضرت عمرؓ نے انس بن مالک اور عمران بن الحصین وغیرہ اصحاب کو وہان بھیج دیا۔ اس پر بھی ابو موسیٰ الزامون سے بچ نہ سکے اور حضرت عمرؓ کے سامنے جواب دہی کے واسطے حاضر ہونا پڑا۔ مگر الزام مہمل تھے اور بری ہو کر اپنے کام پر چلے گئے جہان وہ سوا ایک سال کے جب وہ کوفہ کی گورنری پر تبدیل کر کے بھیجے گئے تھے حضرت عمرؓ کی خلافت کے وقت تک نہایت کامیابی سے کام کرتے رہے۔

کوفہ کی حکومت کئی سال تک اوس کے بانی اور عراق عرب اور مدائن کے فاتح سعد کے ماتحت رہی لیکن حضرت عمرؓ کی خلافت کے نوین سال مین اوس کے خلاف بھی شکایتین پیدا ہونے لگین غنیمت کے غیر مساوی تقسیم۔ دلیر نہ ہونے اور جنگ مین عاجز ہونے کے اوس پر الزام لگائے گئے حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہ سے بھی جو امیرون کے حالات تحقیق کرنے پر متعین تھا کوفہ مین ان شکایات کی اصلیت کی تحقیق کرائی۔ مگر بے اصل ثابت ہوئین۔ اس الزام کا تو سعد پر کوئی اثر نہ ہوا لیکن ایک دوسری شکایت اوس کی نسبت نمازون مین سستی کرنے کی ایسی پیدا ہوئی کہ حضرت عمر اوس کو کبھی معاف کرنے والے نہ تھے اور سعد کو معزول کر دیا لیکن اوس کی نسبت جو بددیانتی اور عاجزی کا شبہہ تھا

سلہ انلس اون خلافت صفحہ ۲۶۰ —

اوس کے دور کرنے کے واسطے سب جگہ لکھ بھیجا کہ اس قسم کا کوئی الزام اوس کے ذمہ نہین ہے بل کہ دفع اختلاف کے واسطے اوس کو بلا لیا گیا ہے [۱]

سعد کی جگہ عمار بن یاسر کو مقرر کیا لیکن یہ انتخاب بھی کوفہ والون کو رضامند نہ کر سکا اور حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ سے کوفہ تبدیل کر دیا لیکن جب اون کی نسبت بھی شکایتین پیدا ہوئی تھین تو ایک سال کے بعد بصرہ کو واپس بھیج دیا۔ کوفہ کی گورنری ایک بہت تکلیف دہ مسئلہ ہو گئی اور جابر بن مطعم کو بھیجنے کا ارادہ کر چکے تھے کہ مغیرہ اس کام کے واسطے زیادہ موزون معلوم ہوا مغیرہ اپنے اخلاق سے مشتبہ ہونے سے معزولی کی سزا بھی پا چکا تھا۔ اوس کی لیاقت سے حضرت عمرؓ کی باقی دہ سالہ خلافت مین کوفہ سے کوئی شکایت انتظامی نہ پیدا ہوئی ۔

غرض حضرت عمرؓ عمال اور امیرون کی نگرانی اور خبر گیری کو اپنے ذاتی فرائض کا ایک نہایت اہم سمجھتے تھے اور نہایت فکر اور توجہ سے اون کی نگرانی کرتے تھے۔ اون کے اخلاق کا چون کہ رعایا پر اثر پڑتا تھا اور اون کے واسطے عوام الناس کے درمیان ایک عمدہ نظیر اور نمونہ ہونا ضروری تھا پس اس قسم کے ادنیٰ اشتباہ پر بھی اون کو معزول کر دیتے تھے اور اخلاقی قصور مین کسی قسم کی رعایت نہین کرتے تھے ۔ اون کے تقرر مین بہت بڑی واقفیت اور مردم شناسی سے کام لیتے تھے عمرو بن العاص مصر مین اور مشرقی صوبون کے امیر اپنے فرائض امارت کے ساتھ فتوحات کو بھی وسیع کرتے جاتے تھے شرجیل شام کے مشرقی اضلاع پر حاکم تھا اور تمام ملک مین امن اور آسائش اور عدل و انصاف کا دور دورہ تھا۔ سر ولیم میور کا قول ہے کہ ”اون کے کپتانون اور گورنرون کا تقرر کسی ذاتی تعلق یا لحاظ و الفت سے بالکل پاک ہوتا تھا اور مغیرہ اور عمار کے سوائے اون کے تمام انتخابون مین اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہوئی۔ کوفہ اور بصرہ کے سازشی شہرون کے امیرون کی تبدیلی مین ایک قسم کی کمزوری خیال کی جاتی ہے گو ایسا بھی ہو لیکن اِس سے قریش اور اعراب کے رقیبانہ اور مخالفانہ دعوے پورے ضبط اور انسداد مین رکھے گئے اور اون کی وفات تک کسی نے اسلام مین خلل پیدا کرنے کی جرأت نہ کی۔“

---

[۱] ازالۃ الخلفا باب سیاست۔

حضرت عمرؓ اگرچہ باقاعدہ وعظ ونصیحت اور پند وموعظت سے اوس ہادی اعظم کا خلیفہ ہونے کا حق ادا کرتے تھے مگر عملاً اور فعلاً بھی اون کو مسلمانون کی درستی اخلاق کی طرف نہایت توجہ رہتی تھی۔ اور کسی جزوی بداخلاقی کے امر کو بھی روا نہین رکھتے تھے اور فوراً انسداد اور انتظام کرتے تھے مثلاً ایک رات حضرت عمرؓ مدینہ کے بازارون مین پھر رہے تھے کہ ناگاہ ایک عورت کی آواز آئی جو یہ شعر پڑھ رہی تھی

الا سبیل الی خمر فاشربہا	کاش شراب کے مل جانے کی کوئی صورت ہوتی۔
ام لا سبیل الی نظر بن حجاج	یا نظر بن حجاج کے ملنے کی کوئی سبیل ہوتی۔

جب صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ نظر بن حجاج کون ہے معلوم ہوا بنی سلیم کا ایک خوب صورت جوان شخص ہے۔ اوس کو بلایا اوس کے بال خوب صورت تھے۔ نائی کو حکم دیا کہ اونھین مونڈ دے۔ مگر دیکھا کہ اوس کی خوب صورتی ویسی ہی ہے تو کچھ خرچ دے کر مدینہ سے باہر بھیج دیا۔ یہ شخص آخر خیانت سے متہم ہوا[۱]

جہینا کے ایک شخص کا دستور تھا کہ حاجیون کے آنے کے زمانہ مین پیش دستی کر کے کجاوے خرید لیتا تھا اور پھر گران بیچتا تھا حضرت عمرؓ کو جب معلوم ہوا جب اوس نے مفلسی کا اظہار کیا حضرت عمرؓ نے اوس کے قرض خواہون کو بلا کر اوس کا مال قرضہ کی نسبت اون مین تقسیم کر دیا اور اوس کی اس دین فروشی کی نہایت مذمت کی اور ہدایت کی کہ کوئی اس طرح پر دین فروشی اور برگشتگی کا کام نہ کرے[۲]

گالیان دینے اور فحش زبان مین گفت وگو کرنے پر بھی سزا دیتے تھے ایک دفعہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو طنزاً کہا کہ میرا باپ اور میری مان زانی نہین ہین۔ حضرت عمرؓ نے اوس کو بھی کوڑے مارے کہ اس کے سوا الفاظ مین وہ اپنے مان باپ کی تعریف کر سکتا تھا[۳]

بغوی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے روبرو ایک شخص نے دوسرے کو گالی دی تو اونھون نے اوسے کچھ نہ کہا۔ لیکن حضرت عمرؓ کے روبرو ایسا ہوا تو اونھون نے سزا دی[۴]

---

[۱] ازالۃ الخفا باب گشت صفحہ ،،۔ [۲] ازالۃ الخفا احکام الخلافت والقضا [۳-۴] ازالۃ الخفا حدود۔

زانیون اور شراب خوارون کے تو سخت دشمن تھے آن حضرت صلعم اور حضرت ابو بکرؓ نے تو شراب پینے کی سزا مین چالیس درّے لگائے حضرت عمر اسی درّے لگایا کرتے تھے اور کسی کو کسی طرح معاف نہین کرتے تھے۔ اپنے بیٹے کو اسی جرم مین سو درّے مارے اپنے ایک معزز رشتہ دار کو درّے مارے۔ بحرین کے امیر قدامہ کو درّے مارے۔ آزاد ہو یا غلام کوئی سزا سے نہین بچتا تھا۔ سر ولیم میور لکھتا ہے کہ "اس جرم (شراب خواری) مین گورنرون کے معزول ہونے کی بھی کچھ کم مثالین موجود نہین ہین حضرت عمرؓ سزا اون کے دینے مین نہایت سخت تھے۔ اوس نے بیٹے اور نہایت دلی رفیق کو شراب خواری کے جرم مین درّے لگانے کا حکم دینے مین تامل نہین کیا۔ دمشق مین ایک دفعہ ایسی بداخلاقی ظہور مین آئی کہ ابو عبیدہ کو انصار کی ایک جماعت اور ضرار اور ابو جندل جیسے معروف شخصون کو طلب کرنا پڑا۔ ابو عبیدہ کو ایسے واقعہ مین قانون کی تعمیل کرنے اور سزا دینے مین تامل ہوا حضرت عمرؓ سے واقعہ عرض کیا اور لکھا کہ چونکہ سب نے اپنے گناہ سے توبہ کی ہے اون کو معاف کردیا جائے حضرت عمرؓ نے بڑی ناراضی سے اس کا جواب لکھا اور حکم دیا کہ ایک جماعت مسلمانون کی اکٹھی کرکے اون کے سامنے سب کو بلایا جائے۔ اور پھر اون سے پوچھا جائے کہ آیا شراب کا پینا حرام ہے یا حلال۔ اگر وہ حرام کہین تو اسی درّے مارے جاوین اور اگر حلال کہین تو اون کے سر اڑا دئے جاوین غرض ابو عبیدہ نے اسی طرح کیا اور اسّی اسّی درّے سب کو مارے[1]"

اسی خیال سے وہ اون شاعرون کے جو اشعار مین ہجو یا جھوٹی خوشامد یا عشقیہ مضامین باندھتے تھے ہمیشہ نہایت مخالف رہتے تھے۔

ایک شاعر نے اپنے شعر مین زبرقان کی ہجو کی حضرت عمرؓ کے پاس اوس کی شکایت گذری ثابت ہوا شعر مین ہجو کی گئی ہے۔ شاعر کو قید کر دیا۔ آخر عبدالرحمن بن عوف نے اوس کی سفارش کی تو اوس کو اوس سے یہ عہد لے کر چھوڑ دیا کہ آیندہ کسی کی ہجو نہ کرے گا[2]

حطیہ شاعر کو قید سے چھوڑا تو اوس سے ہدایت کی کہ شعر کہنا چھوڑ دے اوس نے کہا یا امیرالمومنین

[1] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۰۳۔ [2] ازالۃ الخفا باب سیاست صفحہ ۶۳ و صفحہ ۲۰۸۔

جو میرے کنبہ کا گذارہ ہے مین اسے چھوڑ نہین سکتا اور سوائے اس کے میری زبان پر چیونٹیان چلتی ہین تو آپ نے کہا کہ اپنے کنبہ کی پرورش کر مگر مدح مجحفہ سے بچتے رہنا۔ اوس نے کہا کہ مجحفہ کیا ہوتی ہے تو فرمانے لگے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا اور کہنا کہ فلان شخص فلان سے اچھا ہے مین اوس کی مدح کرتا ہون ۔شاعر نے جواب دیا کہ یا امیر المومنین خدا کی قسم تو مجھ سے اشعر (زیادہ شاعر) ہے[۱]۔ ایک شاعر نے ایک دن سوال کیا تو اُسے کچھ دیا مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ خوف خدا سے دیتا ہون شعر کے واسطے نہین دیتا[۲]۔

اسی طرح عام واقعات مین لوگون کو بھلی باتون کی نصیحت کرنے کا حق ادا کرنے سے نہین چوکتے تھے۔ کفایت شعاری کو بھی ایسا ہی ضروری سمجھ کر لوگون کو اوس کی ہدایت کرتے تھے ایک دن عبداللہ بن عمیر حضرت عمرؓ کے پاس آیا اوس کا مطلب وظیفہ لینے کا ہوگا۔ حضرت عمرؓ کے دریافت کرنے پر بتایا کہ مین عبداللہ بن عمیر ہون ۔اُوس کا باپ حنین کے دن شہید ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے غلام یرفہ کو حکم دیا کہ اوسے چھ سو دینار دیدے عبداللہ بن عمیر نے چھ سو دینار لینے مین عذر کیا تو ایک چادر اُوس پر بڑھا دینے کا حکم دیا۔ عمیر نے دینار اور چادر لے کر اس نئی چادر کو اوڑھ لیا اور اپنی پرانی چادر اُتار کر پھینک دی۔ حضرت عمرؓ نے اوسے کہا کہ یہ غلطی کی بات ہے۔ اپنی اس چادر کو بھی پاس رکھ گھر کے کاروبار مین یہ کام آوے گی اور زینت کے موقعون پر نئی چادر سے کام لینا[۳]۔ عوام کے اخلاق کو بھی جزئیات تک نگاہ رکھتے تھے اور ٹوکتے تھے۔ ایک دن ایک سائل رات کے کھانے کا سوال کرتا ہوا آیا۔ حضرت عمرؓ نے غلام سے کہہ کر اُسے رات کا کھانا دلوادیا۔ اس کے بعد عشا کے پیچھے صدقہ کے اونٹون کی طرف گئے تو اُوس سائل کو وہی رات کے کھانے کا سوال کرتے ہوئے دیکھا آپ نے پوچھا کہ کیا اِس کو کھانا نہین دیا گیا۔ غلام نے کہا کہ دے دیا تھا۔ اُوس سائل کو پاس بلا کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اوس کے پاس روٹیون سے بھرا ہوا ایک تھیلہ ہے آپ نے کہا کہ یہ سائل نہین ہے تاجر ہے اور روٹیان اوس کی اونٹون کو کھلا دین۔ گویا اوس کی سوال کرنے کی بدعادت کو کھونا چاہا[۴]۔

---

[۱] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ صفحہ ۱۹۴ [۲] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ صفحہ ۱۹۶ [۳ و ۴] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ

اسی طرح دین مین ایک نہایت قیمتی نصیحت ایک دفعہ اصلاح اخلاق کی کی مغیرہ بن سوید بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ حج مین ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ گئے۔ فجر کی نماز سے فارغ ہوکر اونھون نے دیکھا کہ لوگ ایک مسجد کی طرف دوڑے جارہے ہین۔ پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے۔ معلوم ہوا کہ ادھر ایک مسجد ہے جس مین آن حضرت صلعم نے نماز پڑھی تھی لوگ اُدھر جارہے ہین۔ حضرت عمرؓ نے پکار کر آواز دی اور کہا اسی طرح تمھارے سے پہلے اہل کتاب ہلاک ہوئے۔ اُنھون نے اپنے انبیائے آثار کو معبد بنا لیا۔ جس شخص کو جس مسجد مین نماز پیش آئے وہان پڑھے ورنہ اپنا راستہ لے۔[۱]

اعتقادی امور مین بعض وقت وہ نہایت حکمت سے کام لیتے تھے مصر مین آبپاشی کا مدار دریائے نیل کی طغیانی پر تھا۔ اور لوگون کا یہ عقیدہ تھا کہ جب تک ایک کنواری لڑکی کی بھینٹ دریا کو نہ دی جائے دریا نہین چڑھتا۔ پس ایک لڑکی کو دُلھن بنا کر اور آراستہ کرکے دریا کی بھینٹ دیتے تھے مصر کو جب مسلمانون نے فتح کر لیا تو قبطیون نے اپنی پرانی رسم ادا کرنی چاہی۔ عمرو بن العاص نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ اس معاملے مین کیا کرنا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے جواب مین دریائے نیل کے نام ایک خط لکھ کر بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر تیرا چڑھاؤ تیرے اختیار مین ہے تو ٹھیر رہ اور اگر خدا رقادر مطلق کا اختیار ہے تو ہم اوس سے دعا کرتے ہین کہ تیرے پانی چڑھین اور پھیلین۔ اور لکھا کہ اس خط کو دریا مین پھینک دیا جائے اور بھینٹ دینے سے روکا جائے۔ دریا حسب معمول طغیانی پر آگیا اور وہ بداعتقادی لوگون کا جاتا رہا۔ اور درحقیقت ایسے موقع پر ایسی ہی حکمت عملی سے کام چلتا ہے۔ مسٹر لین بھی مصر کی اس رسم کا ذکر کرتا ہے مگر اوس کا بیان ہے کہ ایک کنواری لڑکی کی مورت بنا کر اور اوس کو دُلھن کے مانند سجا کر دریا مین پھینکتے تھے۔ بہرحال اسلام کسی ایسے مشرکانہ خیال کی چون کہ اجازت نہین دیتا حضرت عمرؓ نے عمدہ تدبیر سے کام لیا۔ سر ولیم میور بھی مانتے ہین کہ اس واقعہ سے مسلمانون کا وہ اعلیٰ وصف ظاہر ہوتا ہے جو ہر امر مین خدا کی قدرت کے یقین کا اون مین ہے۔[۲]"

---

[۱] ازالۃ الخفا کلمات۔ [۲] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۴۶۔

حضرت عمرؓ کی کثرت ازدواج اور لونڈی غلام رکھنے کے خیال کی مخالفت کو اسی ضمن مین بیان کیا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ ایک جماعت اون کے پاس آئی اور کنبہ کی کثرت اور مفلسی کی شکایت کی حضرت عمرؓ نے کہا کہ تمنے خود ہی اپنے لیئے یہ پیدا کیا ہے۔ تم نے گھرون مین جورو ین جمع کین اور اللہ کے مال سے نوکر رکھنے لگے۔ گویا ان مفلس کرنے والے اسباب کو وہ خوب جانتے تھے اور اس کے مخالف تھے۔

حضرت عمرؓ کی ایک عجیب و غریب عادت اور دستور یہ تھا کہ جب لوگون کو کسی امر کی ممانعت کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو پہلے اپنے اہل و عیال کو جمع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مین فلان امر سے لوگون کو منع کرنا چاہتا ہون لوگ تمھاری طرف اس طرح سے دیکھین گے جیسے جانور گوشت کی طرف دیکھتا ہے واللہ تم مین سے کسی کو یہ کام کرتے ہوئے نہ دیکھون ورنہ سخت عذاب دون گا غرض گھر سے اصلاح شروع کرتے تھے اور تب عوام کو منع کرتے تھے[1]

غرض حضرت عمرؓ کی درستی اخلاق و اطوار کی طرف توجہ صرف انھین واقعات سے نہین ظاہر ہوتی بل کہ اور بے شمار واقعات پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اپنے اس فرض کو وہ کس قدر سعی اور توجہ سے ادا کرتے تھے۔

خاص و عام واقعات پر بھی نیکی اور نیک ذی کی ترغیب دیتے تھے ۱۹ سنہ ہجری مین حضرت عمرؓ کی خلافت مین ایک خاص واقعہ ہوا کہ مدینہ کے نزدیک ایک پہاڑی سے جس کا نام لیلا تھا آگ اور دھوان نکلنے لگا حضرت عمرؓ نے غربا اور مساکین کے درمیان خیرات تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

حضرت عمرؓ کے سفرون کو بھی ہم اون کے فرائض کے ضمن مین بیان کر سکتے ہین۔ اون کا پہلا سفر ۱۵ سنہ ہجری مین یوروشلیم کی طرف تھا جس کے مسلمانون کے حوالہ کرنے کے واسطے خود حضرت عمرؓ کے وہان تشریف لانے کی درخواست کی گئی تھی حضرت عمرؓ مانع اعتراضون پر عمل نہ کر کے بلا خوف و تردد فوراً شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جابیا مین پہونچنے پر ابو عبیدہ یزید اور خالد اون کی آمد کی خبر پا کر

[1] ازالۃ الخفا۔

استقبال کے واسطے آئے۔ بڑے تزک واحتشام سے خوشنما لباس پہنے ہوئے اور آراستہ کیے ہوئے گھوڑون پر سوار یہ سردار اپنے ہمراہیون کے ساتھ آرہے تھے۔ حضرت عمرؓ اِس شان وشوکت کے سامان کو دیکھ کر غصہ سے بھڑک اٹھے اور جھک کر سنگریزون کی ایک مٹھی بھر کر اُون کے مونہہ پر ڈالی اور کہا کہ تم ایسے لباسون مین مجھ سے ملنے کے واسطے آئے ہو۔ کیا دو ہی سالون مین تم اِس قدر بدل گئے ہو۔ بخدا اگر دوسو برس کے بعد بھی تم ایسا کرتے تو تم ذلیل کیے جانے کے لائق ہوتے[۱] اُنھون نے جواب دیا یا امیرالمومنین یہ جو آپ دیکھ رہے ہین یہ اوپر ہی اوپر ہے۔ اُنھون نے کپڑون کو اُتار ڈالا اور دکھایا کہ نیچے اپنا فوجی لباس پہنے ہوئے تھے۔ مگر حضرت عمرؓ کی ناراضی اِس عذر سے بھی رفع نہ ہوئی اور فرمایا کہ بس جاؤ اور وہ جابیہ مین اُتر پڑے۔ بطریق یورو شلیم کی سفارت نے جب شرائط صلح طے کرلین اور عہدنامہ لکھا گیا تو عمرو بن العاص اور شرجیل بھی حصول ملازمت کے واسطے حاضر ہوئے حضرت عمرؓ آگے بڑھ کر اون سے جاکر ملے۔ اُنھون نے حضرت عمرؓ کی رکاب کو بوسہ دیا اور حضرت عمرؓ نے اُتر کر اون کو گلے سے لگایا۔ اور سردارون کو تو حضرت عمرؓ نے اپنے اپنے کام پر رخصت کر دیا اور عمرو بن العاص اور شرجیل کو ساتھ لے کر یورو شلیم کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ سے اون کے اون سردارون نے گھوڑے پر سوار ہونے اور شاید اپنے کپڑون کو تبدیل کرنے کی درخواست کی اُنھون نے اِس کو منظور کیا اور اون کے واسطے ایک گھوڑا لایا گیا اور اون کے اُون کے کپڑے اُترواکر جنمین چودہ پندرہ پیوند لگے ہوئے تھے اُن کو سفید پوشاک پہنائی گئی۔ شام کا گھوڑا تھا اور وہین کا سکھلایا ہوا تھا وہ خرامان خرامان چلنے لگا اور اوس کے گھنگروون کی آواز آنے لگی حضرت عمرؓ کو یہ حرکت جس سے سوار کے تکبر کا وسوسہ ہوتا تھا بُری معلوم ہوئی اور کہنے لگے کہ اِس جانور کو کیا تکلیف ہے اور کس نے اِس کو یہ عجیب حرکت سکھلائی ہے۔ پس اوس گھوڑے سے اُتر پڑے اور پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ یورو شلیم مین پہونچ کر بطریق اور عیسائیون کے ساتھ جو سلوک کیا اوس کا ذکر آیندہ ہوگا جس کام کے واسطے اُنھون نے یہ سفر اختیار کیا تھا اوس کو بخوبی

[۱] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۱۸ -

سر انجام کرکے وہ مدینہ کو لوٹ آئے۔ دوسری دفعہ وہ شام کی بغاوت کے واقعہ سے متردد ہو کر پھر شام کی طرف روانہ ہوئے تھے مگر جابیا مین پہونچ کر اون کو بغاوت کے فرو ہونے کی خبرین ملین اور وہین سے مدینہ کو واپس آئے۔

تیسری دفعہ وہ شام کی وبا کے خوفناک زمانہ مین شام کی طرف روانہ ہوئے تھے مگر اس دفعہ بھی راستہ سے لوٹ آئے۔

چوتھی دفعہ وہ وبا کے دور ہونے پر مدینہ سے ۱۸ھ مین اِس ارادہ سے روانہ ہوئے کہ تمام ممالک مفتوحہ مین سفر کرین اور رعایا اور عمال کے حال کو بچشم خود دیکھین۔ شام مین چونکہ اوس بے رحم وبا کے ہاتھون سے بے اندازہ نقصان ہوگیا تھا اور متوفی مسلمانون کے ترکون کی تقسیم اور انتظام کی ایک بڑی دقت درپیش تھی وہ اپنے درد بھرے دل سے پہلے شام کی طرف روانہ ہوئے قیصر اور کسریٰ کے ملکون کے مالک ایک اونٹ پر سوار تھے اور غلام بھی اوسی سواری مین اون کا شریک اور حصہ دار تھا کہ باری باری سے اوس پر سوار ہوتے تھے[۱]۔ ایلہ مین جو عیسائیون کا ایک شہر راستہ مین تھا پہونچے تو شہر کے لوگ امیر المومنین اور اوس کی آمد کے سامان کو دیکھنے کے واسطے غول کے غول شہر سے نکلے اور حضرت عمرؓ ہی سے جو آگے آگے جا رہے تھے پوچھا کہ حضرت عمرؓ کہان ہین۔ اونھون نے جواب دیا "ہوا مامکم" کہ وہ تمھارے آگے ہے لوگون نے سمجھا کہ خلیفہ اعظم کہین پیچھے آرہے ہین وہ اور آگے بھاگے ہوئے چلے گئے اور حضرت عمرؓ اکیلے بڑھے ہوئے اسقف ترسا کے گھر مین دوپہر بھر آرام کرنے کے واسطے جا اُترے اور پھر وہان سے روانہ ہوکر جابیا ہوکر شام مین پہونچے تمام شہرون کو جن مین مسلمان اور عمال تھے دورہ کرکے دیکھا۔ انتظام مین جو تغیر و تبدل ضروری معلوم ہوا کیا اور امیرون اور عہدہ دارون کو نصیحتین اور ہدایتین کین جن لوگون کے ترکون اور مال و اسباب کی تقسیم کی نسبت تنازعات اور دعوے تھے اون کو فیصل کیا چونکہ یزید بن ابی سفیان والی دمشق اور ابو عبیدہ "امین الامت" والی حمص دونون وفات پا گئے تھے معاویہ کو

---

[۱] ازالۃ الخفا تصوف و سلوک۔

شام کا امیر مقرر کیا۔ غرض مختلف امور کے انتظام اور تمام شہرون کے اندر دورہ کرنے مین چار ماہ تک شام مین رہنا پڑا جس کے بعد وہ مدینہ کی طرف لوٹے اور سرحد شام پر آکر شام سے جو لوگ اون کے ہمراہ تھے اون کو واپس کر دیا اور اون کی اس اطمینان بخش تصدیق سے کہ جس قدر کام آپ کے کرنے کے تھے آپ سب کر چلے ہین حضرت عمرؓ مدینہ کو واپس آے۔ ممالک مشرقی مین اب تک وبا کے پھیلے ہونے اور سفر مین اکثر شب بیداری کرنے سے آپ عراق وغیرہ ممالک مین سفر کرنے کے ارادہ کو پورا نہ کر سکے[۱]

حضرت عمرؓ کے جماعت کے ساتھ سفر کرنے کے طریقہ کی کیفیت بھی کچھ کم دلچسپ نہین ہے اوس مین بھی خاص فرائض اپنے ذمہ لیتے تھے اور اُون کو ادا کرتے تھے۔ نماز فجر سے فارغ ہو کر کوچ کرتے اور کوچ کرنے کے وقت لوگون کو آواز دیتے کہ اے لوگو! کوچ کا وقت آگیا ہے جو لوگ اُون کے قریب ہوتے اور اون کی آواز کو سنتے وہ پکار کر دوسرے لوگون مین کہہ دیتے کہ امیر المومنین آواز دیتے ہین۔ اُٹھ کھڑے ہو۔ کجاوے باندھو اور کھانے پینے کا سامان درست کر لو۔ پھر دوسری دفعہ حضرت عمرؓ آواز دیتے تو لوگ پکارتے کہ سوار ہو جاؤ امیر المومنین نے دوسری آواز دی ہے جب لوگ اسباب باندھ لیتے تو حضرت عمرؓ اُوٹھ کھڑے ہوتے اور اپنے اونٹ پر اپنا اسباب لادتے۔ اسباب اُن کا سفر مین دو تھیلیے ہوتے تھے جن مین سے ایک مین ستو اور دوسری مین خشک کھجورین بھری ہوئی ہوتی تھین اور سامنے کی طرف ایک پانی کا مشکیزہ اور ایک بڑا پیالہ بندھا ہوا ہوتا تھا جب کہین اُترتے تو اُوسی پیالہ مین ستو گھول کر اپنا چمڑے کا دسترخوان بچھا کر جو شخص اُون کے پاس بیٹھا ہوتا اُوس کو شریک کر کے کھاتے تھے۔ جب لوگ کوچ کر جاتے تو اوس پڑاؤ کے مقام پر جہان لوگ ٹھیرے ہوئے ہوتے تھے جاتے اور پھر کر دیکھتے کہ اگر کسی کا کچھ اسباب رہ گیا ہو تو اُسے سنبھال لین۔ اور راستہ مین اسی خیال سے باقی جماعت کے پیچھے پیچھے چلتے تھے کہ اگر کسی کا کچھ اسباب گر جاوے تو اُوسے اُٹھا کر لیتے آوین کسی شخص کی سواری کا اونٹ اگر لنگڑا

---

[۱] انس اون خلافت صفحہ ۲۳۶ و ۲۳۷ - وطبری صفحہ ۹۰ ۴ ---

ہو جاتا۔ یا تھکن سے ہار جاتا تو اوس کی مدد کرتے اور اوس کو ساتھ لیے ہوئے آہستہ آہستہ پہونچتے جب اگلے دن کی شام کو آپ منزل پر پہونچتے تو اونٹ کے چارون طرف لوگون کی چیزین لٹکی ہوئی ہوتین اور جس کسی کا اسباب گم ہوا ہوتا وہ اُن کے پاس دوڑا آتا۔ کوئی کہ رہا ہے امیرالمومنین میرا لوٹا تھا۔ کوئی کہ رہا ہے میری کمان تھی۔ کوئی اپنے رسے کی شناخت کر رہا ہے اور کوئی کسی چیز کو پہچان رہا ہے حضرت عمرؓ ہر ایک کی چیز اوس کو دیدیتے مگر ساتھ ہی نصیحت بھی کرتے کہ کوئی عقلمند آدمی اپنی ضرورت کی چیز کو ایسی غفلت سے کھو نہین دیتا۔ مین کب تک رات کو جاگونگا اور تمھاری چیزین دیکھتا رہونگا۔ آیندہ ہوشیار رہنا۔ غرض سفر مین بھی وہ مسلمانون کی خدمت کرتے تھے اور اپنے وقت کے کسی لمحہ مین اپنے فرائض کے ادا کرنے سے غافل نہین رہتے تھے۔

سفر مین لوگون کے حالات کی بھی تفتیش اور تفحص کرتے تھے اور اون کے متعلق اپنے انتظامی اور عدالتی فرائض ادا کرتے تھے مثلاً اون کے سفرون مین اس قسم کے واقعات بھی بیان ہوئے ہین کہ ایک دفعہ جب آپ ایک چشمہ پر سے گذرے جو قوم جذام کے قبضہ مین تھا تو وہان لوگون نے ذکر کیا کہ ایک شخص کی دو عورتین ہین اور وہ دونون حقیقی بہنین ایک مان سے ہین۔ حضرت عمرؓ نے اوس شخص کو بلایا اور کہا کہ ایک ناجائز امر کو تم مسلمان ہو کر کیون کرتے ہو۔ اوس نے جواب دیا مین اس کی ممانعت سے آگاہ نہین تھا۔ اور چونکہ وہ دونون اوس کو بہت پیاری تھین اون مین سے ایک کو اب علحدہ کرنے مین بھی پس و پیش کرنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے تنبیہ کی اور ایک کو اوس سے علحدہ کرادیا[1]۔ اسی طرح ایک اور شخص کا حال معلوم ہوا کہ اوس نے ایک اور شخص کو اپنے ساتھ حصہ دار بنایا ہوا ہے کہ اوس کی عورت ایک دن اوس کے پاس رہے اور دوسرے دن اوس کے حصہ دار کے پاس۔ آپ نے اوس کو بھی بلایا اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ اوس نے جواب دیا کہ مین بوڑھا اور ضعیف آدمی ہون۔ ایک جوان شخص نے مجھ کو کہا تھا کہ تیرے اونٹ چرالایا کرونگا اور اون کی ہر طرح کی نگہبانی کرونگا۔ اپنی عورت مین مجھے اپنے ساتھ حصہ دار بنالے چنانچہ مین نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تجھے

---

[1] فتوح شام واقدی صفحہ ۲۸۴۔

معلوم نہین کہ مسلمان کے واسطے ایسا فعل حرام اور قبیح ہے۔ اوس نے کہا مجھے نہین معلوم تھا اور آیندہ کے لئے اس سے توبہ کرتا ہون [۱] ۔ ایسی ہی عیسائیون اور غیر اقوام کے ساتھ سلوک اور مروت کرنے کی روایتین ہین جو دوسری جگہ بیان ہون گی۔

اِس کے بعد بھی حضرت عمرؓ کا ارادہ تھا کہ تمام ممالک مین ایک بڑا دورہ کرین اور فرمایا کرتے تھے کہ "اگر مین زندہ رہا تو ایک سال تک رعیت مین پھرون گا کیونکہ مین جانتا ہون کہ لوگون کی حاجتین اور ضرورتین میرے سوا منقطع ہوتی ہین۔ اون کے عامل اون کو میرے پاس نہین بھیجتے اور بعض ایسے ہین کہ مجھ تک پہونچ نہین سکتے۔ دو مہینہ تک شام مین رہون گا۔ خدا کی قسم یہ سال بہت اچھا ہوگا [۲] "۔ مگر اون کو اپنی خلافت کے تھوڑے دنون مین جو باقی تھے اپنے اس ارادے کو پورا کرنے کا موقع نہین ملا۔

غرض اون کی اِس طرح پر اپنی رعایا اور مسلمانون کی خبرگیری اور نگرانی کرنے اور اپنے بے شمار فرائض کو ادا کرنے کے حالات کہان تک بیان کئے جائین۔ اگر سچ پوچھو تو اونھون نے اپنے اِس قول کو جو ایک خطبہ مین فرمایا تھا سچ کرکے دکھا دیا تھا کہ "قسم ہے اوس ذات پاک کی جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اگر کوئی اونٹ فرات کے کنارون پر ضایع ہو جاوے تو مین ڈرتا ہون کہ خدا آلِ خطاب (اپنے سے مراد ہے) سے اوس کا سوال کرے [۳] ۔"

آنحضرت صلعم کے ازواج مطہرات اور اولاد کی خبرگیری اور خدمت کو جو اون کا جزو ایمان تھا اپنے ضروری فرائض سے مقدم جانتے تھے۔ بنی ہاشم کی فضیلت کو ہر امر مین ثابت اور قائم رکھتے تھے بنی ہاشم کے ہر ایک شخص کا نکاح اپنا اہتمام اور توجہ سے کرا دیتے تھے اور جن کے پاس نوکر نہ ہوتے اون کو خدمتگار دیتے [۴] ۔ اور ازواج رسول اللہ کی جن کے بڑے وظائف اون کو کسی شے کا محتاج نہین چھوڑتے تھے باقی ہور اور ضروریات مین خدمت اور خبرگیری کرتے تھے۔ جب اونھون نے

---

[۱] فتوح شام واقدی صفحہ ۲۰۵ [۲] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ [۳] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ۔
[۴] ازالۃ الخفا باب گشت۔

حج کرنے کے واسطے جانا چاہا تو حضرت عثمانؓ اور عبد الرحمٰن بن عوف کو اون کے ساتھ خبر گیری اور خدمت کے واسطے روانہ کیا اور تمام قسم کی ضروری ہدایات رستہ اور مقام کرنے کی اون کو کردین[۱] سلمہ ام نے ایک دن ایک شخص کی کہ اون کو تنگ کرتا تھا شکایت کی تو حضرت عمرؓ نے اوس کو سزا اور تنبیہ کی غرض اپنے اس فرض کو بھی وہ ایسا ہی ادا کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق "صادق اور سعادت مند" کہلانے کے مستحق تھے ۔

حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ سے جس درجہ کی محبت اور پیار کرتے ۔ غالباً یہی اون کی محبت کی حد تھی اون کی فضیلت اور استحقاق اعلیٰ کو کسی طرح کم نہین ہونے دیتے تھے ۔ ایک دفعہ یمن سے چادرین آئین اور حضرت عمرؓ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان تقسیم کردین ۔ چادرین بڑی تھین اور اون مین سے کوئی حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے لائق نہ تھی تو حضرت عمرؓ نے والی یمن کی طرف لکھا کہ اون کے اندازہ کے موافق چادرین بنوا کر بھیجے چنانچہ وہ چدرین آئین اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ نے پہنین ۔ حضرت عمرؓ چدرین اون پر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ جب تک یہ چدرین ان پر نہ دیکھین طبیعت کو خوشی نہ ہوئی[۲]

امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو اکثر اپنے پاس آنے کے واسطے کہا کرتے تھے کسی روز نہ دیکھتے تو پوچھتے کہ آج تم کیون نہین دکھائی دیے[۳] ۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے پوچھا تو وہ کہنے لگے ابن عمرؓ (عبد اللہ حضرت عمرؓ کے بیٹے) کو لوٹتے دیکھ کر ہم بھی لوٹ گیا تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ابن عمرؓ سے میرے پاس آنے کی اجازت حاصل کرنے کے تم زیادہ مستحق تھے ۔ ہماری بزرگی تو خدا کے بعد تمھین سے ہے ۔ اسی طرح ایک دن امام حسنؓ یا امام حسینؓ گئے اور دیکھا کہ عبد اللہ اپنے بیٹے کو اس وقت اندر نہین بلایا تو وہ بھی لوٹ گئے حضرت عمرؓ کو جب معلوم ہوا تو آدمی بھیج کر اون کو بلایا اور کہا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے تم کیون لوٹ گئے ۔ کیا میرے سر کے بال تمھارے ہی اگائے ہوئے نہین ہین[۴]

ایک دن مال غنیمت تقسیم کرنے لگے تو امام حسنؓ سے شروع کیا اور اون کو ہزار درہم دیئے پھر امام حسینؓ کو بھی ہزار درہم دیئے جب اون کے بیٹے عبد اللہ کی باری آئی تو پانچ سو درہم اون کو

[۱] ازالۃ الخفا گشت [۲] ازالۃ الخفا باب گشت کے ضمن مین ۔ [۳،۴] ازالۃ الخفا باب گشت ۔

دینے کو کہا۔ اُنھون نے کہا یا امیرالمومنین مین تو وہی آدمی ہون جس نے رسول اللہ کے سامنے تلوار ماری ہے امام حسنؑ اور امام حسینؑ دو لڑکے ہین جو مدینہ کی گلیون مین کھیلتے پھرتے تھے اون کو ہزار ہزار درہم دیا گیا اور مجھ کو پانچ سو یہ میرے حق سے کم ہین حضرت عمرؓ جوش مین آئے اور فرمانے لگے کہ جا تو بھی اون کے باپ جیسا باپ اون کی ماں جیسی ماں اور اون کے نانا جیسے نانا اور اون کی نانی جیسی نانی۔ اون کے چچا جیسا چچا اون کے ماموں جیسا ماموں اور اون کی خالہ جیسی خالہ لے آ جس کو تو نہین لا سکے گا۔ تجھے معلوم نہین اون کا باپ علیؑ مرتضیٰ۔ اون کی ماں فاطمۃ الزہرا۔ اون کے نانا محمد مصطفیٰؐ۔ اون کی نانی خدیجۃ الکبریٰ اون کا چچا جعفر بن ابی طالب طیار اون کا ماموں ابراہیم بن رسول اللہ اور اون کی خالہ ام کلثوم اور رقیعہ رسول اللہ کی بیٹیان ہین؎۔ عبداللہ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

حضرت عمرؓ اپنی ذات کے ساتھ تو جو سلوک کرتے تھے سو کرتے تھے مگر یہ بھی اون کا اپنی خلافت کا ایک ممتاز اور مستحکم اصول تھا کہ اپنے متعلقین او خصوصًا اپنی اولاد کو نہ کسی پر فضیلت دیتے تھے اور نہ امور خلافت اور امارت مین اون کو دخل دیتے تھے۔

ایک دن اصحاب رسول اللہ مین چادرین تقسیم کر رہے تھے ایک چادر بچ رہی تو کہنے لگے کہ کوئی ایسا آدمی بتاؤ جس نے خود اور اوس کے باپ نے ہجرت کی ہو۔ یہ چادر اوس کو دونگا۔ لوگون نے کہا عبداللہ ابن عمرؓ۔ آپ کہنے لگے کہ نہین سلیط ابن سلیط ایسا ہے اور وہ چادر اوس کو دیدی۔

عبداللہ ابن عمرؓ وہ شخص تھے جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ فدائیانہ عشق رکھنے مین مشہور اور اپنے کمال اور علم اور فضل مین معروف اور سربرآوردہ تھے اور قابلیتون مین کسی سے دوسرے درجہ پر نہ تھے مگر حضرت عمرؓ نے کبھی کوئی کام اون کے سپرد نہ کیا اور نہ کسی کام مین دخل دینے دیا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ ایک جماعت مین بیٹھے ہوئے اہل کوفہ کی شکایت کر رہے تھے کہ اونھون نے مجھے تنگ کر دیا ہے اگر نرم طبیعت کے شخص کو اون کا عامل مقرر کرتا ہون تو اوس کو ضعیف سمجھتے ہین اور اگر سخت آدمی کو بھیجتا ہون تو اوس کی شکایت کرتے ہین مین چاہتا ہون کہ کوئی شخص جو قوی اور امین ہو

؎ ازالۃ الخفا باب گشت کے ضمن مین۔

اوس کو اون پر عامل مقرر کرون ۔ ایک شخص نے اون مین سے کہا کہ مین ایسا آدمی بتاتا ہون جو قوی اور امین ہے حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کون ہے اوس نے جواب دیا کہ عبداللہ ابن عمرؓ حضرت عمرؓ یہ سن کر غصہ سے بھڑک اوٹھے اور کہا کہ خدا تجھے ہلاک کرے ۔ تو نے کوئی بھلی بات نہین کہی ۔ مین اوس کو اون پر اور نہین بھی عامل نہ مقرر کرون گا ۔ تو نادان ہے اس بات کو نہین جانتا میرے سامنے سے اٹھ جا ۔ غرض نہایت ناراض ہوئے اور وہ شخص سامنے سے چلا گیا[۵۱]

اسی طرح پر جب اپنی وفات سے پہلے اونھون نے اپنا جانشین مقرر کرنے کے واسطے مشورہ کیا تو مختلف آدمیون کا ذکر ہو رہا تھا ایک شخص کے موںھ سے عبداللہ بن عمرؓ کا نام نکل گیا ۔ حضرت عمرؓ چلا اٹھے اور کہا ۔ "اسکت قاتلک اللہ" خدا کی قسم تو نے یہ بات نہ خدا کے لئے کہی ہے اور نہ مسلمانون کی بھلائی کی کہی ہے[۵۲]"

سر ولیم میور حضرت عمرؓ کی طبیعت کی نسبت ایک آخری اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ "سادگی اور فرض کا ادا کرنا اون کے دو راہنما اصول تھے اپنے بڑے عہدے کے فرائض ادا کرنے مین انصاف اور بے غرضی اور بے طرف داری اور کمال مصروفیت کے سبب سے وہ ممتاز تھے ۔ اور ذمہ داری اور جوابدہی کا اون کی طبیعت پر اتنا بوجھ تھا کہ وہ بعض اوقات کہا اوٹھتے تھے کہ کاش میری مان مجھے نہ جنتی اور کاش مین ایک گھاس کا تنکا ہوتا "

ان حالات پر جو بیان ہوئے ہین اور اس قسم کے تمام واقعات پر غور کرنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کی بے نظیر کامیابی جس قدر کہ وہ اون کے اصول خلافت اور حکومت کی شایستگی سے حاصل ہوئی اوسی قدر اون کے ذاتی فرائض کے ادا کرنے کے عدیم المثال طریقون مین مخفی تھی ۔ فرائض ادا کرنے کا اون کا عجیب وغریب طریقہ سلطنت کے شایستہ ترین اصول مسلمانون کی یک جہتی اور اتفاق ۔ حق شناسی اور اون کے حقوق کی مساوی تقسیم اون کے ساتھ بے نظیر عدل و انصاف کا برتاؤ ۔ راے اور مشورہ دینے مین اون کو آزادی ۔ اون کی بے مثل انتظامی لیاقتین مضبوط ہا تھ ۔

[۵۱] ازالۃ الخفا تصوف وسلوک ۔ [۵۲] طبری صفحہ ۵۱۵ ۔

قوم اور افراد قوم کے حالات کی عام واقفیت غرض اس قسم کے امور تھے جن سے اون کو اپنی خلافت مین ایسی کامیابی ہوئی جس کی کہ نظیر دنیا مین موجود نہین ہے حضرت عمرؓ کا وہ قول جو انھون نے زمام خلافت کو اپنے ہاتھ مین لینے کے دن ممبر پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا کہ "قوم عرب چھدے ہوئے ناک والے اونٹون کی قطار کے مانند ہے جن کی نکیل میرے ہاتھ مین دی گئی ہے۔ مین اون کو سیدھے راستہ پر چلانے والا ہون اور اس پر خدا سے مدد مانگتا ہون[۱]"۔ اور وفات کے وقت فرمایا کہ تمھارے درمیان مین اونٹون کے قطار کی روش چھوڑے چلا ہون کہ خبردار کوئی قوم ٹیڑھی نہ ہو جائے ورنہ وہ روش ٹیڑھی ہو جاوے گی۔ ایسا قول تھا کہ عرب پر حکومت کرنے کے واسطے اس سے زیادہ سچی ہدایت مشکل سے کسی قول مین مل سکتی تھی اور عرب کے ہر ایک بادشاہ کے واسطے یہ پر معنی قول اور اوس کے قائل کے اصول عمل یکسان راہ نما ہو سکتے تھے۔ انھون نے جو اصول اپنے اس خیال کے مطابق اختیار کیئے تھے وہ اون کی غایت درجہ کی احتیاط اور ہوشیاری ظاہر کرتے تھے۔ مثلاً اسی خیال کے مطابق وہ شام مین جہان قریش اور اصحاب رسول اللہ بہت زیادہ تھے عموماً قریش اور شرفا مین سے عامل اور امیر مقرر کرتے تھے اور مشرقی صوبون مین چونکہ اعراب اور قبائل اعراب کثرت سے تھے انھین مین سے لائق سردار اور عہدہ دار مقرر کرتے تھے کسی شخص کی نسبت اختلاف یا شکایات ہونے پر اوس کو احتیاط واپس بلا لیتے تھے اور باین ہمہ جیسا کہ سر ولیم میور نے لکھا ہے قبائل عرب مین جابجا اون کے جاسوس پھیلے تھے اور اون کے حالات اور خیالات سے حضرت عمرؓ کو مطلع کرتے رہتے تھے۔ مثلاً ایک دفعہ قلعہ صفین مین جو جزیرہ مین واقعہ تھا بنی نمر اور بنی تغلب محصور تھے اور بنی بکر نے مسلمانون کی طرف سے محاصرہ کر رکھا تھا۔ بنی بکر کے حملہ سے محصورین قلعہ سے بھاگ نکلے اور راستہ نہ پا کر دریا مین کود کر غرق ہونے تک پہونچ گئے اور چلائے کہ "ہائے ہم ڈوبے"۔ بنی بکر نے جواب دیا کہ "ہان جلانے بجلے مین ڈوبتے ہو"۔ یہ اشارہ جاہلیت کے ایک واقعہ کی طرف تھا جس مین بنی تغلب کے کچھ آدمی زندہ جلا دیئے تھے حضرت عمرؓ کے جاسوسون نے اون کو خبر کی اور اونھون نے بنی بکر سے اس قصور کا جواب طلب کیا کہ مسلمان ہو کر جاہلیت کے

---

[۱] ازالۃ الخفا باب سیاست وکلمات۔

حالات اور واقعات کو کیون رتبہ کرتے ہین۔ مگر وہ اس قول کو دین اسلام کے مقاصد کے موافق بیان کرکے بچ گئے [۱]

کوفہ کے عامل کو آپ لکھا کرتے تھے کہ اگر قبائل اعراب جھگڑا اور فساد کرین تو اون کو تلوار سے مارنا چاہیئے یہان تک کہ وہ توبہ کرین۔ کیونکہ یہ شیطان کی شرارت ہے حضرت عمر کا یہ مضبوط و قوی اصول اور قول اگر اون کے جانشینون کو یاد رہا ہوتا تو وہ مصیبتین بہت کم پیدا ہوتین جو آخر پیدا ہوگئین۔

افراد قوم اور قبائل سے اون کی عام واقفیت بھی ضرب المثل تھی۔ مثلاً ایک دن عدی بن حاتم حضرت عمر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مین نہین خیال کرتا ہون کہ آپ مجھے پہچانتے ہون حضرت عمرؓ نے کہا کہ مین تجھے کیونکر نہ پہچانون کہ سب سے پہلا صدقہ جس سے رسول اللہ خوش ہوئے تھے وہ تمھارے قبیلہ کا تھا۔ مین تجھے خوب پہچانتا ہون جب اورون نے کفر کیا تھا تو تو صادق الایمان رہا تھا۔ جب اور روگردان ہوگئے تھے تو تم نے موںہہ نہین پھیرا تھا۔ جب اورون نے غدر کی تھی تو تم نے وفا کی تھی [۲]

القصہ اس قسم کے عجیب و غریب اسباب اور وسائل اور دستور اور اصول اور عمل اور طریق حضرت عمرؓ کی خلافت کی کامیابی کے تھے۔ اون سب کا شمار کرنا مشکل ہے کیونکہ درحقیقت ہر ایک واقعہ ایک خاص وسیلہ اور اصول کی مثال ہے۔ لیکن اس باب کے خاتمہ پر ہم ایک عالم کے اقوال سے جو اوس نے ابتدائی خلافت کی نسبت تحریر کیئے ہین وہ حصہ لکھین گے جو حضرت عمرؓ کی خلافت سے متعلق ہے اور جس مین اون کی خلافت کی کامیابی کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے "لیکن حضرت عمرؓ کی حکومت کے ساتھ جو ایک حقیقی بزرگ شخص (گریٹ مین) تھے محکوم اور مفتوح رعایا کی وہ بے خوابانہ خبرگیری اور نگرانی شروع ہوئی جس کے سبب سے اسلامی ابتدائی گورنمنٹ ممتاز اور مخصوص ہے۔ ابتدائی خلفاء کے ماتحت مسلمانون کی جو پولیٹکل حالت تھی اُس پر غور کرنے سے ایک ایسی جمہوری سلطنت

---

[۱] انلس اوف خلافت۔ حاشیہ صفحہ ۱۳۹ [۲] ازالۃ الخفا کلمات حضرت عمرؓ۔

دکھائی دیتی ہے جس پر ایک انتخابی سردار محدود اختیارات کے ساتھ حکومت کر رہا ہے امیر وقت کے اعلی اختیارات انتظامی امور مثلاً پولیس کی ترتیب لشکر کے اہتمام۔ امور خارجہ کی انجام دہی اور مال واموال کی تقسیم اور خرچ وغیرہ تک محدود تھے۔ لیکن وہ قانون مسلمہ کے خلاف کسی صورت مین عمل نہین کر سکتا تھا..........

"حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین ایک واقعہ ہوا جس سے اسلام مین تمام آدمیون کی کامل آزادی کی کیفیت ٹھیک طور پر معلوم ہوتی ہے (اس مقام پر جبالا کا واقعہ مفصل بیان کیا گیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ یہ واقعہ اور اس کا فیصلہ ابو عبیدہ بن جراح کو لکھا گیا) ابو عبیدہؓ نے وہ نامہ اپنے لشکر کے روبرو پڑھا۔ اس قسم کی تحریرین اور اعلان ابتدائی خلافت کے زمانہ مین عام معلوم ہوتی ہین۔ کوئی شخص شہر مین یا لشکر مین امور ملک سے ناواقف نہین رہتا تھا۔ ہر ایک جمعہ کو نماز جمعہ کے بعد امیر المومنین جماعت کے روبرو اہم تقررات اور ہفتہ بھر کے واقعات بیان کر دیتے تھے عمال اپنے صوبون مین اون نظیرون اور نشانون کی پیروی کرتے تھے۔ کوئی شخص عوام الناس کی ان جماعتون سے خارج نہین سمجھا جاتا تھا۔ اس زمانہ مین جمہوری سلطنت کی بہترین صورت رائج تھی۔ امیر المومنین کے گرد کوئی الوہیت اور ربانیت کی باڑ نہین لگی ہوئی تھی وہ ملک کے انتظام کی نسبت اپنی رعایا کے سامنے ذمہ دار اور جواب دہ تھا۔ ابتدائی خلفا کی اپنی رعیت کی خیر خواہی اور خبر گیری مین کامل اور شدید مصروفیت اور اون کی زندگیون کی انتہا درجہ کی اور سخت سادگی اپنے آقا کی مثال کی کامل درجہ کی پیروی سے تھی۔ وہ پیغمبر صلعم کی طرح مسجد مین نماز گذارتے اور وعظ کرتے تھے اون کے گھرون مین غریب اور مظلوم بلا روک ٹوک داخل ہوتے تھے اور کم سے کم درجہ کے آدمی بھی اون سے اپنے حالات بیان کرنے سے محروم نہین ہوتے تھے بغیر پہرہ اور دربانون کے بغیر شان اور جلو کے وہ اپنی خصائل اور خصوصیات کی قوت سے لوگون کے دلون پر حکومت کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جب فتح یورشلیم کے وقت شام کو سفر کیا تو صرف ایک غلام اون کی ہمراہی مین تھا....... قدرتی طور پر ایک نئی سلطنت کو جو بزور شمشیر حاصل کی گئی ہو دفعتاً مفتوحہ رعایا کے دلون مین گھر کر لینا مشکل ہے۔ لیکن ابتدائی مسلمانون نے

مفتوحہ اقوام کو اپنی نسبت انتہا درجہ کا اعتبار اور اعتماد اور باہمی تعلق اور الفت پیدا کرنے کے اسباب مہیا کر دیئے تھے۔ ابو عبیدہ جیسے نرم دل اور معتدل طبیعت کے شخصون کی سرداری مین جو خالد جیسے سپاہیون کی تندی اور شدت کو روکے رکھتے تھے اونھون نے اپنی رعایا کو پورے درجے کے ملکی حقوق دیئے اور اون کی حفاظت کی۔ اونھون نے تمام اقوام مفتوحہ کو پوری مذہبی آزادی بخشی۔ اون کے اطوار اور برتاؤ اس زمانہ کی مہذب گورنمنٹون کے واسطے ملکی اور مذہبی آزادی کے امور مین قابل تقلید نظیرین اور امثال ہوسکتے ہین......... وہ کسی مفید ملکی آئین یا رفاہ عام کے کام مین جو ممالک مفتوحہ مین موجود تھے اور جن سے اون کے مذہب مین کوئی خلل نہین پیدا ہوتا تھا دخل دینے سے باز رکھنے کی عقل اور دانشمندی رکھتے تھے۔

"حضرت عمرؓ نے جو رعایا کی زراعتی سرسبزی اور دولت کی ترقی کی تدبیرین کین اون سے اون کا اپنی رعایا کی بہتری اور بہبودی کا ہر وقت کا فکر اور اندیشہ بخوبی ظاہر ہوتا ہے محصول اراضی ایک مساوی اور یکسان رہنے والے اور معتدل اصولون پر مقرر کیا گیا تھا سلطنت کے ہر ایک حصہ مین نہرین اور ندیان بنانے کا حکم دیا گیا۔ جاگیرداری اور زمینداری کی خدمت لینے کے جس بار نے کاشتکاران اراضی کو برباد کر دیا تھا وہ اوٹھا دیئے گئے تھے اور کسان اور کاشتکار صدیون کی غلامی کی قید سے آزاد کر دیئے گئے تھے۔ ایک قاتل کے ہاتھون سے اِن نامور شخص کی موت گورنمنٹ کے واسطے بلاشبہہ ایک سخت صدمہ تھا اون کی طبیعت سخت مگر منصف اون کے عملی فہم عام اور آدمیون کی واقفیت اور علم نے نہایت اعلیٰ درجہ پر اون کو بنی امیہ کے حریصانہ ارادون کو روکے رکھنے اور دبا دینے کے لائق بنا دیا تھا"۔

ساتوان باب

قرآن۔حدیث۔فقہ۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ قول نہایت صحیح ہے کہ "آج جو شخص قرآن مجید پڑھتا ہے فاروق اعظم کا احسان اوس کی گردن پر ہے"۔ درحقیقت جامع قرآن ہونے اور قرآن مجید کے جمع کرنے کا سبب ہونے کا فخر حضرت عمرؓ ہی کو حاصل ہے۔ آن حضرت صلعم کے زمانۂ حیات مین آیات قرآن جو نازل ہوتی تھین وہ اسی طرح جدا جدا چمڑون یا اونٹ کی ہڈیون یا کھجور کی چھال پر لکھ لی جاتی تھین اور وہ لکھی ہوئی آیتین نہایت حفاظت کے ساتھ صحابہ کے پاس محفوظ رہتی تھین۔ اور آیتون کی ترتیب سورتون مین بھی آنحضرت صلعم کے سامنے ہو جاتی تھی اور تمام ترتیب پائی ہوئی سورتین صحابہ کے پاس رہتی تھین اور صحابہ اون کو یاد کر لیتے تھے اور تلاوت قرآن مجید کرتے تھے اور بہت سے صحابہ حافظ قرآن مجید تھے۔ یہان تک کہ آن حضرت صلعم وفات پا گئے اور قرآن مجید اسی طرح جدا جدا آیتون اور سورتون مین لکھا ہوا اور حفاظ قرآن کی سپردگی مین رہ گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین یمامہ کی لڑائی مین بہت سے اصحاب رسول اللہ شہید ہوئے جن مین حافظان قرآن مین سے ستر سے کم نہ تھے۔ حضرت عمرؓ کو اس واقعہ سے قرآن مجید کی نسبت خوف ہوا حضرت ابوبکرؓ سے انھون نے قرآن مجید کو یکجا جمع کرنے کی رائے دی۔ پورا واقعہ اس کا ایک معتبر حدیث مین اس طرح بیان ہوا ہے زید بن ثابت (کاتب وحی) بیان کرتے ہین کہ مجھ کو حضرت ابوبکرؓ نے قتل یمامہ کے زمانہ مین بلا بھیجا۔ عمرؓ بن خطاب بھی وہان موجود تھے حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ عمرؓ مجھ سے کہتے ہین کہ یمامہ کے دن قرآن کے قاری کثرت سے قتل ہو گئے ہین اور مین ڈرتا ہون کہ اگر اور موقعون مین بھی قاری کثرت سے مقتول ہون تو قرآن بہت سا جاتا رہے گا اور میری یہ رائے ہے کہ تم قرآن کے

جمع کرنے کا حکم دو مین نے عمرؓ سے کہا کہ تم وہ کام کیون کر کرو گے جس کو رسول اللہ صلعم نے نہین کیا۔ عمرؓ نے کہا خدا کی قسم یہ عمدہ بات ہے عمرؓ اسی طرح مجھ سے اصرار کرتے رہے یہان تک کہ خدا نے میرا سینہ اس کے لیئے کھول دیا اور مین نے بھی اس کام مین وہ فائدہ دیکھا جو عمرؓ نے سوچا تھا زید کہتے ہین کہ ابو بکر نے کہا کہ تم جوان عاقل آدمی ہو۔ تم پر ہم بدگمانی نہین کر سکتے اور تم رسول اللہ صلعم کی وحی لکھا کرتے تھے پس قرآن کی جستجو کر کے اوس کو جمع کرو۔ سو خدا کی قسم اگر کسی پہاڑ کے ہٹا دینے کو کہتے تو مجھ پر اتنا گران نہ ہوتا جتنا کہ قرآن کے جمع کرنے کا حکم گران معلوم ہوا الخ (بخاری) غرض زید بن ثابت نے انتہا درجہ کی سعی اور کوشش سے تحریری آیتون اور حافظون سے قرآن مجید کو جمع کیا اور اس بات کی کمال درجہ تک تحقیق ہو گئی کہ قرآن مجید مین سے کچھ نہین ملا جو جمع نہ کیا گیا ہو۔ خود خداے پاک ہی نے اوس کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔ یہ جمع ہوا ہوا قرآن حضرت ابو بکرؓ کے پاس اور حضرت عمرؓ کے زمانہ مین حضرت حفصہ کے پاس رہا۔ اس بات کا بیان کرنا کہ حضرت عمرؓ نے قرآن مجید کو جمع کرنے کی تدبیر سے کس درجہ کی دانشمندی اور احسان کا کام کیا ہے کسی مسلمان کی قدرت سے خارج ہے۔

اپنے زمانہ خلافت مین حضرت عمرؓ حفاظ قرآن سے قرآن مجید سنتے تھے اور اون کے درست پڑھنے کی طرف سے اپنا اطمینان کرتے تھے۔ اور لوگون کو کہتے تھے کہ سوائے کسی عمدہ حافظ اور قاری کے کسی سے قرآن اخذ نہ کرین اور نماز فجر مین خود بہت لمبی قرأت پڑھتے تھے کہ لوگ قرآن سے واقف ہون قرآن کی تفسیر مین بھی اون کو پوری مہارت تھی اور آنحضرت صلعم کی احادیث سے تفسیر فرماتے تھے جو لوگ قرآن مجید کے احکام کی تاویلین کرتے تھے یا اور کسی قسم کی نالائق حرکت کرتے تھے اون کو ایسی سزا دیتے تھے کہ دوسری دفعہ اون کو ویسی حرکت نہین کرنے دیتی تھی۔ اس قسم کے بہت سے واقعات ہین جن کو ہم بیان نہ کرین گے۔

احادیث کی نسبت حضرت عمر کا ایک ممتاز اصول جو دکھائی دیتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ حدیثون کی کثرت روایت کو روکتے تھے خود اون سے پچاس سے زیادہ حدیثین مروی نہین ہین

دن مین سے بعض کا کافی ثبوت نہین ہے[51] جب کہ دوسرے صحابہ مثلاً ابوہریرہ سے ۵۳۶۴ حدیثین انس سے ۲۲۸۶ - عبداللہ بن عباس سے ۱۶۶۰ - جابر سے ۱۵۴۰ - اور عبداللہ بن عمر سے ۱۶۳۰ - اور دوسرے صحابہ سے بھی ایسی ہی کثرت سے حدیثین مروی ہین - اور حضرت عمرؓ سے ایسی قلیل تو اس کی وجہ یہ تو نہین ہوسکتی کہ وہ رسول اللہ کی احادیث سے کم واقف تھے کیون کہ اون سے بڑھ کر آنحضرت کے اقوال و افعال کو کوئی کم جانتا تھا - بل کہ اس کی وجہ صاف یہ ہے کہ احادیث کی کثرت روایت کے وہ مخالف تھے حضرت ابوبکرؓ بھی اس خیال کی حکمت سے ناواقف نہین تھے کیون کہ اون سے صرف سترہ حدیثین مروی[52] ہین اور وہ بھی نہین معلوم کس ضرورت سے روایت پاگئین حضرت عمرؓ کی روایت حدیث کی مخالفت صرف اون کی قلت روایت ہی سے نہین ظاہر ہوتی بلکہ وہ علانیہ طور پر اس کی ممانعت کرتے تھے اور دانستہ حدیثون کی کثرت کو روکتے تھے - "صحابہ کو ہمیشہ حکم دیتے تھے کہ حدیثین کم بیان کرین[53]" اسی طرح ایک دفعہ انصار کے ایک گروہ کو کوفہ بھیجا قرظہ بیان کرتے ہین کہ مین بھی اون کے ساتھ تھا - چاہ صرار تک جو مکہ کے راستہ مین ہے ساتھ آئے - وہان اپنے پاؤن کا غبار جھاڑنے لگے اور کہنے لگے کہ تم کوفہ جاؤ گے جہان ایسے لوگون سے ملو گے جو بڑے شوق سے قرآن کی تلاوت کرتے ہین - وہ تمھاری آمد کے مشتاق ہون گے کہ رسول اللہ کے اصحاب آئے لیکن جب تم سے حدیثین سننی چاہین تو زیادہ حدیثین نہ بیان کرنا[54]

اسی طرح عراق کو صحابہ جانے لگے تو حضرت عمرؓ نے خود اون کی مشایعت کی اور اون سے پوچھا کہ جانتے ہو مین کیون تمھارے ساتھ آرہا ہون - لوگون نے کہا "تکرمۃ علینا" یعنی ہماری عزت افزائی کے لیئے فرمایا کہ ہان لیکن ایک اور مقصد ہے وہ یہ کہ جہان جارہے ہو وہان لوگ اکثر قرآن کی تلاوت کرتے ہین - اون کو حدیثون مین نہ پھنسا لینا اور رسول اللہ سے کم روایت کرنا چنانچہ جب یہ لوگ قرظہ پہونچے تو لوگ یہ سن کر کہ صحابہ تشریف لائے ہین زیارت کو آئے اور حدیثون کی

[51] سیرۃ النعمان صفحہ ۱۳۷ - [52] سیرۃ النعمان صفحہ ۱۳۷ - [53] سیرۃ النعمان صفحہ ۱۴۸ -
[54] ازالۃ الخفا صفحہ ۱۴۱ -

خواہش ظاہر کی ان لوگون نے اس بنا پر انکار کیا کہ حضرت عمرؓ نے منع کیا ہے[۵۱]۔ حضرت ابوہریرہ سے ابوسلمہ نے پوچھا کہ آپ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بھی اسی طرح حدیثین روایت کیا کرتے تھے بولے کہ نہین ورنہ عمرؓ درہ مارتے[۵۲]۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت تک تو احادیث کی اشاعت کا یہی حال رہا۔ مگر اون کے بعد یہ مصلحت پیدا اُٹھ گئی اور احادیث کے ساتھ جو سلوک ہوا سو ہوا۔ بے شمار و بے حساب حدیثین وضع کی گئین اور مفسد اور فتنہ پرداز لوگون اور اہل بدعت کو احادیث کی آڑ مین شکار کھیلنے کا موقع مل گیا خلافت اور سلطنت کے جھگڑون مین وضع احادیث کی گنجائش اون کو ایک ایسا معاون ملا کہ آدھی فکر وہ فوج اور لشکر کے تیار کرنے کے واسطے کرتے تھے اور آدھی وضعی احادیث کے شایع کرنے مین غرض اس قدر وضعی اور غلط اور جھوٹی حدیثین پیدا ہو کر صحیح احادیث کے ساتھ شایع ہوگئین کہ اگر کوئی صحیح احادیث کو وضعی اور غلط احادیث سے علیحدہ کر لینے کی قدرت رکھتا اور علیحدہ کر کے دیکھتا تو صحیح اور غلط مین وہی نسبت معلوم کرتا جو ایک اور ننانوے مین ہے۔ کثرت احادیث نے مسلمانون کے درمیان اختلاف اور تفرقہ کے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جو کسی دوسری سبب سے کم پیدا ہوئے ہون گے اور پھر ایسے کہ اون کا اُٹھا دینا انسانی قدرت سے خارج ہے۔ اگر حضرت عمرؓ کے اوس خیال کی جو نہایت دور اندیشی اور عاقبت اندیشی پر مبنی تھا پابندی کی جاتی اور صرف ایسی ضروری احادیث جو تشریعی احکام کی نسبت بیان کرنی ضروری ہوتین بیان کی جاتین اور بلا خیال ضرورت یا عدم ضرورت کے احادیث کی روایت کے دریا نہ بہا دیئے جاتے اور اسلامی دنیا ایسے شرمناک وسائل کے استعمال کرنے کی بدنامی نہ لیتی جیسی کہ وضعی احادیث کو اپنی کامیابی کا ذریعہ بنانے کی تھی۔ تو مسلمانون کے درمیان اختلاف اور تفرقہ کے بہت کم اسباب پیدا ہوئے ہوتے۔

قرآن اور حدیث کے بعد حضرت عمرؓ کی فقہ کا ذکر آتا ہے اور بلاشبہہ فقہ مین اون کا رتبہ شاہ ولی اللہ صاحب کے اسی قول کا مصداق ہے کہ "علی الاطلاق امت سے وہ بہت افقہ ہین"۔

---

[۵۳] سیرۃ النعمان صفحہ ۱۴۹۔

آنحضرت صلعم کے زمانہ مین احکام کی قسمین نہین پیدا ہوئی تھین صحابہ جو کچھ آن حضرت صلعم کو کرتے دیکھتے تھے اوسی سے سیکھ لیتے تھے۔ نہ ارکان وآداب سے سوال کرتے تھے اور نہ فرض وواجب کی تفصیل وتدقیق کرتے تھے کسی غیر ضروری اور غیر موجود شے سے سوال نہین کرتے تھے۔ ابن عباسؓ کہتے ہین کہ "مین نے اصحاب رسول اللہ سے بہتر کسی قوم کو نہین دیکھا کہ رسول اللہ کی تمام زندگی مین تیرہ مسئلے پوچھے اور وہ سب قرآن مین موجود ہین" ابن عمرؓ کا قول تھا کہ جو چیزین نہون اون کا سوال نہین کرنا چاہیئے کیونکہ عمر بن خطاب کو مین نے اوس پر لعنت کرتے سنا ہے جو ایسی چیز کو پوچھے جو موجود نہو[۱] لیکن اصل یہ ہے کہ آن حضرت صلعم کے زمانہ مین اس قسم کی ضروریات ہی کم پیدا ہوتی تھین آن حضرت کی وفات کے بعد فتوحات کو نہایت وسعت ہوئی اور تمدن کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ اس کثرت سے نئے واقعات اور معاملات پیش آئے کہ اجتہاد اور استنباط کی ضرورت پڑی اور اجمالی احکام کی تفصیل پر متوجہ ہونا پڑا۔ اسی ضرورت نے صحابہ کو مجتہد اور فقیہ بھی کہلایا۔ مجتہدین صحابہ مین چار بزرگ بہت بڑے پایہ کے تھے۔ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ۔ عبد اللہ بن مسعود۔ اور عبد اللہ بن عباس عمرو بن میمون کا قول ہے کہ علم کے دو ثلث حضرت عمرؓ لے گئے یہ قول ابراہیم نخعی نے سنا تو کہنے لگے کہ عمرؓ نو دسوین لے گئے اون کی فقہ کو باقی اصحاب کی فقہ سے وہ نسبت ہے جو اون کے مصحف کو اون کے مصحف سے ہے۔

ابن مسعود کا قول تھا کہ اگر حضرت عمرؓ کا علم ترازو کے ایک پلہ مین رکھا جاے اور زمین کے زندہ لوگون کا ایک پلہ مین تو حضرت عمرؓ کے علم کا پلہ بھاری ہوگا۔ حذیفہ کا قول تھا کہ گویا لوگون کا علم کوٹ کوٹ کر حضرت عمرؓ کی گود مین بھر دیا گیا ہے اور یہ بھی کہا کہ مین نے کسی کو اللہ کے کام مین حضرت عمرؓ کے سوا لوگون کی ملامت سے بے خوف نہ پایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کہا کرتی تھین کہ تیزی فہم مین عمرؓ یکتا تھا۔ ابن مسعود کا قول ہے کہ جب صالحین کا ذکر ہو تو حضرت عمرؓ کا ضرور ذکر کرنا چاہیئے کیونکہ وہ کتاب اللہ کو ہم سے اچھا جانتے تھے اور خدا کے دین کو اچھی طرح سمجھتے تھے[۲] شعبی کا قول ہے کہ قضا اصحاب

[۱] انصاف فی بیان سبب الاختلاف مؤلفہ شاہ ولی اللہ صاحب [۲] سیرۃ النعمان صفحہ ۱۹۰ [۳] سیوطی۔

رسول اللہ میں سے چھ آدمیوں میں تھی تین مدینہ میں اور تین کوفہ میں۔ مدینہ میں عمرؓ اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور کوفہ میں علی۔ عبد اللہ بن مسعود اور ابوموسی تھے۔ مسروق کا قول ہے کہ اصحاب النبی سے بڑے عالم یہ شخص تھے عمر بن خطاب۔ علی بن ابی طالب عبد اللہ بن مسعود۔ ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل زید بن ثابت۔ ابوموسی اشعری[۱]۔

غرض حضرت عمرؓ مسائل فقہی کے اجتہاد اور استنباط میں باوجود احتیاط کے بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں اون کے مسائل اور اجتہاد کو عبد اللہ بن عباس اور زید کے ساتھ جو ایک دوسرے سے اقتباس کرتے تھے مدینہ میں ہونے کے سبب سے زیادہ شہرت اور اشاعت حاصل ہوئی۔ حضرت علیؓ عبد اللہ بن مسعود اور ابوموسی کے اجتہاد کی کوفہ میں رہنے کے سبب سے جہاں علما سے سپاہی زیادہ تھے اس قدر اشاعت نہیں ہوئی۔ عبد اللہ بن مسعود مسائل اور احکام میں حضرت عمرؓ سے موافقت رکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر اور لوگ ایک طرف جاوین اور عمرؓ دوسری طرف تو میں اون کی طرف جاؤن گا۔ زید بن ثابت بھی حضرت عمرؓ کے متبع تھے[۲]۔

فقہ کی دونون حیثیتون مین مسائل شریعت اور احکام تشریعی کی تخریج اور احکام قانونی کے واسطے حضرت عمرؓ کا علم اور قابلیت نہایت ہی شایان اور اعلیٰ درجہ کا تھا۔ حضرت عمرؓ نے مسائل تشریعی اور غیر تشریعی کے لحاظ سے بعض مسائل مین خاص اجتہاد کیا یا آنحضرت صلعم کے احکام کے منشا کو سب سے بہتر جاننے کے باعث بعض اوقات کوئی ضروری تغیر کیا متعۃ الحج اور متعۃ النکاح کو منع اور حرام کیا۔ امہات اولاد یعنی وہ لونڈیان جن سے اولاد ہو چکی ہو اون کے بیچنے کا رواج بالکل روک دیا۔ یہ احکام درحقیقت آن حضرت صلعم کے منشاء مبارک کے مطابق تھے۔

اسی طرح بعض مسائل مین خاص ضرورتون اور فوائد کے لحاظ سے اجتہاد کیا۔ نماز تراویح کو جماعت مین پڑھنے کا حکم دیا۔ اور حکم دیا کہ تین طلاق طلاق بائن سمجھی جائین گی۔ مے نوشی کی سزا اسی درہ مارنے تک بڑھادی۔ جزیہ کی شرحین مختلف مقرر کین۔ یہ مسائل تشریعی تھے اور تشریعی اور

---

[۱] ازالۃ الخفا۔ [۲] ازالۃ الخفا۔

غیر تشریعی کا فرق اون سے بہتر کوئی نہین جان سکتا تھا۔ اِن چند مسائل کا جو ہم نے ذکر کیا ہے اون کی ضروریات اور فوائد مستحق تھے اور کوئی نقص اون کے رواج دینے سے عائد نہین ہوتا تھا۔ ہم بحث اور ثبوت کی طرف ہرگز متوجہ نہین ہونا چاہتے اور نہ اس سے زیادہ مسائل مذہبی مین گفت وگو کرنا چاہتے ہین۔ حضرت عمرؓ کی فقہ اور اجتہاد مختلف مسائل اور احکام کی نسبت کتابون مین منضبط موجود ہین اور اون کی نسبت بحثین بھی موجود ہین۔ اہل ضرورت اون کی طرف توجہ کر سکتا ہے ہم تو صرف اس قدر دکھانا چاہتے تھے کہ جو ضروریات حضرت عمرؓ کو خلیفۃ الرسول اللہ ہونے کی صورت مین پیش آئین اون کے پورا کرنے کے واسطے وہ ہر ایک پہلو سے کس درجہ قابلیت رکھتے تھے۔

آٹھوان باب

اقوام اور مذہب غیر کے ساتھ سلوک - جزیہ - اور
کتب خانہ سکندریہ

جیسے کہ اسلام بنی نوع انسان کے واسطے رحمت تھا اسی طرح خلافت اسلامی کے اصول دنیا کے واسطے رحمت تھے۔ اس قول کو ہم اس باب مین ثابت کرین گے ۔

یون تو ہر ایک سلطنت کی رعایا کو سلطنت موجودہ کے ساتھ جبریہ یا رضامندانہ ایک گونہ تعلق ضرور ہوتا ہے لور کسی غیر قوم کے ساتھ وہ صرف اوس کے غیر قوم ہونے کی وحشت اور نفرت کے سبب سے مقابلہ کرتی ہے اور اوس کی مدافعت کی کوشش کرتی ہے۔ اسی طرح کسریٰ اور قیصر کی رعایا نے اپنے پادشاہون کے حکم سے اور اپنی جان و مال کے خوف سے عربون کی جہالت اور وحشیانہ خصائل کے خیال سے جو ان کے درمیان مشہور تھین کم و بیش جنگ کی اور اون کو اپنے ملک مین دخل دینے کے فراہم ہوئے گو وہ نہ جانتے تھے کہ درحقیقت وہ اوس خدا کی رحمت کا مقابلہ کر رہے ہین جو اون کو ظلم و تعدی سے نجات دینے کے واسطے خود خدا ہی نے بھیجی ہے - اپنے قدیم مذہبون کو چھوڑ کر وہ اسلام کو نہین قبول کرتے تھے اور جب تک اون کو اپنی اپنی سلطنت کی قوت اور طاقت پر بھروسہ تھا وہ جزیہ نہین قبول کرتے تھے اور تیسری شرط یعنی تلوار کو اٹھانے کو اپنی بہادری اور شجاعت کے بھروسہ پر ترجیح دیتے تھے مگر جب وہ اپنی سلطنتون کی طرف سے مایوس ہوئے تو جزیہ پر وہ مسلمانون کی اطاعت قبول کرتے گئے۔ اگر ایک حصہ فتوحات اسلامی کا بزور شمشیر حاصل ہوا ہے تو تین حصے صلح اور جزیہ کے ساتھ حاصل ہوئی ہین ۔

ایرانیون اور اہل روما کی سلطنت مین محکوم اور مفتوح اور اون کی مطیع اور زیر فرمان بالیقین ۔

جو جبر او ظلم و تعدی اور لوٹ اور غارت گری ہوتی تھی اوس کا حال ناگفتہ بہ ہے۔ کوئی ملکی یا پولیٹکل حقوق اون کو حاصل نہ تھے۔ دولتمندون اور طاقتورون اور مقدس الاسم جماعتون کے ہاتھ مین وہ بے زبان نوع کی طرح تھے جو اون کے جان و مال کے خودمختار مالک تھے۔ کمزور اور طاقت ور دولت مند اور غریب اعلی اور ادنی کے واسطے ایک ہی قانون نہین تھا۔ ایرانیون کی سلطنت مین مالک زمیندار اور جاگیردار یعنی دہقان اور مذہبی پیشوا تمام قوت اور رعب اور اثر اور ملک کی دولت کے مالک تھے۔ کاشتکار اور غریب رعایا اوس ناجائز اور بے ضبط اور بے ضابطہ اور غیر محدود خودمختاری کے تحت مین پیوندزمین ہو گئے تھے۔ اہل روما کی سلطنت کا حال اس سے بھی بدتر ہو گا عیسائی مذہب کے مقدس راہ نما اور پیشوا حکام اعلی اور درباری اور قیصر کی برائیون کے بیشمار فرمانبردار عمال اور مشیر کار دولت اور قوت و رعب اور اثر کے خوش نصیب مالک تھے۔ رعایا انتہا درجہ کی بدبختی اور مصیبت مین گرفتار تھی۔ درحقیقت وحشیانہ سلطنتون مین جہان حقوق جاگیرداری اور مالکانہ خدمت لینے کا دستور قائم ہوا ہے رعایا کا بہت بڑا حصہ غلام بن گیا ہے۔

غلامی کاشتکارون کی عام حالت تھی۔ پہلے پہل مزارعانہ اور خانگی غلامی مین کچھ فرق نہین تھا دونون قسم کے غلام معہ اپنے کنبون اور اسباب اور مال و متاع کے زمیندار اور جاگیردار کا مال تھے جو اون سے اپنی بے روک مرضی اور خوشی کے موافق جیسے چاہے سلوک کر سکتا تھا۔ اوس کے بعد اتنا تغیر ہوا کہ مزارعانہ غلام اوس زمینداری اور جاگیر سے جس مین وہ رہتے تھے متعلق سمجھے جاتے تھے اور اوسی زمین کے ساتھ فروخت ہوتے تھے یا جاگیردار کی ذات خاص سے متعلق کر دیے جاتے تھے اور ایک مالک سے دوسرے مالک کے پاس بھیجے جا سکتے تھے۔ وہ اپنے مالک کو بغیر اوس کی اجازت کے نہین چھوڑ سکتے تھے۔ اگر وہ بھاگ جاتے یا اون کو کوئی چرا کر یا بہکا کر لے جاتا تو اون کی نسبت اسی طرح دعویٰ کیا جاتا تھا جیسے کہ مویشی یا مال اسباب کی نسبت کیا جاتا ہے اور وہ واپس لائے جاتے تھے۔ البتہ گذارہ کے واسطے اون کو چھوٹے چھوٹے قطعات اراضی تردد کرنے کے لیے ملے تھے مگر مالک کا اختیار ہوتا تھا کہ جب چاہے اراضی وغیرہ سے اون کو بے دخل کر دے۔

ایک مزارعانہ غلام کوئی جائداد نہین پیدا کر سکتا تھا۔ لیکن اگر وہ خرید لیتا تھا تو مالک کو اختیار ہوتا تھا کہ اوس کو بے دخل کر کے خود اوس پر قبضہ کرلے۔

مزارعانہ اور خانگی غلامی کا نشان گلے مین ایک لوہے کا حلقہ ڈالے رکھنا تھا۔ ان غلامون کے گروہون کے گروہ ایک جگہ سے دوسری جگہ ہانک کر لے جاتے تھے۔ سورون کی طرح اون کو خوراک دی جاتی تھی اور اون سے بدتر حال مین رکھے جاتے تھے۔ ہاتھ پاؤن بندھے ہوئے ہوتے تھے اور ایک بڑی زنجیر اون کے گلے کے پٹون مین سے نکال کر یکجا باندھ دیے جاتے تھے۔ انسانی گوشت کے تجار یعنی اون کا مالک ہاتھ مین ایک گانٹھدار بھاری کوڑا لیے ہوئے اون کے پیچھے سوار ہو کر چلتا تھا اور اوس کوڑے سے اون درماندہ مفلوک الحال لوگون کی خبر لیتا تھا کوڑا جہان پڑتا تھا گوشت سے چمڑا ادھیڑ دیتا تھا۔ مرد اور عورتین اور بچے اس طرح پر پھٹے ہوئے چیتھڑون مین لپٹے ہوئے تخنون مین ناسور اور زخم پڑے ہوئے۔ ننگے اور زخمی پاؤن کے ساتھ ملک مین پھرائے جاتے تھے۔ اگر اون مین سے کوئی درماندگی سے عاجز ہو کر رہ جاتا تھا یا گر پڑتا تھا تو اوس کو زمین پر لٹا کے اس قدر کوڑے مارے جاتے تھے کہ چمڑے کے اکھڑ جانے سے وہ مردہ ہوجاتا تھا۔

جو کاشتکار نام نہاد آزاد کہلاتے تھے اون کا حال بھی مزارعانہ غلامون سے کچھ اچھا نہ تھا اگر وہ اپنی زمینون سے علیحدہ ہونا چاہتے تھے تو ایک بھاری رقم بطور جرمانہ کے جاگیردار کو دینی پڑتی تھی۔ اگر کوئی خرید کرنا چاہتے تھے تب بھی ایسا ہی جرمانہ دینا پڑتا تھا۔ بطور وراثت اون کو کوئی جائداد نہین مل سکتی تھی جب تک ایک بھاری محصول نہ ادا کرین۔ اپنے مالک کو حصہ دئیے بغیر نہ وہ غلہ پیس سکتے تھے اور نہ روٹی بنا سکتے تھے۔ جب تک کہ دسوان حصہ گرجا کو بیسوان بادشاہ کو اور اور چھوٹے حصے درباریون کو نہ دے دین وہ فصل کاٹنے نہین پاتے تھے۔ وہ مالک کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہین جا سکتے تھے اور ہر وقت بلا معاوضہ خدمت کرنے کے واسطے مجبور تھے اگر مالک کے لڑکے یا لڑکی کا بیاہ ہوتا تھا تو اون کو ضروری طور پر خوشی سے معقول رقمین پیش کرنی ہوتی تھین۔

لیکن جب مزارع کی لڑکی کی شادی ہوتی تو پہلے اوس کو جاگیردار کی بدکاری کی اطاعت کرنی پڑتی تھی یہان تک کہ اگر کوئی پادری حضرت مسیح کا نائب جاگیردار ہوتا تھا تو وہ بھی بدکاری کے اس وحشیانہ حق کو حاصل کرنے سے دریغ نہین کرتا تھا۔ بدبخت لوگ ایسے عظیم ظلمون اور بدکاریون کا شکار رہتے تھے۔ لیکن جاگیردار اپنی محلسرا ے مین اور پادری اپنے محل مین اور خدام مذہب اپنے مسکنون مین عوام الناس کی مصیبتون کی بہت کم پروا کرتے تھے۔ زبردست کی مرضی ہی قانون اور انصاف تھا مظلوم لوگ جو پیوند خاک ہوگئے تھے گرجا بھی اون کی مدد نہین کرتا تھا۔ بلکہ اوس کی تعلیم ان وحشیانہ ظلمون سے اون عاجزون کو بچانے کے خلاف تھی۔ کیونکہ پہلے پادریون نے عمال کی خلاف ورزی کرنے کو ایک بہت بڑا گناہ قرار دیا تھا۔ غرض حضرت مسیح کے خادمون نے بھی ان ظالمون اور زبردستون اور دولتمندون کے ساتھ جن کو حضرت مسیح نے رد کیا تھا کثرت سرا اور روا حد معاملگی کرلی تھی۔ انھون نے خود جاگیرداری اور مالکانہ خدمت لینے کے طریق اختیار کیے تھے اور جاگیردارون اور امیرون اور شاہزادون کی طرح تمام حقوق رکھتے تھے اور اون کی مانند بسر کرتے تھے۔

غیرعیسائیون - یہودیون - یا بت پرستون کا حال تو عیسائیون کے ماتحت ناگفتہ بہ ہے اون کا قتل اور خون ریزی اور غلامی کوئی قابل خیال بات نہ تھی اون کے حقوق کا کیا ذکر یہی اون پر بڑا احسان تھا کہ اون کو زندہ رہنے دیے جاتا تھا۔ اگر کوئی عیسائی اون سے رشتہ کرلیتا تو وہ زندہ جلادیا جاتا تھا۔ یہودی نہ تو عیسائیون کے برابر بیٹھ سکتے تھے نہ کھا پی سکتے تھے اور نہ اون کی مانند لباس پہن سکتے تھے۔ اون کے بچے اون سے چھین لینا اور مال واسباب لوٹ لینا جاگیردار اور لوگون کے نزدیک جائز تھا[1]

غرض یہ تاریکی اور اندھیر اور ظلم اور تباہی دنیا پر چھائی ہوئی تھی جب کہ دنیا کے اوس سب سے بڑے نجات دہندہ نے نجات کی کرنا پھونکی اور نوع انسان کی عملی مساوات کو دنیا مین مشتہر کیا ذات

[1] یہ حالات آنریبل مولوی سید امیر علی صاحب کی کتاب سپرٹ اوف اسلام سے لیئے گئے ہین۔

اور رتبہ کے ناجائز حقوق کو باطل کردیا اور ظلم اور غلامی کی زنجیرین ٹوٹ کر گر پڑین اسلام نے جس برادری اور مساوات کی تعلیم کی ہے اور اقوام غیر اور غیر المذہب کے ساتھ رحم اور نیکی برتنے اور اون کو ہر حال مین مذہبی اور آزادی بخشنے کی ہدایت کی ہے وہ ایک منصف نگاہ سے دیکھنے والے کو اسلام کی تعلیم کے اصول کے مانند دکھائی دے گی۔ ہمارے زمانہ کے علما کی عمدہ تصانیف اس مضمون پر موجود ہین۔ اس لیے ہم اوس کے بیان کرنے کے لیے نہین ٹھہرین گے۔

آنحضرت صلعم کے زمانہ کے محاربات کی نسبت آفتاب سے بھی زیادہ روشن طور پر ثابت کردیا گیا ہے کہ وہ تمام محاربات حفاظت خود اختیاری اور حفاظت دین اور دفع شر اور ضرر کے واسطے تھے (دیکھو تفسیر القرآن جلد چہارم تصنیف سر سید احمد خان صاحب) خلافت ابتدائی یعنی زمانہ حضرت ابوبکر کی لڑائیان تو اوس آتشین بغاوت اور فساد کے رفع کرنے کی غرض سے تھین جو عرب مین پھیل گئے تھے اور اوتھین کا سلسلہ مشرق مین مغرب کی مانند دعوت اسلام کے مقاصد کے ساتھ ساتھ فوج کشی اور ملک گیری تک پہونچ گیا ملک گیری کی غرض سے فوج کشی کرنا اسلام کی کسی تعلیم یا ہدایت یا حکم کا نتیجہ نہ تھا۔ عرب کی اقوام کی باہمی لڑائیون اور دشمنون کا اسلام نے خاتمہ کردیا تھا اور ایک ربانی کرشمہ نے اون کو ایک برادری اور اخوت کے رشتہ مین باندھ کر ایک ایسی روح اور تازہ جوش اون مین پیدا کردیا تھا جو اون کو نچلا اور خاموش نہین بیٹھنے دینے والا تھا۔ اسلام کو دنیا مین شایع کرنے کی خواہش نے اون کو اور ابھارا اور اپنی حدود سے اونھون نے قدم باہر نکالے۔ اور غیر اقوام کے ساتھ ایسے تعلقات مین پھنس گئے کہ پھر اپنے قدمون اور ارادون کو پھیر لینے پر گویا وہ قادر ہی نہین رہے تھے اور اس کا نتیجہ اون کی وہ عظیم الشان فتوحات تھین۔

ملک گیری اور فوج کشی گو اسلام کی اغراض اور مقاصد سے جدا تھی اور اسلام نے کوئی تعلیم اوس کی نسبت نہین کی تھی مگر تمام گذشتہ اور موجودہ دنیا کے واقعات سے وہ فطرت انسانی سے خارج کوئی امر نہین معلوم ہوتا۔ اور ہم کو کوئی موتہہ دنیا مین ایسا نہین دکھائی دیتا جو اس کی مخالفت مین کھلا ہو۔ حضرت مسیح کی تعلیم کو مستثنی کرنے کی ضرورت اوس وقت ہوتی اگر انیس صدیون کے

عیسائی اپنے عملون سے اوسے خلاف فطرت انسانی ثابت نہ کردیتے۔ تہذیب اور شایستگی نے ملک گیری اور فوج کشی کے واسطے جو بہانے تجویز کیے ہین اوس سے بہتر وجوہات مسلمانون کے پاس جو دنیا کو کفر اور ظلم کی ناپاکی سے پاک کرنا اور مظلومون اور مصیبت زدگان کو نجات دینا اور خدا کی مخلوق کو عیسائیون اور بادشاہون کے خون آلود پاؤن سے اوٹھا کر کھڑا کرنا چاہتے تھے موجود تھین اون کا سلوک اور برتاو جو انھون نے اقوام غیر اور غیر المذہب کے ساتھ کیا اور جس ذلت او تباہی اور غلامی کی حالت سے اوٹھا کر اون کو آرام اور امن اور آزادی اور آسودگی اور فراغت کی حالت تک پہونچا دیا وہ بیان کرنے کے لائق ہے۔

مسلمان اگرچہ اپنے گھر سے نکل کر اقوام غیر کے قریب پہونچے اور ایک نئے قسم کے تعلقات کا سلسلہ اون سے چھیڑا مگر جنگ اور خونریزی سے بچنے کے واسطے وہ اسلام یا جزیہ قبول کرنے کی ایسی دو شرائط پیش کرتے تھے جو اپنے ساتھ مساوی المرتبہ اور تمام حقوق مین شریک قرار دینے یا ظلم او جبر سے رہائی اور امن و آسائش کی ذمہ داری کا عہد اور اقرار تھے۔ تیسری شرط لڑائی کی تھی جو دونون طرفون کے واسطے یکسان خطرناک اور ڈرانے والی تھی۔ مسلمانون کے پاس اپنی جانون کی کوئی ضمانت موجود نہین تھی۔ وہ خطرے مین پڑتے تھے اور خطرے مین ڈالتے تھے۔ جیسا کہ ہمیشہ انسان نے کیا ہے۔ مگر ان لڑائیون کا نتیجہ بھی اون نادان مفتوح اقوام کے واسطے ہی جو اپنے نجات دہندون کے ساتھ جنگ کرنے کو آمادہ تھے اچھا ہوتا تھا۔ ان کے بدلہ مین اون کو امن اور آزادی دی جاتی تھی۔ ایک عالم کا قول ہے کہ "قادسیہ کی لڑائی جس نے ایران کو مسلمانون کے حوالہ کر دیا مظلوم رعایا ایران کی نجات کا ایک نشان تھا جیسا کہ یرموک اور اجنادین کی لڑائیان اہل شام اور یونانیون اور مصریون کے واسطے تھین۔ یہودی جو وقتاً فوقتاً زرتشتیون کے قتل اور خونریزی کا شکار رہتے تھے اور کہین جا کر بھی اُن کا پیچھا نہین چھٹتا تھا پیغمبر صلعم کی برکت سے آزادی کی ہوا کھانے لگے جن کے دین کا بڑا سبق نوع انسان کی اخوت اور برادری تھی۔ لوگ ہر جگہ مسلمانون کو بطور اپنے نجات دہندون اور آزاد کنندون کے قبول کرتے تھے۔ جہان کہین

اون کا مقابلہ کیا گیا یہ مقدس پادریون اور امرا کی جماعت نے کیا۔ عوام الناس اور پیشہ ور رعایا نے جو رزدشتیون کے ہاتھون سے مصیبت اور تباہی مین تھے عموماً اپنے فاتحین سے رضامند اور خوشی سے مطیع ہو گئے اوس دائمی صداقت کا ایک سادہ اقرار اون کو اپنے مسلمان نجات دہندون کے ہمرتبہ اور اون کے برابر بنا دیتا تھا[1]۔

جنگ کی حالت مین بھی جو رعایت اور ہر طرح کی آزادی مخالفین کو دی جاتی تھی وہ ہمیشہ ضرب المثل ہو گی فشکر اور سرداران لشکر کو فوج کشی کے وقت رحم اور سلوک اور نرمی کے احکام دیے جاتے تھے اور اس قسم کے احکام کی نسبت حضرت عمرؓ نہایت تاکید کرتے تھے۔ کہ

(۱) کوئی عورت اور لڑکا اور بڈھا اور ضعیف نہ مارا جاے (۲) کسی کا ناک کان نہ کاٹا جائے (۳) عبادت کرنے والے گوشہ نشین قتل نہ کیے جاوین اور اون کے عبادت خانہ نہ کھودے جاوین (۴) کوئی درخت پھلدار نہ کاٹا جاے کوئی کھیت نہ جلایا جاے۔ (۵) کوئی عمارت اور آبادی ویران نہ کی جائے۔ (۶) کسی جانور بکری اونٹ وغیرہ کی کونچین نہ کاٹی جائین۔ (۷) صلاح و مشورہ کے بغیر اون کے کسی امر کا فیصلہ نہ کیا جائے۔ (۸) ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف کا طریقہ برتا جاے کسی پر ظلم اور جبر نہو۔ (۹) جو عہد و پیمان غیر مذہب والون سے کیا جائے اوس مین بے وفائی نہ کی جاے اور وہ ٹھیک ٹھیک وفا کیا جائے (۱۰) جو لوگ اطاعت قبول کرین اور جزیہ دین اون کی جان و مال مسلمانون کی جان و مال کے برابر سمجھی جاے اور تمام معاملات مین اون کے احکام مثل مسلمانون کے تصور کیے جائین (۱۱) جب تک اسلام کے قبول کرنے کی دعوت نہ کی گئی ہو دفعتاً لڑنا نہ چاہیے[2] غرض اس قسم کے احکام اور ہدایتین جاری ہوتی تھین اور حضرت عمرؓ اپنی تیز پر انصاف نگاہون اور معمولی سرگرمی سے اون کی نگرانی کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ خالد سے کیون ناراض تھے۔ ایک بڑا سبب اِس کا مغلوب مخالف سے خالد کا سختی سے برتاو کرنا اور اس قسم کی ہدایات کی پوری تعمیل نہ کرنا تھا۔ کیا خالد کی بہادری مسلمانون ہی کا

[1] سپرٹ اوف اسلام صفحہ ۱۰۴ [2] تہذیب الاخلاق جلد اول صفحہ ۳۰ —

کام نہین کر رہی تھی اور مسلمانون کے واسطے ملک فتح نہین کر رہی تھی۔ مگر حضرت عمرؓ کسی بہادر سپاہی اور نفع کی انصاف اور اپنے اسلامی اصولون کے روبرو کچھ پروا نہین کرنے والے تھے اور اسی سبب سے خالد سے ناراض رہے اور آخر واپس بلا لیا۔

کسی زمانہ مین اس امر سے انکار نہین ہو سکا کہ نئے مفتوحہ ممالک مین کسی قانون اور آئین کا فتوحات کے ساتھ ساتھ رائج کرنا اور تعمیل کرانا ناممکن ہے اور اون ابتدائی قوانین مین سختی اور سخت گیری جائز مانا گیا ہے۔ کم سے کم فاتحین نے اپنی قوم کے ساتھ رعایت ملحوظ رکھی ہے اور اون کی بے عنوانی اور جبریہ کارروائیون پر توجہ کرنے سے چشم پوشی کی ہے حتی کہ امن اور اطاعت کے زمانہ مین بھی مہذب حکمران اقوام کو اپنی قوم کے ساتھ رعایت کرتے دیکھتے ہین جس سے نہایت درست طور پر ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ فاتحین اور مفتوحین کے واسطے ایک ہی قوانین نہین ہین۔ ہندوستان مین بعض اوقات رعایا مین سے اون بدقسمت مقتولین کی فہرستین تیار کی گئی ہین جو فاتحین کے مغرور اور بے تمیز ہاتھون سے مارے گئے ہین اور قاتلون کو بری کر دینے کے واسطے ایک ادنی سے عذر اور بہانہ کو کافی سمجھا گیا ہے۔ گو کوئی خودغرضانہ دانشمندی کی مصلحت اس کی دلیل ہو مگر انصاف کے روبرو مصلحت ظلم کا ایک دوسرا نام ہے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت اس بات کا فخر کر سکتی ہے کہ جو کچھ مہذب اقوام کے برتاؤ کے آئینہ مین بھی مشکل اور ناممکن معلوم ہوا ہے وہ اون کا معمول اور روزمرہ تھا۔ ذمیون یعنی مطیع جزیہ دینے والی اقوام کے جان و مال کو مسلمانون کے جان و مال کے برابر سمجھا جاتا تھا لفظون مین نہین بلکہ عمل مین یہ واقعہ اس قسم کی ایک ہی مثال نہین ہے کہ شہر حیرہ مین ایک مسلمان نے ذمی کو قتل کر ڈالا تھا۔ اس کے بدلہ حضرت عمرؓ نے مسلمان کے قتل کا حکم دیا اور دوسرون کی عبرت کے واسطے اس حکم کی علانیہ تعمیل کرائی[۱] حضرت عمرؓ کا عام اشتہار تھا کہ رعایا مین سے جس شخص کو اپنے عامل اور حاکم کی نسبت کوئی شکایت ہو وہ پیش کرے اور اوس پر انصاف کی پوری تعمیل کراتے تھے۔

---

[۱] مضمون کتب خانہ سکندریہ مؤلفہ علامہ شبلی صفحہ ۴۹ ۔

جنگ کے قیدیون کی نسبت اون کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا حضرت عمرؓ کا ایک دل پسند طریقہ تھا لیکن جب اون کے پکڑنے مین اصول معینہ سے تجاوز کیا گیا ہو تو بغیر فدیہ لینے کے وہ چھوڑ دیتے تھے چنانچہ جنوبی جزیرے سے مسلمانون کے لشکر نے بہت سے لوگ قید کر لیئے تھے اور پکڑ کر ساتھ لاے تھے مگر حضرت عمرؓ کے حکم سے وہ امن و امان کے ساتھ اپنے گھرون کو واپس بھیج دیئے گئے۔ اون کی تعداد دس ہزار سے کم نہین بیان کی گئی ہے[۱]۔

جنگ کے بعد یا بغیر جنگ کے جو معاہدات صلح کے مسلمانون اور غیر اقوام کے درمیان باہم ہوتے تھے اون مین ذمیون کے مساویانہ حقوق مین اون کی جان و مال۔ نقد اسباب مویشی مکانات سب کی حفاظت کی ذمہ داری کی شرط مقدم ہوتی تھی۔ اون کے دشمنون سے لڑنے اور اون کی حفاظت کرنے اور جس سے وہ صلح کرین اوس سے صلح کرتے اور اسی قسم کی شرائط کے مسلمان اپنے آپ کو پابند کرتے تھے۔ ذمیون سے جو عہد مسلمان لیتے تھے ان مین اکثر مین تو صرف جزیہ دینے کی شرط ہوتی تھی بعض مین اس کے سوا دشمنون سے سازش نہ کرنے۔ مجرم کو پناہ نہ دینے اور راستے صاف کرنے اور بعض مین مسلمان مسافر کی تین روز تک مہمانی کرنے کی شرط ہوتی تھی[۲]۔ ان پانچ شرطون سے زیادہ کسی قسم کا عہد نہین لیا جاتا تھا۔ جزیہ کی بحث تو بعد مین ہوگی۔ باقی شرائط جو لی جاتی تھین کوئی نہین کہہ سکتا کہ اون مین کوئی ناواجب امر ہو یا معاہد کے لیئے اون کا پورا کرنا مشکل یا گران ہو۔ اور اخلاق اور ملک کے امن کی ضرورت کے سوا کوئی اور غرض اون سے مقصود ہو۔

سرداران لشکر اور صحاب وغیرہ جو معاہدہ صلح کا کسی جماعت یا قوم سے کر لیتے تھے وہ سب کے نزدیک جائز اور قابل تسلیم ہوتا تھا خواہ کسی درجہ اون مین رعایت روا رکھی گئی ہو اوس کے بدلنے کا کسی کو اختیار نہ تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ ابوعبیدہ سردار لشکر عراق نے نمارک کی لڑائی مین جابان ایرانی فوج کے سپہ سالار کو گرفتار کر لیا۔ مگر بلا شناخت دو آدمیون کے بدلہ مین رہا کردیا۔ پہنچی کو جب اوس کے رتبہ اور حال کی خبر ہوئی تو اوس نے اوس کو پکڑ لینا چاہا مگر ابوعبیدہ نے اس ارادہ کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ ایک مسلمان کی

---

[۱] انلس اوف خلافت مؤلفہ سر ولیم میور صفحہ ۱۸۱ [۲] ازالۃ الخفا سیاست۔

کی دی ہوئی صلح اور امن کو کوئی دوسرا توڑ نہین سکتا اور اب اوس کو پکڑنا اور مارنا بیوفائی ہوگی شنی نے بھی
اس رائے سے اتفاق کر لیا اور جاپان کو صحیح وسلامت جانے دیا۵۱ لیکن اگر اوس مین کسی قسم کی
سختی کی گئی ہو تو البتہ اوس کو مناسب شرائط سے بدل دیا جاتا تھا۔ سرداران لشکر بجائے خود
رحم اور انصاف کے نائب تھے دمشق اور مصر اگرچہ بزور شمشیر فتح کیا گیا لیکن کسی کو بعد جنگ کے
قید وقتل نہین کیا گیا جزیہ لینے کی شرائط پر ذمی قرار دے کر چھوڑ دیا گیا۔ اور جو اقرار اون کی رضامندی
سے ہو گیا اوس کی پوری پابندی کی گئی کسی کے مذہب اور مذہبی آزادی سے ہرگز ہرگز تعرض
نہین کیا گیا سر ولیم میور مقر ہین کہ "عموماً لوگ اپنے مذہب پر رہے اون کے عبادت خانون کی حفاظت اور عبادت کی تعظیم وعزت کی گئی"۔
حضرت عمرؓ کے یوروشلیم کے ساتھ شرائط صلح مقرر کرنے اور بیت المقدس پر قبضہ کرنے جانے کے
واقعہ مین ایک عجیب وغریب عہد نامہ واقدی اور بلاذری کی پیروی کرنے والے انگریزی مورخون
نے نقل کیا ہے۔ اور بیت المقدس کے بعض مورخون نے اوس کو بیان کیا ہے حضرت عمرؓ نے جو معاہدہ
اپنی طرف سے لکھ کر دیا تھا اوس کو انگریزی مورخ بھی تسلیم کرتے ہین کہ اوس کے الفاظ یہ تھے کہ
"عمر ابن الخطاب کی طرف سے باشندگان ایلیا کے ساتھ۔ کہ اون کی حفاظت کی جاوے گی
اون کے جان ومال کی حفاظت کی ذمہ داری ہے۔ اون کے گرجے نہ گرائے جائین گے۔ اور
نہ اون کے بغیر کوئی اور اون کو استعمال کرے گا۵۲" لیکن جو عہد نامہ عیسائیون کی طرف سے لکھا گیا ہے
اوس کی عجیب وغریب شرائط بیان کی گئی ہین مثلاً یہ کہ عیسائی کوئی اور گرجا نہ بنائین گے مسلمانون
کو گھر مین داخل ہونے دینے سے انکار نہ کرین گے۔ اپنی اولاد کو قرآن نہ پڑھائین گے اور مسلمانون
کے مذہب کی نسبت گفت وگو نہ کرین گے۔ اپنے مذہب کی ترغیب نہ دین گے اور مسلمان ہونے سے
منع نہ کرین گے۔ مسلمانون کی تعظیم کرین گے اور اون کی مانند لباس نہ پہنین گے گھوڑے پر نہ چڑھین گے
اور ہتھیار نہ باندھین گے وغیرہ وغیرہ۔ اس عجیب وغریب عہد نامہ کو کوئی معتبر مورخ بیان اور تسلیم
نہین کرتا۔ انگریزی مورخون مین سے گبن کی خاموشی روایت کے کذب کی دلیل ہے اور سر ولیم میور

۵۱ انلس اوف خلافت صفحہ ۱۲۹۔ ۵۳ تاریخ مسلمانان سوانحہ گبن واوکلی صفحہ ۲۵۶۔
۵۲ ” ” ” صفحہ ۱۳۹۔

تو علانیہ طور پر اوس سے انکار کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے سفر بیت المقدس کے بیان مین مورخ مذکور لکھتا ہے کہ "یورو شلیم مین پہونچ کر خلیفہ نے بطریق اور اہل شہر سے بڑی مہربانی اور حلم اور تواضع سے ملاقات کی۔ اوس نے اون کو وہی حقوق عطا کیے جو بہت سے خوش قسمت شہرون کو دیئے گئے تھے۔ باشندون پر ایک نہایت خفیف خراج (جزیہ) مقرر کیا اور اون کی تمام عبادت گاہون اور گرجاؤن پر اون کے قبضہ کو قبول اور تسلیم کیا۔ یورو شلیم مسلمانون کے نزدیک بے انتہا تعظیم اور تکریم کی جگہ تھی۔ نہ صرف اس سبب سے کہ دین موسوی اور عیسوی نے وہان پرورش پائی تھی بلکہ بہ سبب اسلام کا پہلا قبلہ ہونے کے جدھر مونہہ کر کے مسلمان نماز پڑھتے ہین اور نیز بہ سبب وہ مقام ہونے کے جو پیغمبرؐ نے معراج کی رات کو ملاحظہ کیا تھا[۵۱]"

اس کے بعد مورخ مذکور اوس آئین کی طرف اشارہ کر کے جو عیسائیون کی نسبت حضرت عمرؓ سے منسوب کی جاتی ہے لکھتا ہے کہ اوس بردبار متحمل اور آزادی بخش فرمانروائی کی طرف اِن کا منسوب کرنا ایک قابل جوابدہی الزام ہوگا۔ غیر اقوام سے اِس قسم کے شرائط لینے اور ایسے سلوک کی نسبت لکھتا ہے کہ "ابتدا مین فاتحین جو کچھ لیتے تھے وہ اس عام خراج (جزیہ) کے سوا سال مین کسی قدر روغن زیتون اور خوراک کی اور چیزین تھین اور مسلمان مسافر کو تین دن مہمان رکھنے کا عہد تھا" اِس کے بعد وہ لکھتا ہے کہ گھوڑے کی سواری کی ممانعت وغیرہ اوس زمانہ کے حکم ہین جب خلافت دمشق مین تبدیل ہوئی تھی۔ سر ولیم میور بلاذری کی ایسی روایات کی بھی تردید کرتا ہے جس مین حضرت عمرؓ سے اِس قسم کی شرائط لینا منسوب کیا گیا ہے[۵۲]۔

بنی امیہ اور عباسیہ کے زمانہ کے مورخون کی اِس قسم کی روایات کی اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ یا تو انھون نے غیر المذہب اقوام سے اس قسم کی شرائط لیتے اور اون سے اِس قسم کا سلوک ہوتے دیکھ کر اوس پر حضرت عمرؓ کے زمانہ کی شرائط کا قیاس کر لیا ہے یا اوس زمانہ کے خلفا کے برتاؤ کو جائز قرار دینے کے واسطے اِس قسم کی روایات خود پیدا کی ہین۔ بہرحال حضرت عمرؓ کی خلافت کسی اِس قسم کا

---

۵۱ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۰۸۔ ۵۲ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۱۳۔

معاہدہ لکھوانے کے الزام سے پاک ہے اور عیسائی واقف مورخ بھی اس کے مقر ہین صرف یہی بات کہی جا سکتی ہے کہ حضرت عمرؓ قومی امتیازات کے قائم رہنے کے شائق تھے عربون کے واسطے دھوپ کھانا اور موٹا کپڑا پہننا وغیرہ اون کی اصلی عادات کے قائم رکھنے کی ہدایت کرتے تھے اسی طرح دوسرے ممالک کے باشندون کی نسبت اُن کا یہ خیال تھا کہ وہ اپنے لباس اور وضع اور طور کو ممیز رکھین اور مسلمانون سے اُون کی تفریق ہو۔ اور یہ خیال ایسا ہی تھا جیسا ہمارے موجودہ زمانہ کی انگریزی شایستہ سلطنت کا ہے اور ایسی ہی ایک سرسری خواہش تھی۔

حضرت عمرؓ کا غیر اور غیر المذہب ذمی اقوام سے عام طور پر جو سلوک تھا وہ نہایت انصاف اور رحم اور شایستہ ترین اصولون پر مبنی تھا۔ اون کی آزادی اور دوسرے عام حقوق مسلمانون کے ساتھ تساوی درجہ کے تھے۔

ایرانی امرا جب مسلمانون کی فوج کے ساتھ شامل ہوکر کام کرنے پر راضی ہوئے تو اون پر دیسا ہی اعتبار اور اعتماد کر لیا گیا اور خاص عزت اور رتبہ کے ساتھ اون کے نام دیوان مین درج کر کے اون کے وظائف مقرر کر دیے گئے۔

حضرت عمرؓ کے منصفانہ برتاؤ کا ایک واقعہ اون کے سفر بیت المقدس کا مشہور ہے جس کو ہم سر ولیم میور کے الفاظ مین لکھتے ہین کہ "عیسائی مورخ بیان کرتے ہین کہ حضرت عمرؓ سوفرونیس (بطریق) کے ساتھ شہر کے دیکھنے کے واسطے گئے۔ جج کے اکثر مقامات دیکھے اور نہایت مہربانی اور شفقت سے تاریخی حالات دریافت کیے۔ جب نماز کا وقت ہوا تو بطریق نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ وہ اوسی مقام پر جہان اوس وقت تھے نماز ادا کرلین۔ اُوس وقت وہ چرچ اوف ری سر رکشن مین تھے مگر حضرت عمرؓ نے وہان یا چرچ اوف کانسٹنٹائن مین جہان اون کے واسطے ایک شطرنجی بچھا دی گئی تھی نماز پڑھنے سے انکار کیا اور یہ وجہ بیان کی کہ اگر مین نے اس مقام پر نماز ادا کی تو مسلمان عیسائیون کو اون سے بے دخل کردین گے اور اس دلیل سے کہ وہان ایک دفعہ نماز پڑھی جا چکی ہے اوس پر قبضہ کرلین گے

ؔ۱ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۵۲ -

بعلم کو بھی حضرت عمرؓ نے دیکھا اور وہان چرچ اوف فیٹوٹی مین نماز گذاری لیکن بطریق کو جو اس مقدس مقام مین اون کے ساتھ تھا ایک نوشت اس مضمون کی لکھ کر دیدی کہ عیسائی ہمیشہ اوس عمارت کے مالک رہین گے مسلمانون کو اوس مین جانے کی اجازت ہوگی مگر ایک وقت مین ایک سے زیادہ مسلمان اوس مین داخل نہوگا۔ لیکن اس نوشت کی بعد زمانہ مین پروانہ کرکے وہان اور چرچ اوف کانسٹنٹائین کی ڈیوڑہی مین مسجدین بنالی گئین[۵۱]۔ اس مشہور واقعہ کے جزئیات حالات مین اختلاف ہے اور ممکن ہے کہ کوئی ایک جزو اس بیان کا صحیح نہو مگر حضرت عمرؓ کی انصاف پسندی کی ایک بے نظیر مثال ہے دوسرے سفر شام مین حضرت عمرؓ کے عیسائیون کے ساتھ محبت اور شفقت اور بے تکلفی سے پیش آنے کے سر ولیم مقر ہین[۵۲]۔ اس قسم کے اور واقعات کا جمع کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ اون کے عامل بھی اون کے ان اصولون کی پیروی کرنے مین اون سے پیچھے نہین تھے عمیر بن سعد انصاری حمص کی عمالی کو چھوڑ کر تمام عمر اس بات پر متاسف رہے کہ اون کے موہنہ سے ایک دن ایک ذمی کی نسبت نکل گیا تھا کہ "اللہ تجھے خوار کرے"۔ اس سے زیادہ حق شناسی کی دنیا کس سے امید کرسکتی ہے۔

ان غیر اقوام کی خبر گیری کرنے اور اون کے محتاجون اور مفلسون کی مدد کرنے مین حضرت عمرؓ مسلمانون کی نسبت کچھ کم توجہ نہین کرتے تھے قحط کے زمانہ مین اون کی خبر گیری بھی ویسی ہی کرتے تھے۔ اور صدقہ کی رقم جو خاص مسلمانون سے وصول کی جاتی تھی اوس مین ذمی رعایا برابر کی شریک تھی حضرت عمرؓ نے بیت المال کے داروغہ کو کہلا بھیجا تھا کہ خدا کے اس قول مین انما الصدقات للفقراء والمساکین (صدقات فقیرون اور مسکینون کے لیئے ہین) مسکینون سے عیسائی اور یہودی مراد ہین[۵۳]۔ سفر بیت المقدس مین حضرت عمرؓ نے عیسائی جزامیون کے واسطے جو جابیا کے قریب آباد تھے عشر مین سے ایک حصہ مقرر کردیا اور یہ خالص خیراتانہ عطیہ تھا[۵۴]۔ مذہبی فقرا اور مساکین غیر مذہب کو معافیات وغیرہ عطا کرنے کے واقعات بھی بیان ہوئی ہین۔ ایک یہودی کا ایک اور مشہور واقعہ ہے کہ

---

۵۱ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۱۰ ۵۲ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۳۶ ۵۳ الجزیہ وازالۃ الخفا۔

۵۴ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۱۲۔

حضرت عمرؓ نے ایک دن راستہ مین جاتے ہوے ایک بوڑھے نابینا شخص کو سوال کرتے ہوئے دیکھا کھڑے ہو کر اوس کا حال پوچھنے لگے معلوم ہوا کہ محتاج یہودی ہے اور اوس کے سوال کرنے کا باعث جزیہ اور محتاجی اور بوڑھاپا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اوس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے گھر لائے اور رفع حاجت کے واسطے اوس کو کچھ دیا اور پھر بیت المال کے داروغہ کے پاس بھیجا اور کہا کہ "اس کو اور اس جیسے اور جتنے ہون اون کو دیکھ کر جدا کر۔ خدا کی قسم ہم نے انصاف نہین کیا کہ اوس کی جوانی کی کمائی کھائی اور بوڑھاپے مین اوسے تنگ کرین۔ اس کو اور اس جیسے جتنے ہون سب کو جزیہ معاف کیا جائے"۔ غرض اس قسم کے واقعات سے حضرت عمرؓ کے رحم اور انصاف کا جو وہ غیر مذہب لوگون سے برتتے تھے قیاس کیا جا سکتا ہے۔

اقوام مفتوحہ کے مذہب اور مذہبی آزادی سے کبھی تعرض نہین کیا گیا۔ بنی عیادہ گو گو شام سے بغاوت کے خوف سے جزیرہ مین واپس بھجوا دیا گیا اور "خلیفہ کے ساتھ اون کے تعلقات بدستور قائم ہو گئے گروہ اپنے مذہب عیسوی پر قائم رہے[1]" بنو تغلب کا واقعہ حضرت عمرؓ کے اس قسم کے سلوک کی ایک عمدہ مثال ہے ولید ابن عقبہ کے ہاتھون پر انھون نے اطاعت قبول کی جس نے اس مشہور اور بزرگ قبیلہ کے اسلام اختیار کرنے کے خیال سے اون سے سختی کا برتاؤ کرنا شروع کیا تاکہ اپنے پہلے دین کو ترک کر دین حضرت عمرؓ اس حال کو سن کر نہایت ناراض ہوے اور ولید کو لکھا کہ اون کو اپنے مذہب پر قائم رہنے دے اور مت چھیڑ۔ صرف جزیرۂ نما عرب مین کوئی مشرک نہ رہنا چاہیے۔ اسی قصور پر حضرت عمرؓ نے ولید کو معزول کر دیا اور صرف جزیہ لینے کا حکم دیا۔ بنو تغلب نے اس پر حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ وہ جزیہ دینا اپنے واسطے ہتک سمجھتے ہین اور اون سے اوس محصول کے نام سے جو مسلمانون سے لیا جاتا ہے اگر ٹیکس لیا جائے تو بہت خوشی سے وہ ادا کرین گے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی آزادانہ طبیعت سے اسے بھی منظور کر لیا اور اون سے عشر لینا قبول کیا[2]۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کی نسبت جو ایک یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ اون کے عہد مین تو کتب خانہ اسکندریہ ...[illegible] خراب ہوئے۔ اِس سے یہ دھوکا کبھی کھانا نہ چاہیے

---

[1] انلس اوف خلافت صفحہ ۱۰۲۔ [2] انلس اوف خلافت صفحہ ۲۱۸۔

کہ جبراً کسی غیر مذہب کا کوئی معبد خراب کیا گیا یا گرایا گیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین اسلام کے شایع ہونے اور غیر مذہب لوگون کے مسلمان ہونے سے اتنے معبد بے کار ہو گئے۔

زمین کی کاشت اور زراعت کی ترقی اور آبادی جو ملک کی ترقی اور دولت مندی اور رعایا کی آسودگی اور فراغت کا سب سے بڑا اور اصلی ذریعہ ہے حضرت عمرؓ نے اوس کے واسطے کوشش کرنے مین کوئی دقیقہ باقی نہین چھوڑا۔ ہم بیان کر آئے ہین کہ فتوحات اور فوج کشی کو روک کر ممالک مفتوحہ مین نہرین کھودنے اور زمینون کے سیراب کرنے کے وسائل کو ترقی دینے کا حکم دیتے تھے۔ نہرین جال کی طرح ملک مین پھیلا دی گئین۔ نیز حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ جو کاشتکار اپنی اپنی زمینین چھوڑ کر بھاگ گئے ہین اون کو واپس بلایا جائے۔ اون کو ذمی قرار دے کر زمینین اون کے قبضہ مین دی جاوین اور ایک معتدل محصول لیا جائے[۵۱]۔ اور ایک عام اشتہار دیا جو شخص بنجر زمین کو مزروعہ کرے اور اوس کو آباد کرے وہ اوسی کو دیدی جائے گی[۵۲]۔ غرض اس طرح کاشتکارون کو امن اور آسایش اور اطمینان اور خود مختارانہ قبضہ نصیب ہونے سے ملک آباد ہو گیا۔ اور کاشتکار غلامی کی مصیبتون سے چھوٹ کر آسودہ اور فارغ البال ہو گئے۔

مزارعین کو امن اور اطمینان حاصل ہونے کی ایک اور بڑی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے اہل عرب کو زمینداری اور کاشتکاری کا کام اختیار کرنے سے قطعی ممانعت کر دی تھی۔ مصر مین شام مین عراق مین مسلمانون نے بہت چاہا کہ اون کو زمینین دی جائین مگر حضرت عمرؓ نے نہ مانا نہ مانا۔ اور اس حکم کی خلاف ورزی کرنے پر سزائین دین جس سے آیندہ کسی کو اس قسم کا ارادہ کرنے کی جرأت نہ رہی۔ اس قسم کی درخواستین اور حضرت عمرؓ کا انکار کتب تاریخ مین اکثر مذکور ہین۔ انگریزی مورخ لکھتا ہے کہ "سواد یا کالدیہ کا زرخیز میدانی ملک جو باستثنائے چند بزور شمشیر فتح کیا گیا تھا۔ عرب کی فوج نے بہ طور انعام جنگ اوس کا دعویٰ کیا حضرت عمرؓ کا انصاف اور حق رسانی اس درخواست کے منظور نہ کرنے مین نہایت ممتاز ہے"۔ اس کے بعد لکھتا ہے کہ "دعویدارون کی ناراضی کے باوجود صرف اراضی ضبط شدہ ہی غیر منقسم نہین رکھی گئی بلکہ صحرائے شام کے کنارون سے ایران کے

[۵۱] المسلمون و خلافت صفحہ ۲۹۴ [۵۲] تہذیب الاخلاق جلد اول صفحہ ۳۰۔

سلسلہ کو وہ تک کسی ایک قطعہ اراضی کی فروخت مطلق طور پر منع کردی گئی۔ اس طرح پر مزارعین کے واسطے دوگونہ حفاظت کا انتظام ہوگیا۔ جو کسی صورت اور کسی حال مین بھی اپنی زمینون سے بے دخل نہین کیے جاسکتے تھے نیز ملک نے اپنے اصلی مزارعین کے ہاتھ مین رہ کر پرورش اور ترقی پائی اور دولت مند اور خراج کا مستقل ذریعہ ہوگیا"[۵۱]۔

مصر کے حالات مین مورخ مذکور لکھتا ہے کہ "زبیر نے عمرو بن العاص سے اصرار کیا کہ مصر کے ساتھ بزور شمشیر فتح کیے ہوے ملک کی مانند سلوک کیا جائے اور زمین کو اپنے ہمراہیون مین تقسیم کردیا جائے لیکن عمرو بن العاص نے انکار کیا اور جیسا کہ امید کرنا چاہیئے تھا حضرت عمرؓ نے اوس کے فیصلہ کی تائید اور تصدیق کی۔ اور بیعاقلانہ جواب لکھا کہ "مصر کی زمین کو رعایا کے ہاتھ مین زراعت کی ترقی اور بار آوری کے واسطے رہنے دیا جائے۔ جیسا کہ اور جگہہ کیا تھا۔ حضرت عمرؓ عربون کو ایک ایکڑ زمین کا بھی مالک بننے کی بھی اجازت نہین دیتے تھے۔ یہان تک کہ عمرو بن العاص نے اپنے لیے مکان بنانے کو زمین چاہی اور حضرت عمرؓ نے انکار کیا اور لکھا کہ مدینہ مین جو اوس کا مکان ہے وہ اوس کے واسطے کافی ہے۔ اس طرح پر مصر کی زمین اوس کے اصلی اور موروثی مالکون اور قابضون کے ہاتھ مین رہ کر حجاز کے واسطے ایک قیمتی ذخیرہ گاہ بن گیا جیسے کہ اگلے وقتون مین وہ اٹلی اور اہل روما کے واسطے ذخیرہ گاہ تھا"[۵۲]۔

ایک دوسرا مورخ لکھتا ہے کہ "ملک شام کے فاتحین نے البتہ سخت اصرار کیا کہ وہان کی زمین اون کو بانٹ دی جائے۔ لیکن حضرت عمرؓ کی فیاض دلی کسی طرح اون کو فاتحین کی رائے پر مائل نہین ہونے دیتی تھی۔ بالآخر ایک نصی سند پر یہی فیصلہ ہوا کہ پہلے قابضین بے دخل نہ کیے جاوین۔ مصر مین بھی آپ نے تاکیدی فرمان بھیجا کہ اہل فوج قطعاً زمینداری اور کاشت نہ کرنے پائین۔ اس حکم کے خلاف ایک شخص نے کچھ زمین کاشت کی تو آپ نے اوس کو پکڑ بلایا اور نہایت سخت سزا دینی چاہی۔ لیکن اوس نے قطعی توبہ سے اپنا قصور معاف کرالیا"[۵۳]۔

---

۵۱ انلس اوف خلافت صفحہ ۱۹۲ ۵۲ انلس اوف خلافت صفحہ ۲۴۴ ۵۳ المامون حصہ دوم صفحہ ۱۸ -

غرض غیر اقوام کے ساتھ جس فیاضی اور انصاف کا برتاؤ حضرت عمرؓ نے کیا اور جو خاص حقوق مسلمانون سے بھی زیادہ اور بڑھ کر اون کو عطا کیئے وہ مہذب اقوام کی منصفانہ اور نکتہ چین نگاہون کو ہمیشہ نیچا رکھین گی۔ اِس کے بعد زمین اور زمینداری کے متعلق اسلامی خوش قسمت رعایا ہونے کی حالت مین عشر اور خراج کا دینا تھا۔ جو یقیناً نہایت انصاف بلکہ رعایت کے اصولون پر مبنی تھا ہمارے مورخ نے خراج کے متعلق چند قواعد جو آن حضرت صلعم یا خلفا کے عہد مین مروج تھے مختصر طور پر بیان کیے ہین جو ہمارے دعوے کو بخوبی ثابت کردین گے کہ "جو زمین نہرون کے قدرتی پانی سے سیراب نہ ہوتی ہو یا جو زمین فوج کو تقسیم کردی گئی ہو یا جس مقام کے باشندے فوج کشی کے وقت اسلام قبول کر چکے ہون اِن تینون حالتون مین وہ زمین عشری ہوگی یعنی اوس کی پیداوار سے صرف دسوان حصہ لیا جائے گا اور یہی اوس کا خراج سمجھا جاوے گا۔ اِن تینون قسمون کے علاوہ جو زمین ہے وہ خراجی ہے۔ عام اِس سے کہ مسلمان رعایا کے قبضہ مین ہو یا غیر قوم کے۔ اگر کوئی شخص عشری زمین پڑتی ڈالدے تو اوس سے کچھ نہین لیا جاوے گا۔ خراجی زمین مین ایسا نہین ہے لیکن اگر کوئی شخص ایک برس پڑتی ڈال کر دوسرے سال کاشت کرے تو ایک ہی سال کا خراج دینا ہوگا۔ جس زمین پر دکانین بنالی جائین وہ عموماً عشر و خراج سے معاف ہین۔ اگر کھیتی کو کوئی آفت پہونچے تو خراج معاف ہوجاوے گا۔ مذکورہ بالا قسمون مین سے دو پچھلی قسم کی عشری زمینین بہت کم تھین۔

عشر اور خراج کے احکام مسلمان اور دوسرے مذہب والی رعایا سے جن کو اسلام کی حمایت مین آجانے سے ذمی کا لقب ملا ہے قریب قریب یکسان متعلق ہین۔ خراجی زمین کسی کے قبضہ مین ہو ایک شرح سے لگان لیا جاتا تھا عشری زمین بھی خواہ کسی کے قبضہ مین ہو اوس سے عشر ہی لیا جاتا تھا حضرت عمرؓ نے قوم نبط سے عشر ہی لیا تھا۔[1]" خراج کی شرحین جو باقاعدہ پیمائش کے لحاظ سے مقرر کیا گیا تھا ہم اِس سے پہلے بیان کر چکے ہین وہ ہر ملک اور ہر زمانہ مین ہمارے دعوی کی دلیل مین پیش

---

[1] المامون حصہ دوم صفحہ ۱۷-۱۸۱۔

کی جاسکتی ہین۔عشر اور خراج مین تو مسلمانون اور غیر مذہب والون مین کوئی تمیز نہ تھی لیکن اس کے
سوا جزیہ ایک ایسا محصول تھا جو غیر مذہب والون سے خصوصیت رکھتا تھا۔ اس زمانہ کی غیر مذہب
اقوام نے اس لفظ کو ایسا بھیانک اور ڈراونا بنا دیا ہے کہ اون کے مونہہ سے سن کر اوس کے مضمون
سے کوئی خوش نہوگا وہ اس کو مسلمانون اور غیر مذہب والون کے درمیان ایک نہایت متعصبانہ
اور نامناسب تفرقہ قائم کرنے کا ایک اصول بیان کرتے ہین اور ایسا جبر بیان کرتے ہین جس سے
بچنے کے واسطے اسلام کا قبول کرنا بھی گوارا کیا جاتا تھا اور اس وجہ سے وہ جبراً اسلمان کرنے کا ایک
قوی ذریعہ تھا لیکن اس قسم کے خیالات درحقیقت تعصب یا غلط فہمی سے پیدا ہوی ہین۔ تحقیق کے
نزدیک وہ تمام بے اصل اور بیہودہ ہین۔ علامہ شبلی کے دقیق اور عالمانہ مضمون نے کسی بحث کی گنجایش
نہین چھوڑی۔ اوٗنھون نے بخوبی ثابت کر دیا کہ جزیہ کو مسلمانون نے نہین پیدا کیا۔ ایرانی زبان کے
لفظ گزیہ کا معرب اور نوشیروان عادل کا ایجاد اور مقرر کیا ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہین کہ "ایران و عرب
مین خراج و جزیہ کے وہ قواعد جو بانی تعبیر اسلام مین رائج ہین نوشیروان کے عہد مین مرتب ہوے
علامہ ابن الاثیر جزری نے تاریخ الکامل کے پہلے حصہ مین ایک مضمون اس عنوان سے لکھا ہے۔
ذکر ما فعلہ کسریٰ فی امر الخراج والجند جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نوشیروان نے زمین کی پیمایش کرائی
اور مختلف شرحون کی جمع مقرر کی۔ اور تمام لوگون پر باستثناے اہل فوج و روٗسا و ارکان
دولت جزیہ مقرر کیا جس کی تعداد بارہ درہم۔ آٹھ درہم۔ چھ درہم۔ چار درہم تک تھی (ابن اثیر نے
اس موقع پر جزیہ ہی کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جزیہ کوئی ایسی اصطلاح
نہین ہے جو مسلمانون اور ذمیون کے ساتھ مخصوص ہو۔ نوشیروان اور اوس کی ایرانی رعایا کا
ایک مذہب تھا تاہم جو ٹیکس اون پر لگایا گیا تھا مسلمان اوس کو جزیہ ہی کہتے تھے) خراج کے
ذکر کے بعد مورخ مذکور لکھتا ہے کہ "وہی الوضایع اللتی اقتدی بہا عمر بن الخطاب" یعنی حضرت
عمرؓ نے اونھین قاعدون کی تقلید کی۔ اور جزیہ کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیس برس سے
کم اور پچاس برس سے زیادہ عمر والے کو جزیہ سے معاف کیا۔ جس غرض سے نوشیروان نے

جزیہ کا قاعدہ جاری کیا اوس کی وجہ علامہ موصوف نے نوشیروان کے اقوال سے یہ نقل کی ہے کہ اہل فوج ملک کے محافظ ہین اور ملک کے لیے اپنی جانین خطرہ مین ڈالتے ہین - اس لیے لوگون کی آمدنی سے اون کے لیے ایک رقم خاص مقرر کی گئی کہ اون کی محنتون کا معاوضہ ہو" اس کی تائید مین ہمارے مورخ فردوسی کے اشعار نقل کرنے کے بعد لکھتے ہین کہ "اسلام نے جو نظام قائم کیا اوس کی رو سے ہر مسلمان فوجی خدمت کے لیے مجبور کیا جا سکتا تھا - یہ قاعدہ کچھ آسان قاعدہ نہ تھا اور لوگ ذرا بھی اوس سے بچنے کا حیلہ پا جاتے تھے تو اوس سے فائدہ اوٹھانا چاہتے تھے چنانچہ ایک بار جب جزیرہ سسلی مین مکتب کے معلم اس جبر سے بری کر دیے گئے تو سیکڑون آدمیون نے اور کام چھوڑ کر یہی پیشہ اختیار کر لیا -

اس لحاظ سے کل مسلمان فوجی خدمت رکھتے تھے اور ضرور تھا کہ وہ جزیہ سے اسی طرح بری رہین جس طرح نوشیروان عادل نے عموماً اہل فوج کو اس ٹیکس (جزیہ) سے بری رکھا تھا لیکن غیر مذہب والے جو اسلامی حکومت کے ماتحت تھے اور جن کی حفاظت مسلمانون کو کرنی پڑتی تھی ؛ اون کو فوجی خدمت پر مجبور کرنے کا اسلام کو کوئی حق نہ تھا - نہ وہ لوگ ایسی پرخطر خدمت کے لیے راضی ہو سکتے تھے - اسلیے ضرور تھا کہ وہ اپنی محافظت کے لیے کوئی ٹکس ادا کرین - اسی ٹیکس کا نام جزیہ تھا - جو فارسی لغت سے معرب کیا گیا تھا لیکن اگر کسی موقع پر غیر قومون نے فوج مین شریک ہونا یا شرکت کے لیے آمادہ ہونا گوارا کیا تو وہ جزیہ سے بری کر دیے گئے -

جزیہ کا معاوضہ حفاظت ہونا مسلمانون مین علمی و عملی طور سے ہمیشہ مسلم رہا اور سچ یہ ہے کہ اسی خیال نے اکثر اہل لغت کو اس طرف متوجہ نہ ہونے دیا کہ جزیہ فارسی زبان کا لفظ ہے وہ سمجھے کہ یہ لفظ جزاء سے نکلا ہے جس کے معنی بدلہ کے ہین اور چونکہ یہ ٹیکس بھی ایک معاوضہ اور بدلہ ہے لہذا اس مناسبت سے اوس کا نام جزیہ رکھا گیا - آنحضرت صلعم و خلفاے راشدین کے جو معاہدے تاریخون مین منقول ہین اون سے عموماً پایا جاتا ہے کہ جزیہ اون لوگون کی محافظت کا معاوضہ تھا - خود رسول اللہ صلعم نے والی ایلیہ کو جو فرمان جزیہ کا تحریر فرمایا اوس مین یہ الفاظ

مندرج فرمائے "یحفظوا ویمنعوا" یعنی ان لوگون کی حفاظت کی جائے اور دشمنون سے بچائے جائین۔ حضرت عمرؓ نے وفات کے قریب جو نہایت ضروری وصیتین کین اون مین ایک یہ بھی تھی کہ "غیر مذہب والے جو ہمارے رعایا ہین وہ خدا اور رسول کی ذمہ داری مین ہین اور مسلمانون کو اون کی طرف سے اون کے دشمنون سے مقابلہ کرنا چاہیئے"۔ اِس موقع پر ہم بعض معاہدات اصلی الفاظ مین نقل کرتے ہین جن سے نہایت صاف اور مصرح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جزیہ صرف حفاظت کا ایک ٹیکس تھا۔ اور غیر مذہب والے جو مسلمانون کی رعایا تھے یہی سمجھ کر یہ ٹیکس ادا کرتے تھے۔

ہذا کتاب من خالد بن الولید لصلوبا ابن نسطونا وقومہ انی عاہدتکم علی الجزیۃ والمنعۃ فلک الذمۃ والمنعۃ۔ ما منعناکم فلنا الجزیۃ والا فلا کتب سنۃ اثنتی عشرۃ فی صفر۔

یہ خالد بن الولید کی تحریر ہے صلوبا بن نسطونا اور اوس کی قوم کے لیئے۔ مین نے تم سے معاہدہ کیا۔ جزیہ اور محافظت پر۔ پس تمھاری ذمہ داری اور محافظت ہم پر ہے جب تک ہم تمھاری محافظت کرین ہم کو جزیہ کا حق ہے ورنہ نہین۔ سنہ بارہ صفر مین لکھا گیا"۔

عمال اسلام نے عراق عرب کے اضلاع مین وہان کے باشندون کو جو عہدنامے لکھے اور جن پر بہت سے صحابہ کے دستخط تھے اون کے ملتقط الفاظ یہ ہین۔

براءۃ لمن کان من کذا وکذا من الجزیۃ التی صالحہم علیہا الامیر خالد بن الولید وقد قبضت الذی صالحہم علیہ خالد والمسلمون لکم ید علی من بدل صلح خالد ما اقررتم بالجزیۃ۔ وکنتم امانکم امان وصلحکم صلح ونحن لکم علی الوفاء۔

اون لوگون کے لیے جنھون نے اِس اِس تعداد کا جزیہ دینا قبول کیا ہے اور جن پر خالد بن ولید نے اون سے مصالحت کی ہے یہ برات نامہ ہے خالد اور مسلمانون نے جس تعداد پر صلح کی وہ ہم کو وصول ہوئی جو شخص خالد کی صلح کو بدلنا چاہے اوس کو تم لوگ مجبور کرسکتے ہو بشرطیکہ جزیہ ادا کرتے رہو تمھاری امان امان ہے اور تمھاری صلح صلح (یعنی جس سے تم صلح کرو ہم بھی صلح کرین گے۔ اور جس کو تم امان دوگے ہم بھی امان دین گے)۔

اِس کے مقابلہ مین عراق کی رعایا نے یہ تحریر لکھی۔

انا قد ادینا الجزیۃ اللتی عاھدنا علیھا خالد + علیٰ ان یمنعونا و امیرھم البغی من المسلمین و غیرھم —	ہم نے وہ جزیہ ادا کر دیا جس پر خالد سے معاہدہ کیا تھا۔ اِس شرط پر کہ مسلمان اور نیز اور تمام قومین اگر ہم کو گزند پہونچانا چاہین تو جماعت اسلام اور اون کے افسر ہماری حفاظت کے ذمہ دار ہون۔

ان تحریرون سے جو ہم نے اس موقع پر نقل کین اور نیز اور تمام معاہدون سے جو تاریخون مین مذکور ہین بداہۃً یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ جزیہ اسی اصول کی بنا پر تھا جو نوشیروان عادل نے قایم کیا تھا لیکن اسپر بھی اگر کسی کو شبہہ ہے تو ذیل کے واقعہ سے رہا سہا شک بھی رفع ہو جائے گا۔ ابو عبیدہ جراح نے جب متواتر شام مین فتوحات حاصل کین تو ہرقل نے ایک عظیم الشان فوج مسلمانون پر حملہ کرنے کے لیے طیار کی مسلمانون کو اوس کے مقابلہ مین بڑی مستعدی سے بڑھنا پڑا اور اون کی تمام قوت اور توجہ فوجون کی تربیت مین مصروف ہوئی اوس وقت حضرت ابو عبیدہ امین افسر فوج نے اپنے تمام عمالون کو جو شام کے مفتوحہ شہرون پر مامور تھے لکھ بھیجا کہ جس قدر جزیہ و خراج جہان جہان وصول کیا گیا ہے سب اون لوگون کو واپس دے دو جن سے وصول ہوا تھا۔ اور اون سے کہدو کہ ہم نے تم سے جو کچھ لیا تھا اِس شرط پر لیا تھا کہ تمھارے دشمنون سے تمھاری حفاظت کر سکین۔ لیکن اب اس واقعہ کے پیش آجانے کی وجہ سے ہم تمھاری حفاظت کا ذمہ نہین اُٹھا سکتے“۔ ابو عبیدہ کے خاص الفاظ جن مین عیسائیون سے خطاب ہے یہ ہین۔ انما رددنا علیکم اموالکم لانہ قد بلغنا ما جمع لنا من الجموع و انکم قد اشترطتم علینا ان نمنعکم و انا لا نقدر علیٰ ذلک و قد رددنا علیکم ما اخذنا منکم۔ اِس حکم کی پوری تعمیل ہوئی اور لاکھون روپیہ بیت المال سے لے کر اون لوگون کو پھیر دیے گئے۔ جو رقم وصول ہوئی تھی اوس کی کثرت کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ صرف حمص سے قریبًا آٹھ لاکھ روپیے جزیہ و خراج مین ملے تھے عیسائیون نے مسلمانون کو دل سے دعا دی اور کہا کہ خدا پھر تم کو ہمارے شہرون کی حکومت دے۔ رومی ہوتے تو اس موقع پر واپس کرنا تو درکنار جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ بھی لے لیتے۔ اِن سب باتون سے

زیادہ یہ امر اس دعوے کے لیے دلیل بین ہے کہ اگر کسی غیر قوم نے فوجی خدمت پر رضامندی ظاہر کی تو وہ اُسی طرح جزیہ سے بری ہے جس طرح خود مسلمان ۔

معاہدات مین یہ تصریح کہ جزیہ کے عوض ہم تمھاری اندرونی و بیرونی حفاظت کے ذمہ دار ہین ۔ جب حفاظت پر قدرت نہ ہو تو جزیہ کا واپس کر دینا ۔ جو قومین فوجی خدمت پر آمادہ ہون اُون کو جزیہ سے بری رکھنا ۔ کیا اِن واقعات کے ثابت ہونے کے بعد بھی شبہہ رہ سکتا ہے کہ جزیہ کا مقصد وہی تھا جو ہمنے بحث کے آغاز مین بتایا ہے ۔

جزیہ کے مصارف یہ تھے ۔ لشکر کی آراستگی ۔ سرحد کی حفاظت ۔ قلعون کی تعمیر ۔ اِن سے بچا تو سڑکون اور پلون کی تیاری ۔ سررشتہ تعلیم ۔ بے شبہہ اس خاص رقم سے مسلمانون کو بھی فائدہ پہونچتا تھا ۔ اور پہونچنا چاہیے تھا مسلمان لڑائیون مین شریک ہوتے ۔ جانین لڑاتے ۔ ملک کو تمام خطرون سے بچاتے پس جس طرح اون کے جسم و جان سے ذمی رعایا مستفید ہوتی تھی اگر ذمیون کے مال سے مسلمانون کو بھی فائدہ پہونچتا تھا تو کیا بے جا تھا ۔ اس کے علاوہ صدقہ کی رقم جو خاص مسلمانون سے وصول کی جاتی تھی اوس مین ذمی رعایا برابر کی شریک تھی ۔ حضرت عمر فاروق نے بیت المال کے داروغہ کو لکھا بھیجا تھا کہ "خدا کے اس قول مین " انما الصدقات للفقراء والمساکین " (صدقات ۔ فقیرون اور مسکینون کے لیے ہین) مسکینون سے عیسائی اور یہودی مراد ہین "۔

جزیہ کی تعداد زیادہ سے زیادہ بیس روپیہ سالانہ تھی ۔ کسی کے پاس لاکھون روپیے ہون تو اس سے زیادہ دینا نہین پڑتا تھا عام شرح چھ روپیہ اور تین روپیہ سالانہ تھی ۔ بیس برس سے کم اور پچاس برس سے زیادہ عمر والے ۔ اور عورتین ۔ مفلوج ۔ معطل العضو ۔ نابینا ۔ مجنون ۔ مفلس یعنی جس کے پاس دو سو درہم سے کم ہون یہ لوگ عموماً جزیہ سے معاف تھے ۔ اب ہم پوچھتے ہین کہ ایسا ہلکا ٹیکس جس کی تعداد اس قدر قلیل تھی جس کے ادا کرنے سے فوجی پرخطر خدمت سے نجات مل جاتی تھی جس کی بنیاد نوشیروان عادل نے ڈالی تھی کیا ایسی ناگوار چیز ہوسکتی ہے جیسی کہ اہل یورپ نے خیال کی ہے ۔ کیا دنیا مین ایک شخص نے بھی اوس سے بچنے کے لیے اپنا مذہب چھوڑا ہوگا ۔ کیا کسی نے اپنے مذہب کو ایسے ہلکے ٹیکس سے بھی

کم قیمت سمجھا ہوگا؟ اگر کسی نے ایسا سمجھا تو ہم کو اُس کے مذہب کے ضایع ہونے کا رنج بھی نہ کرنا چاہیے جو لوگ جزیہ ادا کرتے تھے اُن کو اسلام نے جس قدر حقوق دیئے کون حکومت اُس سے زیادہ دے سکتی ہے؟

عیسائی مورخون نے جزیہ کی بحث مین عجیب غلطیان کی ہین۔ بعض وقت اُنھون نے فدیہ اور جزیہ مین تمیز نہین کی اور فدیہ کو جزیہ سمجھ لیا ہے۔ جو جنگ کے قیدیون کی رہائی کے بدلے مین ایک رقم لی جاتی تھی شاید ایسی ہی غلطی کی بنا پر مسٹر لین نے اپنی کتاب مدالقاموس مین لکھا ہے کہ جزیہ قتل سے محفوظ رہنے کا معاوضہ تھا مگر یہ اُن کی نہایت غلطی ہے کیونکہ اس کا ہوجانا یعنی لڑائی کا موقوف ہوا صلح کا ہوجانا یا کسی قسم کا معاہدہ ہونا گو کہ اُس مین جزیہ کا دینا نہ قرار پایا ہو قتل سے محفوظی کا کا سبب ہوتا تھا نہ کہ جزیہ دینا۔ؔ

جزیہ کے مقابلے مین جو ٹیکس زکوۃ مسلمانون سے لیا جاتا تھا وہ جزیہ سے بدرجہا زیادہ سخت تھا سونے چاندی اونٹ گائے بکری سب پر جداگانہ شرحین۔ فرض کرو کہ ایک ذمی کے پاس چالیس ہزار روپیہ ہین جس کی تجارت سے وہ فایدہ اُٹھا رہا ہے اور ایک مسلمان کے پاس بھی اُسی قدر رقم ہے لیکن اُس کو کوئی اور آمدنی نہین ہے۔ ذمی کو تو سال بھر مین صرف تین روپیہ چھ روپیہ یا زیادہ سے زیادہ بارہ روپیہ دینے پڑین گے اور مسلمان کو پورا چالیسوان حصہ ایک ہزار روپیہ دینا پڑیگا کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسی صورت مین بھی جزیہ کسی کو مسلمان ہونے پر رغبت دلا سکتا ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اگر ٹیکس کی کمی وبیشی پر دین یا مذہب کا مدار ہوتا تو مسلمانون کا ٹیکس اُن کو جزیہ کے مقابلے مین اسلام چھوڑ کر ذمی ہوجانے کی رغبت دلاتا۔ ممالک مفتوحہ کی رعایا کے جان و مال جس حال مین مسلمانون کے قبضہ و اختیار مین تھے اگر اُن کو اپنی رعایا کو لوٹنا اور مسلمان کرنا ہی مقصود ہوتا تو ایک خفیف سی سالانہ رقم اپنے ان اغراض کے حاصل کرنے کے واسطے بہانہ بنانے کی کوئی ضرورت نہین تھی وہ ہر ایک طرح سے لوگون کو مسلمان کر سکتے تھے۔ مگر ہم کو یقین ہے کہ مسلمانون

ؔ تفسیر القرآن از سرسید احمد خان صاحب جلد چہارم ص ۱۰۷۔

کی نسبت ہر ایک اِس قسم کا الزام جھوٹا اور غلط ہوگا۔ سر ولیم میور اقرار کرتا ہے کہ رعایا عام طور پر اپنے مذہب پر رہی اور اُن سے کوئی تعرض نہین کیا گیا۔ اُن کے عبادت خانون کی حفاظت اور عبادت کی عزت و تعظیم کی گئی [۱]

جزیہ کے وصول کرنے مین حضرت عمرؓ جو رحم اور رعایت کرتے تھے اُس کی بھی شالین ہین۔ ایک دفعہ جب آپ سفر شام سے واپس آرہے تھے رستہ مین ایک جماعت کو دیکھا جو دھوپ مین کھڑی کرکے تکلیف دی جا رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کا سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ اُن لوگون نے جزیہ نہین ادا کیا ہے اور اس سبب سے اُن کو تکلیف دی جا رہی ہے کہ تکلیف کے خوف سے ادا کر دین۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ وہ کیا عذر کرتے ہین جتایا گیا کہ وہ ناداری بیان کرتے ہین۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ "اُن کو چھوڑ دو اور اُنھین تکلیف مت دو۔ رسول اللہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا مین لوگون کو عذاب نہ دو۔ جو لوگ دنیا مین لوگون کو عذاب دین گے قیامت کے دن خدا اُن کو عذاب دیگا" پس آپ کے حکم سے وہ چھوڑ دیئے گئے [۲]

کسی ادنیٰ سے عذر اور پاس پر جزیہ بالکل معاف بھی کر دیا جاتا تھا چنانچہ حضرت عمرؓ نے جرجومہ اور اُس کے قرب وجوار کے مضافات مین جزیہ بالکل معاف کر دیا تھا اور ماریہ قبطیہ کے ہم وطن بھی جزیہ سے معاف کر دیئے گئے تھے [۳] ہم بیان کر چکے ہین کہ حضرت عمرؓ اپنے اُن عاملون سے جو مال کم جمع کرتے تھے رضی اور خوش ہوتے تھے ورنہ زیادہ ستانی کا شبہہ کرتے تھے۔ یہان تک کہ ابو ہریرہ جیسے بزرگ صحابی سے اسی بنا پر بدگمان ہوئے تھے۔ لیکن تعجب ہے کہ بیہودہ سراؤن نے حضرت عمر کی اس خاص طبیعت اور عادت کو بھی الزام سے پاک نہین رہنے دیا۔ لیکن کوئی عقلمند آدمی اُس سے دھوکا نہین کھا سکتا۔ سر ولیم میور لکھتے ہین کہ " مجھ کو بیان کرنا چاہیئے کہ پچھلے زمانہ کے اور غیر معتبر راویون نے ایک طویل خط وکتابت بیان کی ہے جو حضرت عمرؓ اور عمرو بن العاص کے درمیان ہوئی ہے جس مین کہ حضرت عمرؓ عمرو بن العاص کو مصر سے ایسا بڑا خراج نہ بھیجنے پر جھیا

---

[۱] دی خلافہ صہ ۱۳۹۔ [۲] ازالۃ الخفا باب سیاست۔ [۳] المامون صہ ۲۲۔

کہ اُس کے قدیم فراعنہ اُس سے وصول کرتے تھے ملامت کی۔ عمرو بن العاص نے اس اہتمام کو بُرا مانا۔ حضرت عمر نے اس پر اپنے ایلچی محمد بن مسلمہ کو تحقیقات کے واسطے بھیجا۔ اور نیز عمرو بن العاص کو معزول کر کے عبداللہ ابن ابو سارہ کو عامل مصر مقرر کیا۔ اس خط و کتابت کو گوویل نے قبول کر لیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک (سر ولیم میور لکھتے ہین) غیر معتبر اور غلط ہے۔ حضرت عمرؓ کی طبیعت کے یہ امر خلاف تھا کہ ایسے سخت یا نامناسب الفاظ مین خطوط لکھین یا اپنے عمال پر اُس صوبہ سے زیادہ ستانی کر کے جس کے وہ حاکم تھے خراج بھیجنے کے واسطے دباؤ ڈالین۔ اُن کو کسی زائد خراج کی جیسا کہ ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کوئی ضرورت نہین پیش آئی تھی۔ دنیا کے خزانے اس وقت مدینہ مین لدے چلے آرہے تھے اور ابن ابو سارہ کی نسبت تو یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان کے عہد خلافت تک عمرو بن العاص کی جگہ نہین مقرر ہوا تھا[۵۱]

غرض یہ جزیہ اور یہ جزیہ کی حقیقت ہے جس کو اہل یورپ نے ایک ایسا ناگوار لفظ بنا دیا ہے کہ اُس کے منھ سے نکلتے ہی مسلمانون کی نسبت عجیب و غریب خیالات اُن کے دل مین جوش مارتے ہین۔ لیکن مہذب دنیا کے ٹیکسون کے روبرو وہ ایک بے حقیقت ٹیکس تھا انکم ٹیکس۔ اور انڈائرکٹ ٹیکس۔ سالٹ ٹیکس چنگی۔ سڑکانہ۔ مدرسانہ۔ چوکی داری۔ اسٹامپ۔ کورٹ فیس مختص المقام اور محصول مسکرات اور سینکڑون قسم کے محصولون کے نامون سے اُس زمانے مین کوئی واقف نہ تھا۔

خیر جزیہ کی نسبت تو اہل یورپ نے تعصب سے یا غلط فہمی سے جو کچھ لکھا ہے اُس کی نسبت اتنی بات تو صحیح ہے کہ جزیہ کے نام کا ایک ٹیکس تھا جو ذمیون پر لگایا گیا تھا۔ اور اتنا بھی غنیمت ہے کیونکہ اہل یورپ اپنے اس قسم کے الزامون کی بنیاد جس سے وہ مسلمانون کی بدنامی کرتے ہین ہمیشہ ایسے واقعات پر نہین رکھتے جن کا وجود ہو بلکہ ایسے واقعات پر بھی رکھتے ہین جن کا کوئی وجود کوئی اصل اور کوئی حقیقت نہ ہو۔ سکندریہ کا کتب خانہ جلانے کا الزام حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت پر اسی قسم کا واقعہ ہے جس پر عیسائی مورخون اور عالمون کے نابینا خیالات

[۵۱] انلس آف خلافت صفحہ ۲۴۸۔

نے ایک زمانے تک بہت کچھ بلند پروازی کی ہے۔ لیکن شکر ہے کہ آخر مصنفین مین اختلاف اور انکار پیدا ہوگیا اور اسلامی مورخ اس بے اصل الزام کے غلط ثابت کرنے سے بہت کچھ سبک دوش ہوگیا۔ تاہم علامہ **شبلی** کا رسالہ اس مضمون پر منتہی تحقیق ہے۔

سکندریہ کے کتب خانے کے جلانے کے واقعہ کی ایجاد ابوالفرج ایک عیسائی مورخ سے منسوب کی جاتی ہے جو ایک یہودی طبیب کا بیٹا ۱۲۲۶ء مین پیدا ہوا تھا۔ "منسوب" کا لفظ ہم نے اس لیئے لکھا ہے کہ خود ابوالفرج کی دو تاریخین ہین۔ ایک سریانی زبان مین اور دوسری جو اُس کا خلاصہ ہے عربی زبان مین ہے جس کا نام مختصر الدول ہے۔ یہ واقعہ اُس کی اصل تاریخ مین جو سریانی زبان مین ہے نہین پایا گیا ہے۔ صرف عربی خلاصہ مین مذکور ہوا ہے۔ بہر حال ابوالفرج سب سے اول اس واقعہ کا بیان کرنے والا ہے اور وہ اس کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ جب عمرو بن العاص نے سکندریہ کو فتح کیا تو یحیی نحوی ایک وہان کا عالم شخص عمرو بن العاص کے پاس آنے جانے لگا۔ عمرو بن العاص اُس کی بہت عزت و حرمت کرتے تھے کیونکہ عمرو بن العاص خود عاقل۔ خوش فہم۔ اور صحیح الفکر شخص تھا۔ اُس نے یحیی کی محبت کو لازم پکڑ لیا اور اُس کو اپنے پاس سے جدا نہ کرتا تھا۔ ایک دن یحیی نے عمرو سے کہا کہ سکندریہ کی تمام چیزون پر آپ قابض ہین۔ سو جو چیزین کہ آپ کے کام کی ہین اُن سے مین تعرض کرنا نہین چاہتا۔ لیکن جو چیزین آپ کے کام کی نہین ہین اُن کے تو ہمین لوگ زیادہ مستحق ہین۔ عمرو نے کہا کہ تم کو کیا درکار ہے یحیی نے کہا فلسفہ کی وہ کتابین جو شاہی کتب خانون مین ہین۔ عمرو نے کہا کہ اس کی نسبت مین امیر المومنین عمر بن الخطاب کی اجازت کے بغیر کوئی حکم نہین دے سکتا۔ عمرو نے یحیی کی درخواست کی اطلاع عمر بن الخطاب کو دی۔ وہان سے جواب آیا کہ جن کتابون کا تم نے ذکر کیا ہے وہ اگر خدا کی کتاب کے موافق ہین تو خدا کی کتاب کے ہوتے اُن کی کوئی ضرورت نہین۔ اگر اُن کے مضامین خدا کی کتاب کے مخالف ہین تو تم اُن کو برباد کرنا شروع کرو۔ عمرو بن العاص نے اُن کتابون کو سکندریہ کے حمامون مین تقسیم کرنا اور اُن کو جلوانا شروع کیا۔ پس وہ چھ مہینے مین جل کر تمام ہوئین

سو جو کچھ ہوا اُس کو سُنو اور تعجب کرو"

ابوالفرج کی اس روایت کے بعد یہ واقعہ اسی طرح تسلیم ہوتا چلا آتا تھا۔ کسی کو اُس کی نسبت تحقیق و تفتیش کا خیال تک نہ آیا۔ لیکن آخر کار گبن مورخ اعظم نے اس واقعہ کو تحقیق کی نگاہ سے دیکھا اور لکھا کہ مین اس کی اصلیت اور اُس کے نتائج دونون سے انکار کرتا ہون۔ گبن نے اپنے انکار کی وجہون کو ان سادہ مگر صحیح دلائل پر مبنی کیا ہے کہ ابوالفرج اس واقعہ کے پانسو برس بعد پیدا ہوا۔ اُس کے سوا کسی اور مورخ حتیٰ کہ خود عیسائی مورخون نے اس واقعہ کا کہین ذکر نہین کیا۔

درحقیقت کوئی تاریخ کا عالم اور محقق ایک لمحے کے واسطے بھی اس واقعہ کے بیان کی صحت پر یقین نہین کر سکتا۔ عیسائی مورخ جو ابوالفرج کی نسبت فتح اسکندریہ کے زمانے کے بہت قریب تھے اور جنھون نے سکندریہ کی فتح کے حالات بتفصیل لکھے ہین کہین اس واقعہ کا ذکر نہین کرتے۔ یوسکیس المتوفی ۹۴۰ء جو دسوین صدی عیسوی مین سکندریہ کا بطریق تھا اور المکین جو واقعہ مفروضہ کے تین سو برس بعد تھا اپنی تاریخون مین اس واقعہ کی نسبت ایک حرف بھی نہین لکھتے۔ گبن اور کریل نے اسی دلیل سے اس واقعہ کو بے اصل ٹھہرایا ہے اور یہ کوئی معمولی دلیل نہین ہے۔

اس کے سوا مسلمان مورخون نے جنھون نے دوسری ہی صدی اسلامی کے وسط مین تصنیف و تالیف شروع کی ہے کسی نے اس واقعہ کا ذکر نہین کیا حالانکہ کوئی امر اُن کو اس بیان کرنے سے مانع نہین تھا۔ ابوالفرج کی روایت کو اگر صحیح سمجھا جاے تو مسلمانون نے اس کام کو ایک عمدہ کام سمجھ کر کیا تھا اور خصوصاً خلفاے راشدین کے افعال و اقوال بغیر کسی بحث کے متبرک اور افضل سمجھے جاتے تھے پس کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمان مورخ اپنی تاریخون اور روایات کے مجموعون مین اس واقعہ کو بیان نہ کرتے اس واقعہ کے مدعی عیسائیون کو بھی یہ اعتراض سوجھائی دیا تو اُن مین سے کسی بڑے طباع نے چار اسلامی نام لے دیئے۔ ابن خلدون۔ عبداللطیف بغدادی۔ مقریزی۔ حاجی خلیفہ۔ ابن خلدون کا نام البتہ ڈرانے والا تھا کیون کہ وہ نہایت معتبر تاریخ اسلام کی ہے۔ لیکن ابن خلدون کا نام لینا صرف ایک بے شرمانہ حوصلہ اور بے غیرت جرات ہی معلوم ہوئی کیون کہ ابن خلدون نے اس واقعہ کو کبھی

نہیں لکھا۔مقریزی نے اپنی تاریخ مصر میں صرف عبداللطیف کی عبارت نقل کی ہے۔حاجی خلیفہ کے الفاظ کو علامہ شبلی نے نقل کیا ہے۔اُس بے چارے نے سکندریہ کا ذکر تک نہین کیا۔عبداللطیف باقی رہتا ہے اُس نے ساتوین صدی ہجری کے شروع مین ایک مصر کی تاریخ لکھی ہے جس مین ایک ستون کے ذکر مین وہ لکھتا ہے کہ"یہ وہی جگہ ہے جہان بیان کرتے ہین کہ مصر کا کتب خانہ تھا جس کو عمرو بن العاص نے عمر بن الخطاب کے حکم سے جلایا تھا۔عبداللطیف کے بیان کو کوئی شہادت نہین سمجھا جا سکتا۔وہ ایک سُنی سنائی افواہ کا ذکر کر رہا ہے۔مسٹر کریل بھی کہتے ہین کہ عبداللطیف کا بیان محض علی سبیل التذکرہ معلوم ہوتا ہے۔عبداللطیف نے اور جو حالات افواہی لکھے ہین وہ بھی سب غلط ہین۔چنانچہ سپکٹیٹر مورخہ ۱۳۔جون مین اسی مضمون پر بحث کرتے ہوئے ایک شخص نے لکھا تھا کہ کتب خانے کا جلایا جانا تو ایک طرف عبداللطیف نے اس کے ساتھ اور جو واقعات بیان کیئے ہین وہ کون سے سچے ہین۔ہم کو امید ہے کہ اہل یورپ کے ایسے دھوکے چل جانے کے دن اب گذر گئے ہین

اصل یہ ہے کہ سکندریہ کا کتب خانہ مسلمانون کی فتح سے ایک مدت پہلے خود عیسائی بادشاہون کے ہاتھون سے جل چکا تھا۔جیولیس سیزر کے محاصرے مین کتب خانے کے جل جانے کو گبن اور کریل دونون صاف طور پر مانتے ہین اور کتابون کی بربادی متعصب عیسائی پادریون کا کام بتاتے ہین سوربنیان ایک فرانسیسی عالم اسلام کی مخالفت مین لکچر دیتے ہوئے اس بات کو مجبوراً مان گیا ہے کہ یہ الزام کہ عمر نے کتب خانہ سکندریہ کو برباد کر دیا صحیح نہین ہے کتب خانۂ مذکور اس زمانے سے پہلے برباد ہو چکا تھا۔ڈریپر بھی مانتا ہے کہ آدھا کتب خانہ تو جیولیس سیزر نے جلایا تھا اور باقی پادریون نے دانستہ برباد کر دیا تھا۔عیسائی مورخ جب شاہی کتب خانے کا مسلمانون سے جلنا ثابت کرنے سے ناامید ہوئے ہین تو انھون نے سراپیم کے ایک اور کتب خانے کا نام لے دیا ہے۔لیکن اس ایجاد کو کوئی بھی نہ سُنے گا کیونکہ ابوالفرج خود شاہی کتب خانہ کا ذکر کرتا ہے جس کی روایت پر یہ طوفان اُٹھایا گیا ہے۔

غرض کتب خانہ کے جلانے کی تاریخی شہادتون کا تو یہ حال ہے درایتہً ہمارے مورخ نے اس الزام کو قطعی پوچ ثابت کردیا ہے۔ کم سے کم سکندریہ کے چار ہزار حمامون مین چھ ماہ تک کتابین جلانا اگر چار لاکھ ہی یا سات لاکھ ہی کتابون کی تعداد صحیح مان لی جائے تو فی حمام ہر روز ایک کتاب یا آدھی کتاب حصہ مین آئی ہے۔ کیا یہ بھی کوئی حکم تھا کہ ایک کتاب یا آدھی کتاب ہر روز جلائی جائے یا کتاب اتنی اتنی بڑی تھی کہ آدھی کتاب دن بھر کے ایندھن کے واسطے کافی ہوتی تھی۔ ڈریپر مانتا ہے کہ کتابین چمڑے پر لکھی ہوئی تھین۔ امید ہے کہ جیسے ڈریپر حیران ہو کر پوچھتا ہے اُس زمانے کا چمڑا ابھی ایندھن کا کام نہین دیتا ہوگا۔

عمرو بن العاص اُس کے بعد چھ ماہ تک سکندریہ مین نہین رہا۔ عیسائیون ہی کو کتابون کا ایندھن پسند ہوگا ورنہ وہ اُس کے چلے جانے کے بعد اُن کو بچا سکتے تھے۔ مسلمانون کا جو عام برتاؤ اہل ذمہ کے ساتھ تھا وہی مصر کے ساتھ بھی برتا گیا۔ عمرو بن العاص کے معاہدے کے یہ الفاظ موجود ہین کہ ”عمرو بن العاص نے اہل مصر کو اُن کی جان۔ خون۔ مال۔ متاع۔ مذ[هب] کو امان عطا کی“ اور نیز یہ کہ ”اُن کی زمین اور مال اُنھین کا رہے گا اور اُن مین سے کسی چیز مین تعرض نہ کیا جائے گا“ کیا حضرت عمرؓ کا عام سلوک جو ذمیون کے ساتھ تھا ایک لمحہ کے واسطے کسی ایسے شبہہ کو جگہہ دیتا ہے کہ اُنھون نے کتابون کے جلانے کا حکم دیا ہوگا۔ کیا مشرکین اور عیسائیون کے معبدون اور گرجون سے جہان علانیہ بت پرستی ہوتی تھی اور جن کی حفاظت کے وہ ذمہ دار ہوتے تھے اور معاہدون مین جن کی نسبت یہ خاص الفاظ ہوتے تھے کہ کوئی گرجا اور عبادت گاہ شہر کے اندر یا باہر نہ گرایا جائے گا“ کتابین زیادہ ناپاک تھین۔ عمرو بن العاص نے مصر کے متعلق تمام امور کا فیصلہ اپنی رائے سے کیا اور خود ہی معاہدے اور شرطین کین۔ ابوالفرج خود اُس کا علم دوست ہونا مانتا ہے۔ کیا کتب خانے سے اُس کو کوئی خاص دشمنی تھی کہ اُس کی نسبت خود نہ فیصلہ کیا اور حضرت عمرؓ کی رائے پوچھ بھیجی۔ ایک اور تاریخی شہادت یہ ہے کہ عمرو بن العاص نے جو مفصل خط بعد فتح سکندریہ حضرت عمرؓ کو لکھا اُس مین سکندریہ کے تمام جزوی حالات بیان کیے ہین مگر ابوالفرج

کے فرضی کتب خانے کا کہین ذکر نہین کیا عیسائی مورخ اس صاف بات پر بھی نظر نہین کرتے کہ اگر سکندریہ کا کتب خانہ مسلمانون نے جلادیا تھا تو مصری یونانیون کی ہزار ہا کتابین مسلمانون کے پاس کہان سے پہونچین۔ خود یحیی نحوی کی تصانیف مین سے جو کتب خانے کا مہتمم تھا اور کتب خانہ کی درخواست عمرو بن العاص سے کرتا تھا چالیس پچاس سے زیادہ کتابین عربی زبان مین ترجمہ ہوئی ہین۔ اگر سکندریہ کا کتب خانہ عمرو بن العاص کے زمانے مین برباد ہوگیا تھا تو یحیی نحوی کی تصانیف سب سے پہلے برباد ہونی چاہیئے تھین۔

غرض سکندریہ کے کتب خانے کی نسبت یہی مانا جاے گا کہ اسلام کے زمانے سے پہلے تمام کتب خانے برباد ہوچکے تھے جس کے اسباب واتفاقات مورخون نے بہ تفصیل لکھے ہین لیکن ان حوادث سے بھی علمی آثار بالکل معدوم نہین ہوسکتے تھے اور بربادی کتب کے زمانے سے مسلمانون کے وقت تک جو سرمایہ جمع ہوکر رہ گیا تھا وہ ہرگز ضایع نہین ہوا۔ بل کہ مسلمانون نے اُن کی نہایت قدر کی اور یادگار زمانۂ قدیم کے طور پر محفوظ رکھا۔ چنان چہ ہزارہا کتابین اور بطلیموس کے بنائے ہوے کرے تک محفوظ رہے اور مسلمانون نے نہایت قدر کی۔

علامہ شبلی نے اپنی بحث کے شروع مین لکھا ہے کہ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ یورپ کو کتب خانۂ اسکندریہ کے ساتھ اس قدر ہم دردی کیون ہے۔ یہ مسلم ہے کہ جس کتب خانے کی نسبت بحث ہے عیسائیون سے اُس کو کچھ واسطہ نہین۔ اُس کو بادشاہان مصر نے قائم کیا تھا جو بت پرست تھے اور حضرت عیسی سے بہت پہلے تھے۔ شاید یہ کہا جاے کہ یورپ کی عام قدردانی اور ہم دردی کا اثر ہے لیکن اس حالت مین اسکندریہ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔ انھین ممالک مین اور بھی بہت بڑے بڑے کتب خانے برباد ہوے اُن پر یورپ مین یہ شور وغل کہان ہوا۔ اسکندر نے ایران کے کتب خانے جو برباد کیے اُن کی تشہیر کس نے کی؟ اسپین مین خود عیسائیون نے مسلمانون کی تمام علمی یادگارون کو مٹا دیا اور کئی لاکھ کتابین برباد کردین کس نے اُس کا ماتم کیا؟ پھر کتب خانۂ سکندریہ کے ساتھ خاص ہم دردی کیون ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اس کتب خانے کو خود عیسائیون نے برباد کیا اور بڑے

بڑے پیشوایان مذہب اُس کی بربادی مین شریک تھے۔ اُس وقت تو یہ امر فخر کا باعث تھا لیکن جب کسی قدر تہذیب و شائستگی کا زمانہ آیا تو یورپ نے دیکھا کہ اُس کے دامن پر یہ بہت بڑا بدنما داغ ہے اُس کے مٹانے کی اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہ تھی کہ یہ الزام کسی دوسری قوم کے سر منڈھا جائے متعصب عیسائیون نے اس گم شدگی کو فاتحان اسلام کی طرف منسوب کر دیا اور چونکہ اس زمانے مین تمام یورپ تعصب سے لبریز تھا اور کسی قسم کی علمی ترقی کا اثر نہ تھا کسی نے غور و تحقیق کی پروا نکی اور نہایت تیزی سے یہ روایت تمام یورپ مین پھیل گئی۔ یورپ نے اس ہمدردی سے اس واقعہ کا ماتم کیا کہ وہ اُنھین کا خاص کتب خانہ تھا۔ چنانچہ عوام کا آج تک یہی خیال ہے۔ اس عام شہرت نے یہ بڑا فائدہ دیا کہ عیسائیون کی طرف اس الزام کو منسوب کرنے کا کسی کو خیال بھی نہ آیا کیونکہ ظاہرا یہ ایک بدیہی بات ہے کہ کوئی قوم اپنا سرمایہ آپ نہین برباد کرسکتی۔"

حضرت عمرؓ کے حالات مین ایک واقعہ اس قسم کا ضرور بیان ہوا ہے مگر تاہم وہ اس بہتان عظیم کی بنیاد نہین ہوسکتا کہ ایک شخص نے اُن کے سامنے ذکر کیا کہ مدائن کی فتح مین ایک کتاب ملی تھی۔ اس شخص نے اُس کی بہت تعریف کی۔ حضرت عمرؓ اس پر ناراض ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتاب قصہ کہانیون کی تھی۔ کیونکہ جب حضرت عمرؓ نے یہ آیت پڑھی کہ نحن نقص علیک احسن القصص تو کہا کہ "تم سے پہلے لوگ اسی طرح ہلاک ہوئے ہین کہ اُنھون نے اپنے علماء اور اساتذہ کی کتابون کی طرف توجہ کی اور توریت اور انجیل کو چھوڑ دیا۔ یہان تک کہ اُن کا علم جاتا رہا"[۱] یہ ایک نہایت پُرمعنی اور سچی نصیحت تھی مگر کتاب کے جلانے وغیرہ کا اس مین کچھ ذکر نہین ہے۔ غرض اس الزام کی کوئی ادنیٰ وجہ اور بنا بھی تلاش کرنے سے نہین مل سکتی۔ اسی سبب سے سر ولیم میور نے اس واقعہ کے ذکر کو ترک کر دیا ہے اور اُن کی دونون کتابون مین اس کی طرف کوئی اشارہ نہین ملا۔

اس باب کے خاتمے پر ہم کو حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت کے اُس واقعہ کا یاد کرنا بھی شاید ضروری ہو جو عیسائیون اور یہودیون کی ایک قوم کو عرب سے اُٹھا کر ۲۰ سنہ ہجری مین شام اور عراق مین آباد کرنے کا تھا۔ مختلف وجوہات اور واقعات جو اس کا سبب بیان کئے جاتے ہین اُن کی تنقیح

[۱] ازالۃ الخفا حصہ دوم ص ۱۹۹۔

کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن یہ بات توآسانی سے قیاس کی جاسکتی ہے کہ اُس کی کسی قوت کا ایران اور شام کے فاتح کو خوف نہین ہوسکتا تھا۔ اس کے سوا جو وجوہات ہین اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ خود اُس قوم کے اپنے درمیان فتنہ اور اُن کی اپنی خواہش کا نتیجہ تھا۔ اُن کی سود خواری اور بداخلاقی بھی جس کا اثر مسلمانون تک پہونچتا تھا شاید داخل وجوہات ہو۔ یہودیون کو ایک قتل کے جرم کا مجرم بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کے خیال مین کوئی دوراندیش احتیاط بھی ہو۔ عیسائی مورخ کہتے ہین کہ اس کی وجہ آن حضرت صلعم کا یہ فرمان تھا کہ "عرب مین صرف ایک مذہب رہے گا" اگر یہ بھی صحیح ہو تو کچھ ہرج نہین۔ اس تبدیلی سے عیسائیون اور یہودیون کا کوئی نقصان نہین ہوا۔ زمین کے عوض اُن کو زمین دی گئی۔ ملک واسباب کی قیمت دی گئی۔ اپنا اسباب جو نہ لے جانا چاہین اُس کو اطمینان سے فروخت کر لینے کا حکم دیا گیا۔ شام اور عراق مین مسلمانون ہی کی حفاظت اور حکومت مین بڑے امن سے جا کر آباد ہوئے۔ عیسائی مورخ مانتے ہین کہ عیسائیون کی اس قوم کے ساتھ جو معاہدہ آنحضرت صلعم فرما چکے تھے اور جو حقوق اُن کو دے چکے تھے خلفا ہمیشہ اُس کے پابند رہے اور اُن کی تعداد کے موافق جزیہ جو وہ ادا کرتے تھے ہمیشہ کم کر دیا جاتا رہا۔ سر ولیم میور بھی اس واقعہ کو بیان کر کے اس سے کوئی بے انصافی کا پہلو نہین نکال سکے کیونکہ اس مین درحقیقت اس قسم کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ وہ یہودی اور عیسائی اس طرح پر ملک بدر اور جلاوطن نہین کیے گئے تھے جس طرح اس مہذب زمانہ کے ایک عیسائی شہنشاہ نے بدبخت یہودیون کو اپنے ملک سے خارج اور جلاوطن کیا ہے۔

حضرت عمرؓ کو جو انصاف اور رحم اور کریمانہ برتاؤ غیر مذہب اقوام سے برتنا منظور تھا اور جس کو اُنھون نے ہمیشہ برتا اِس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ وفات کے وقت جو اُنھون نے تین وصیتین کین اُن مین سے ایک یہ بھی۔

اوصی الخلیفۃ من بعدی بذمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یوفی لھم بعھدھم وان یقاتل من ورائھم ولا یکلفوا فوق طاقتھم۔	میرے بعد جو خلیفہ مقرر ہوگا اُس کے لیے مین رسول اللہ کے ذمہ پر وصیت کرتا ہون کہ ذمیون کے معاہدے کو بجا لاے اور اُن کی حفاظت کے لیے اُن کے دشمنون سے لڑے اور اُن کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔

نوان باب

عادات ۔ طرز زندگی ۔ طبیعت ۔ وفات ۔ حلیہ ۔ ازواج و اولاد ۔ خطوط ۔ خطبات ۔ اقوال

حضرت عمرؓ کی خاص عادات اور طرز زندگی مین سب سے ممتاز اُن کی وہ انتہا درجہ کی اور سخت اور درشت سادگی ۔ کسر نفسی ۔ جفاکشی ۔ پرہیزگاری ۔ اور نفس کشی ہے جو شارع اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی پاک زندگی کی مبارک مثال کی پوری تقلید اور پَیروی سے تھی ۔ اسی مین اُن کی کامیابی کے بہت سے راز مخفی تھے ۔ اور آیندہ اسلامی دُنیا کے واسطے دین اور دنیا کو ملا کر رکھنے اور اُس مین رہنے کا ایک قابل تقلید نمونہ اور مثال تھی ۔

آن حضرت صلعم کی اطاعت اور پَیروی کرنا اور کرانا اُن کی زندگی کی غرض اور ایمان ہی تھا ۔ مگر حضرت صدیق اکبرؓ کی پَیروی کرنا اور اُن کے نقش قدم پر چلنا بھی اُن کے نزدیک ویسا ہی ضروری تھا ۔ حضرت ابوبکر کا اس درجہ ادب کرتے تھے کہ خلافت کے پہلے روز جب آپ منبر رسول اللہ پر خطبہ پڑھنے کے واسطے کھڑے ہوئے تو جس درجہ پر حضرت ابوبکر پاؤن رکھتے تھے وہان حضرت عمرؓ بیٹھے اور قدم زمین پر رکھے ۔ لوگون نے کہا کہ جہان حضرت ابوبکرؓ بیٹھتے تھے وہان آپ کیون نہین بیٹھتے تو کہنے لگے کہ حضرت ابوبکر کے پاؤن کی جگہہ بیٹھنا ہی میرے لیئے مناسب ہے [۱] ۔ غرض حضرت ابوبکرؓ کے احکام اور وصیتون اور اُن کے طرز عمل اور طرز زندگی کی پَیروی کرنا بھی جو درحقیقت آن حضرت صلعم کی پاک زندگی کی ہی پَیروی تھی اپنے واسطے ضروری جانتے تھے ۔ اُن کے عہد و معاہدون کی پابندی ۔ اُن کے

---

[۱] ازالۃ الخفا سیاست ۔

سفلو کیئے ہوے وظائف اور روزینون کو جاری رکھنا جس کی متعدد مثالین بیان ہوئی ہین اپنے پر لازمی سمجھتے تھے۔ اور اُن کی اپنی طرز زندگی اور عادات ان دو مثالون کی پے روی مین اس وقت ایک تیسری مثال تھی۔ رسول اللہ صلعم کا مبارک ذکر اُن کے کامون اور فیصلون مین ہمیشہ ہادی اور رہ نما رہا۔ ایک واقعہ اس کی اچھی مثال ہے۔ عبیداللہ بن عباس بیان کرتے ہین کہ حضرت عباسؓ کے مکان کا پرنالہ حضرت عمرؓ کے راستہ مین تھا۔ ایک جمعہ کے دن حضرت عمرؓ نے کپڑے پہنے۔ حضرت عباسؓ کے واسطے اُس روز دو چوزے ذبح کیئے گئے تھے۔ حضرت عمرؓ جب پرنالے کے نیچے سے گذرے تو خون ملا ہوا پانی اُن کے کپڑون پر گرا۔ حضرت عمرؓ کو گھر واپس جا کر کپڑے بدلنے پڑے۔ پھر آ کر نماز پڑھائی اور اُس پرنالہ کے اُکھیڑ دینے کا حکم دیا۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ اُن کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ پرنالہ اُس جگہہ پر ہے جہان رسول اللہ نے اُس کو لگایا تھا۔ حضرت عمرؓ یہ سُن کر کانپ اُٹھے اور حضرت عباسؓ کو کہا کہ تمھین خدا کی قسم ہے جب تک اُس پرنالہ کو وہین نہ رکھ دو اور کوئی کام نہ کرنا۔ چنانچہ وہ وہین رکھا گیا۔ ایسے ہی ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے کعبہ سے سونا چاندی اُتار کر مسلمانون مین تقسیم کر دینا چاہا۔ مسلمہ نے کہا کہ آپ اسے نہ کر سکین گے۔ کہنے لگے کیون۔ مسلمہ کہتا ہے۔ مین نے کہا اس لیئے کہ آپ کے دونون صاحبون نے نہین کیا۔ کہنے لگے البتہ یہ درست ہے اور خاموش ہو کر چلے گئے۔ حسان ایک دن مسجد نبوی مین شعر پڑھ رہا تھا اور حضرت عمرؓ جا پہونچے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ کی مسجد مین تو شعر پڑھتا ہے۔ اُس نے جواب دیا مین جب بھی پڑھتا تھا جب تیرے سے اچھے اس مین ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ یہ جواب سُن کر خاموش ہو گئے۔

آن حضرت صلعم کے ساتھ جس قسم کی سادہ زندگی بسر کرنے کی بنا پڑ گئی تھی اُس مین اُن کی آخر زندگی تک سرمو فرق نہین آیا۔ نہ قیصر اور کسری کے ملکون نے نہ اُن کے خزانون اور دولتون اور نہ اُن عیش و عشرت کے سامانون نے جو اُن کے سامنے لائے جاتے تھے اُس مین کوئی تغیر پیدا کیا۔ بل کہ اُنھین عرب کی سادہ زندگی مین تغیر پیدا کرنے کی رغبت اور اشتعال دلانے والے

اسباب کے پیدا ہونے پر مسلمانون کی سادہ زندگی کے قائم رکھنے کی تدابیر کرنی پڑین اور اپنے آپ کو اُن کے واسطے نمونہ بنانا پڑا۔ دنیا کی دولت اور خزانون کو وہ بے حقیقت اور اُس دولت لازوال کے سامنے جس سے خدا کی رحمت نے اُن کے دلون کو مالامال اور منور کر دیا تھا حقیر اور ہیچ سمجھتے تھے۔ کسریٰ کے خزانون اور سونے چاندی کے انبارون نے اگر حضرت عمرؓ کی طبیعت پر کچھ اثر کیا تو یہ تھا کہ جب وہ خزانے اُن کے سامنے آئے تو آپ اُن کو دیکھ کر رونے لگ گئے۔ عبدالرحمن نے کہا یا امیرالمومنین یہ تو شکر اور خوشی کا وقت ہے آپ روتے کیون ہین۔ آپ نے جواب دیا کہ کسی قوم مین ان کی زیادتی اُن کے درمیان عداوت اور بغض کے پیدا ہونے کی دلیل ہے [۱]۔ دولت دنیا کے انجام سے بھی وہ ناواقف نہین تھے۔ غرض وہی موٹے اور پُرانے اور پھٹے ہوے اور پیوند لگے ہوئے کپڑے اور کھانے پینے کی سادہ چیزین اُن کی پوشاک اور خوراک کی خصوصیتین تھین جن مین کبھی فرق نہین آیا۔

زید بن وہب کا قول ہے کہ مین نے حضرت عمرؓ کو بازار مین جاتے ہوئے دیکھا۔ اُن کے اوپر ایک چادر تھی جس مین چودہ پیوند لگے ہوئے تھے اور بعض اُن مین چمڑے کے تھے [۲] زید بن ثابت بیان کرتے ہین کہ مین نے حضرت عمرؓ کو ایک چادر اوڑھے ہوئے دیکھا جس مین سترہ پیوند لگے ہوے تھے۔ مین یہ دیکھ کر رو پڑا اور روتا ہوا گھر چلا گیا۔ انس کہتے ہین کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت مین مین اُن کو دیکھتا تھا کہ اُن کے کندھون کے درمیان کُرتے مین تین یا چار پیوند اوپر تلے لگے ہوئے ہین [۳] ابو عثمان نہدی کا قول ہے کہ مین نے حضرت عمرؓ کے تہ بند مین چمڑے کا پیوند دیکھا۔ زر کہتا ہے عید کے دن مین نے اُن کو ننگے پانون دیکھا۔ جب حضرت عمرؓ دوسری دفعہ شام مین گئے اور ایلیا ایک عیسائیون کی بستی مین جہان آپ کی سادگی اور سادہ وضع کے سبب سے کوئی اُن کو پہچان نہین سکا تھا۔ اور حضرت عمرؓ ہی سے لوگ پوچھتے تھے کہ امیرالمومنین کہان ہین۔ ایک عیسائی پادری اسقف کے ہان ٹھہرے تھے۔ آپ کا

[۱] ازالۃ الخفا باب تصوف وسلوک ذم الدنیا۔ [۲] ازالۃ الخفا تصوف وسلوک۔ [۳] ازالۃ الخفا تصوف وسلوک۔

پیراہن پالان شتر کی چوب سے اُلجھ کر پیچھے سے پھٹ گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے وہ اپنے میزبان کو دیا کہ وہ اُس کی مرمت کر دے۔ اُس نے اُس کی مرمت کر دی۔ اور ایک کرتا باریک کپڑے کا جو گرمی کے اُس موسم کے سفر کے واسطے زیادہ موزون تھا تیار کرا کر لایا اور حضرت عمرؓ کے پیش کیا کہ اس کو بھی پہنیے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ میرا موٹے کپڑے کا کرتا میری عادات کے واسطے زیادہ مناسب ہے اور وہ نرم کپڑے کا اُس کو پھیر دیا ۱؎۔ اسی طرح شام مین داخل ہونے کے وقت عرب سرداروں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ شام کے روسا اور امرا آپ کے پاس آتے ہین شایان نہ ہوگا کہ اس لباس مین آپ کو دیکھین۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ہم کو اللہ نے اسلام ہی سے عزت دی ہے پس ہم لوگون کے کہنے سُننے کی کچھ پروا نہین کرتے ۲؎۔

یسار بن نمیر کا قول ہے کہ مین حضرت عمرؓ کے لیے کبھی آٹا چھانا نہین کرتا تھا۔ اس کے خلاف کرنے سے وہ ناراض ہوتے تھے اور اُنھون نے اپنی عمر بھر مین گھی اور چربی اور زیتون کے سوا کوئی خوش بو نہین استعمال کی ۳؎ انس بیان کرتے ہین کہ حضرت عمرؓ کے واسطے خشک کھجورون کا ایک صاع رکھا جاتا تھا وہ اُس کو ردی کھجورون تک کھا لیتے تھے ۴؎ قحط کے زمانے مین جب غلہ وغیرہ گران ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے جو کی روٹی کھانی شروع کی۔ مگر وہ اُن کے معدے کے موافق نہ آئی اور تکلیف دینے لگی۔ اس حال مین وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم اس کے سوا اور کچھ نہین ملے گا جب تک خدا مسلمانون کو ارزانی نہ بخشے ۵؎ ایک دفعہ عراق سے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے اور حضرت عمرؓ کے ساتھ کھانا کھانے لگے تو اُنھون نے دیکھا کہ وہ لوگ طیب خاطر سے کھانا نہین کھاتے تو فرمانے لگے کہ اے اہل عراق اگر مین چاہتا تو میرے واسطے پُر تکلف کھانا تیار ہو سکتا تھا لیکن ہم اپنی دنیا سے یہان کے بدلے آخرت مین حاصل کرنے کے واسطے ذخیرہ کرتے ہین اور پھر یہ آیت پڑھی ۶؎ اذھبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا و استمتعتم بہا۔ ایسے ہی ایک دن عطبہ بن فرقد اُن کے پاس گئے اور دیکھا کہ حضرت عمرؓ شامی

۱؎ ازالۃ الخفاء و الفسل آن خلافۃ صفحہ ۲۳۶ و طبری ص ۲۹۰۔ ۲؎-۳-۴-۵ و ۶ ازالۃ الخفا باب تصوف و سلوک۔

خشک روٹی کوٹ رہے تھے اور پنیر کی چھاچھ بنا رہے تھے۔ اُس نے کہا یا امیر المومنین کاش آپ حکم کرتے کہ اس سے نرم طعام آپ کے واسطے پکایا جاتا۔ حضرت عمر نے اس کا جواب اسی آیت کے پڑھ دینے سے دیا۔ ایسے ہی ایک دفعہ یزید بن ابو سفیان کی نسبت سن کر کہ وہ طرح طرح کے کھانے کھاتا ہے اُس کے کھانے پر پہونچے اور سادہ قسم کے کھانے سے پیٹ بھر کر اُس کے ساتھ کھالیا اور پھر اُس کو نصیحت اور ہدایت کی کہ رسول اللہ صلعم کے طریقے کے خلاف کرنے سے اُن سے چھوٹ جائے گا۔ غرض روٹی اور گوشت اور زیتون اور گھی اور دودھ۔ ترکاری اور سرکہ اور کھجور وغیرہ اُن کے کھانے کی کل چیزیں تھیں لیکن ایک وقت مین دو چیزیں کھانے پر کبھی نہین کھاتے تھے اگر ایسا کھانا سامنے آتا تھا تو اُٹھوا دیتے تھے جیسے کئی دفعہ واقع ہوا۔ اصحاب رسول اللہ صلعم مین سے جو لوگ ایسی ہی سادگی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اُن کی تعریف و توصیف کرتے تھے۔ عمرو بن علیسی نے ایک دفعہ کہا کہ مین شوخ کپڑے کو کبھی نہ پہنون گا اور رات کو نرم بستر پر نہ سوؤن گا اور دم تراشے گھوڑے پر کبھی سوار نہ ہون گا اور اپنے پیٹ کو روٹی سے کبھی نہ بھرون گا۔ حضرت عمر نے یہ سُنا تو فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ کے ہدی کی طرف دیکھنا چاہے وہ عمرو بن علیسی کو دیکھے [۱]

ایک دن اپنے بیٹے عاصم کو گوشت کھاتے دیکھ کر اُس سے سوال کیا۔ اُس نے کہا کہ گوشت کو میرا دل چاہتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ جس چیز کو تیرا دل چاہے گا تو اُسے ہی کرے گا۔ آدمی کا یہی اسراف ہے کہ جس چیز کو اُس کا دل چاہے وہی کھائے [۲] اسلم اُن کا غلام بیان کرتا ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرا دل تازہ مچھلی کو چاہتا ہے۔ یرفا کو مچھلی لینے کے واسطے بھیجا اور وہ کئی روز مین مچھلی خرید کر لایا۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ اُس کی سواری کے گھوڑے کو بہت تکلیف ہوئی ہے تو اپنی اس خواہش پر افسوس کیا اور وہ مچھلی نہ کھائی [۳]

ایسی ہی سادگی سے آپ سفر کرتے تھے۔ کوئی سامان سفر کا نہین ہوتا تھا عبد اللہ بن

---

[۱] ازالۃ الخفا تصوف وسلوک [۲] سیوطی۔ [۳] سیوطی و ازالۃ الخفا۔

عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہین کہ مین حضرت عمرؓ کے ہم راہ حج کو گیا۔ وہ کبھی کوئی خیمہ یا چھولداری لگا کر نہین رہتے تھے۔ دھوپ کے وقت کبھی چادر اور کبھی چمڑا جس پر بیٹھا کرتے تھے درخت پر ڈال کر اُس کے سایے مین آرام لے لیتے تھے لہ

اپنی ضرورتون کے خود پورا کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ گشت کرتے ہوئے بازار سے خود خرید و فروخت کر لاتے تھے۔ اصبغ بن نباتہ کا قول ہے کہ گویا مین حضرت عمرؓ کو دیکھ رہا ہون کہ داہنے ہاتھ مین دُرّہ ہے اور بائین مین گوشت لٹکائے ہوئے۔ بازار سے گھر کی طرف جا رہے ہین ؎

ایک روز وہ اپنے اصحاب کے پاس دیر مین عشا کے وقت آئے تو لوگون نے دیر کا سبب پوچھا حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ مین نے اپنے کپڑون کو دھویا تھا جب وہ سوکھ گئے تو مین تمھارے پاس آیا ؎۔

اس قسم کی کئی ایک روایتین کہ اصحاب رسول اللہ اور اور لوگون نے حضرت عمرؓ کو بغاے قوت اور اظہار عزت وشوکت وغیرہ کے خیال سے اس طرز زندگی کو بدلنے اور خوراک اور پوشاک اس سے بہتر استعمال کرنے کے واسطے کہا مگر حضرت عمرؓ نے ایسی صلاحون کو کبھی قبول نہ کیا۔ ہم ایک روایت اُن مین سے بیان کرین گے کہ ایک دن اصحاب رسول اللہ مین سے مہاجرین وغیرہ پچاس کے قریب جمع ہوئے اور آپس مین باتین کرنے لگے کہ اس شخص (حضرت عمرؓ) کے زہد اور جبہ کو تم دیکھتے ہو کہ کس قسم کا ہے۔ اللہ نے اُس کے ہاتھ پر قیصر اور کسریٰ کی ولایتین اور مشرق و مغرب کے اطراف فتح کر دیئے۔ عرب اور عجم کے قاصد اُن کے پاس آتے ہین اور اس جبہ کو جس مین بارہ پیوند لگے ہوئے ہین دیکھتے ہین۔ کاش تم لوگ اُن کو یہ صلاح دیتے کہ اس جبہ کے بجائے عمدہ نرم کپڑا پہنتے جس سے اُن کی شان و شوکت ظاہر ہوتی اور اُن کا دسترخوان ایسا وسیع ہوتا کہ صبح و شام انصار و مہاجرین اُن کے ساتھ کھانا کھاتے۔ سب نے تجویز کی کہ حضرت علیؓ سے اُن کو کہلوایا جائے حضرت علیؓ سے جب گفتگو ہوئی تو انھون نے فرمایا کہ ازواج النبی سے کہو۔ وہ امہات المومنین

لہ ازالۃ الخفا و سیوطی ؎ ازالۃ الخفا ؎ ازالۃ الخفا تصوف و سلوک۔

ہین۔ اُن سے کہلوانا اچھا ہوگا۔ احنف بن قیس بیان کرتا ہے کہ حضرت عائشہ اور حفصہ سے درخواست کی گئی کہ وہ کہین۔ حضرت حفصہ نے کہا کہ مین نہین خیال کرتی کہ وہ اس کو مانین۔ مگر کہنے مین کچھ ہرج نہین نتیجہ ابھی ظاہر ہو جاے گا۔ آخر یہ دونون اُن کے پاس گئین اور یہ ذکر کرنا شروع کیا کہ رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر کا زمانہ تو اس طرح گذر گیا کہ نہ اُنھون نے دنیا کا ارادہ کیا اور نہ دُنیا نے اُن کا ارادہ کیا۔ تمھارے ہاتھ پر خدا نے قیصر اور کسریٰ کے خزانے کھول دیے ہین اور ملک فتح ہو گئے ہین۔ عرب اور عجم کے قاصد تمھارے پاس آتے ہین اور یہ جُبہ جس مین بارہ پیوند لگے ہوے ہین تمھارے اوپر دیکھتے ہین اچھا ہوتا کہ آپ اس کو بدل دیتے اور باریک کپڑا پہنتے اور دسترخوان کو وسیع کرتے۔ حضرت عمر یہ باتین سُن کر رونے لگ گئے اور پھر اُن سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ تم بتاؤ کہ رسول اللہ صلعم نے کبھی اپنی زندگی مین گیہون کی روٹی دس دن یا پانچ دن یا تین دن بھی شکم سیر ہو کر کھائی ہو۔ یا ہمیشہ دونون وقت کھانا میسر آیا ہو۔ اُنھون نے جواب دیا کہ نہین۔ پھر کہنے لگے کہ تم رسول اللہ کی زوجہ اور امہات المومنین ہو۔ اور تمھارا سب مومنون پر اور خاص کر مجھ پر حق ہے۔ تم میرے پاس آئین۔ لیکن تم نے مجھے دنیا کی رغبت دی اور مین جانتا ہون کہ رسول اللہ اُون کا جُبہ پہنا کرتے تھے جس کی سختی سے کئی دفعہ اُن کا جسم چھل گیا۔ کیا تم اس کو نہین جانتی ہو۔ اُنھون نے جواب دیا ہان۔ پھر کہنے لگے کہ رسول اللہ کبھی نرم بستر پر نہین سوئے۔ کیا تمھارے گھرون مین کوئی فرش یا بچھونا بچھانے کے واسطے تھا۔ کیا چٹائی کے نشان اُن کے پہلوون مین نہین پڑ پڑ جاتے تھے۔ اے حفصہ کیا تو نے ایک دفعہ نہین بیان کیا تھا کہ تو نے ایک دن کپڑے کو دوتہ کر کے اُن کے نیچے بچھا دیا تھا اور وہ اُس کی نرمی کے سبب سے ایسے سو گئے کہ بلال کی اذان کی آواز سے پہلے نہ اُٹھے اور تجھ کو فرمانے لگے کہ اے حفصہ تو نے آج کیا کیا کہ کپڑا دُہرا کر کے بچھا دیا جس کے سبب سے مین صبح تک سوتا رہا اور فرمایا تھا کہ میرا اور دنیا کا کیا علاقہ ہے اور نرم بسترون سے میرا کیا کام ہے۔ کیا تم نہین جانتین رسول اللہ مغفور من ذنبہ ما تقدم

وما تاخر تھے۔ لیکن ہمیشہ بھوک اور بیداری اور رکوع وسجود اور گریہ وزاری اور عجز ونیاز بدرگاہ باری اور بے قراری مین رات دن گذرتی تھی۔ یہان تک کہ خدا نے اُن کو اپنی رحمت اور رضوان کی طرف بلا لیا۔ عمرؓ نہ کھاوے گا اور نہ پہنے گا۔ اُس کی حالت اُس کے دونون صاحبون کے مانند رہے گی۔ وہ ترکاریون مین سواے زیتون کے جمع نہ کرے گا اور مہینے مین ایک دفعہ سے زیادہ گوشت نہ کھائے گا۔ غرض وہ دونون یہ سن کر چلی آئین اور اصحاب رسول اللہ کو یہہ ماجرا سُنا دیا[۱] اسی طرح جب کبھی اس قسم کی صلاح اُن کو دی جاتی تھی تو وہ کہہ اُٹھتے تھے کہ مین سختی مین اپنے دو صاحبون کی طرح اس لیئے بسر کرتا ہون کہ شاید نرمی اور آرام مین خدا مجھ کو اُن کے ساتھ شریک کر دے[۲]۔

حضرت عمرؓ اہل فوج کو دھوپ کھانے اور موٹا کپڑا پہننے کے سوا گھوڑون پر رکاب کے سہارے بغیر سوار ہونے کی ہدایت کیا کرتے تھے اور خود بھی اس کی پابندی کرتے تھے۔ گھوڑے کے کان تھام کر اُچک کر اُس کے اوپر جا بیٹھتے تھے۔

حسنؓ جب حضرت عمرؓ کا ذکر کرتے تو کہا کرتے کہ خدا کی قسم وہ اسلام مین اول نہین تھے اور نہ نفقہ فی سبیل اللہ مین افضل تھے مگر یہ کہ وہ زہد فی الدنیا اور استحکام فی امر اللہ مین لوگون پر غالب آئے۔ خدا کے کامون مین وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہین ڈرتے تھے[۳]

معاویہ کا قول ہے کہ " نہ حضرت ابوبکرؓ نے دنیا کی خواہش کی اور نہ دنیا نے اُن کی خواہش کی حضرت عمرؓ کو دنیا چاہتی رہی مگر اُنھون نے اُس کی کچھ پروا نہ کی اور ہم لوگ دنیا مین پھنس گئے"[۴] ابن عباس سے کسی نے حضرت ابوبکرؓ کی نسبت پوچھا۔ اُنھون نے جواب دیا کہ وہ کل کے کل خیر تھے اور حضرت عمرؓ کی نسبت پوچھا تو کہنے لگے کہ " وہ ہوشیار پرندہ کی طرح تھے جو چارون طرف دام مین پھنس جانے سے ڈرتا رہتا ہو"[۵]

حضرت عمرؓ کی طبیعت مین جو سختی اور درشتی ابتدا مین پائی جاتی تھی اُس سے اُن کے اپنے

---

[۱] ۱-۲-۳-ازالۃ الخفا باب تصوف وسلوک۔ [۴]-[۵] سیوطی۔

زمانۂ خلافت مین بالکل مفقود ہو جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو اپنی طبیعت پر کس درجہ قابو اور ضبط کی قدرت تھی۔ حضرت عمرؓ نے جس خطبہ کے ساتھ اپنی خلافت کو شروع کیا۔ اُس مین اُنھون نے کہا کہ "اے خدا مین ضعیف ہون مجھے قوت دے اور مین سختی کرنے والا ہون مجھے نرمی دے اور مین بخیل ہون مجھے سخی کر" ۵۱ اُن کے آغاز خلافت مین جو لوگ اُن کی سختی کی طرف سے خوف ظاہر کرتے تھے اُس کو سُن کر اُنھون نے ایک خطبہ مین آن حضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین اپنی سختی کے سبب کو جسے ہم بیان کر چکے ہین بیان کیا۔ اور اپنی خلافت مین نرمی کرنے کا اطمینان دلایا۔ اور اُن کا تمام برتاؤ اُن الفاظ کے مطابق رہا۔ سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبد الرحمن نے اُن کے اسی خطبہ کی طرف اشارہ کر کے کہا ہے کہ "خدا کی قسم عمرؓ نے وفا کی۔ وہ سختی کے موقع پر سختی مین اور نرمی کے موقع پر نرمی مین زیادہ ہوئے" سر ولیم میور کا قول ہے کہ "نوجوانی مین وہ آتش مزاجی اور بے صبر طبیعت کے سبب سے مشہور تھے اور نیز پیغمبر صلعم کے پچھلے دنون مین بھی وہ بدلہ اور سزا کے تند اور سخت وکیل تھے۔ تلوار کو نیام سے نکالنے کے واسطے ہمیشہ تیار رہتے تھے اور یہی تھے جنھون نے بدر مین تمام قیدیون کے قتل کر دینے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن عمر اور اپنے عہدہ کے بوجھ نے اُن کی طبیعت کی سختی کو نرم کر دیا تھا" ۵۲ حضرت عمرؓ کی طبیعت کی نرمی اور مساکین اور محتاجون کی مدد کرنے مین مصروف رہنے اور تواضع کرنے کے واقعات اور مثالین بیان ہو چکی ہین اور اور بھی اس قسم کے واقعات ہین کہ مثلاً ایک دن ایک اپاہج معذور شخص کو دیکھ کر اُس کی کیفیت دریافت کرنے بیٹھ گئے اور اُس کی معذوری اور حال کو دیکھ کر رو دئے اور اُس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ مگر ہم اب اس باب کو ایسے واقعات سے طوالت نہین دینا چاہتے۔ عام طور پر احسان اور مروت کرنے کے واقعات بھی بیان ہوئے ہین کہ ایک دفعہ اُن کے رشتہ دارون مین سے کسی شخص نے اُن سے بیت المال سے کچھ مانگا۔ حضرت عمرؓ نے اُسے جھڑک دیا اور کہا کہ شاید تو چاہتا ہے کہ خدا کے سامنے مین خائن بن کر جاؤن مگر اپنے مال سے

۵۱ ازالۃ الخفا سیاست ۵۲ انلس آف خلافت صہ ۲۴۴ ۔

اُس کو دس ہزار (یا ایک ہزار) درہم دیے ۵۱؎۔ اسی طرح اسید بن حضیر کا جب انتقال ہوا تو وہ حضرت عمرؓ کے واسطے ایک تحریری وصیت چھوڑ گیا۔ اُس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ چار ہزار کا مقروض ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا کھجورون کا باغ چار سال کے واسطے چار ہزار کے عوض مین گرو کرکے اُس کا قرضہ ادا کر دیا ۵۲؎۔ ایسی ہی وہ فیاضی بھی کرتے تھے مگر اُن کے ساتھ جو درحقیقت مستحق ہوتے تھے اور اس کی بہت سی مثالین گذر چکی ہین۔ غصہ آتا تھا تو اُس کو دور کرتے تھے۔ ایک دن غصہ مین آئے تو پانی مانگا اور ناک مین ڈالا اور کہنے لگے کہ غضب شیطان سے ہے اور اسی طرح دور ہوتا ہے ۵۳؎۔

حضرت عمرؓ کی طبیعت سے گو ابتدائی سختی اور درشتی جاتی رہی تھی مگر اس کا یہ مطلب نہین ہے کہ وہ سوائے نرمی کے کچھ نہین کرتے تھے بل کہ یہ کہ جہان سختی مناسب ہوتی تھی سختی اور جہان نرمی واجب ہوتی تھی وہان نرمی کرتے تھے۔ اُن کا رعب جیسا کہ بادشاہ اور معلم وغیرہ کا ہونا چاہیئے دلون مین موجود تھا۔ یہ مشہور ہے کہ لوگ اور کی تلوار سے اتنا نہین ڈرتے تھے جتنا کہ اُن کے دُرّے سے ڈرتے تھے جس کو اُنھون نے ہی سب سے اول بنایا تھا۔ انگریزی مورخ لکھتا ہے کہ "درہ ہاتھ مین لیئے وہ مدینہ کے کوچون اور بازارون مین پھرتے تھے اور واردات کے موقع پر ہی مجرم کو سزا دینے کو تیار رہتے تھے۔ اور یہ بات ضرب المثل ہوگئی کہ 'حضرت عمرؓ کا دُرّہ دوسرون کی تلوار سے زیادہ خوف ناک ہے'' مگر باایں ہمہ وہ رحم دل تھے اور یتیمون اور بیواؤن کی مدد کرنے اور حاجت روائی کرنے کے بے شمار حالات بیان کیئے گئے ہین" ۵۴؎ اصل یہ ہے کہ اُن کا رعب اور جلال یہ کچھ مصنوعی بھی نہیں تھا کہ بدلنے سے بدل سکتا۔ یہ اُن کی صورت سے قدرتی طور پر نمایان تھا چنان چہ سفر شام مین جب آپ اسقف پادری کے گھر مین ٹھہرنے کے واسطے جا رہے تھے تو اُس نے دیکھ کر حضرت عمرؓ کو پہچان لیا کہ یہی امیر المومنین ہین۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تو نے مجھ کو کیون کر

۵۱؎ طبری و ازالۃ الخفا۔ ۵۲؎ ازالۃ الخفا۔ ۵۳؎ ازالۃ الخفا تصوف و سلوک۔ ۵۴؎

۵۴؎ انلس آف خلافت صفحہ ۲۸۵

پہچانا - حالانکہ تونے کبھی مجھ کو دیکھا نہ تھا - اُس نے جواب دیا کہ اس ہیبت سے جو آپ کے چہرے سے ظاہر ہوتی ہے [1] ایک اور واقعہ جو مختلف طرح سے بیان کیا جاتا ہے اس کی عمدہ مثال ہے کہ قیصر روم نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک سفیر بھیجا اور بعض روایات مین ہے کہ اُن کو قتل کرنے کی غرض سے جبالہ کے بہکانے سے ایک شخص بھیجا - وہ سمجھا کہ ایسے زلزلہ کا شخص ہے تو اُس کی کوئی بڑی بارگاہ ہوگی - یہان مدینہ مین آکر دیکھا تو رہنے کا جھونپڑا تک ٹھیک نہین ہے اور امیر المومنین ہین کہ اُن کا کہین پتہ نہین ملتا - آخر ایک بڑھیا نے بتایا کہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی فلان نخلستان مین چھوڑے چلی آتی ہون سفیر نے جا کر دیکھا تو واقعی ایک درخت کے تلے پڑے سوتے ہین - جاگے تو اپنا مطلب عرض کرنا چاہا - مگر مارے ہیبت کے نہ قدم آگے کو اُٹھتا تھا اور نہ بات مُنھ سے نکلتی تھی - سر سے پانون تک کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا

ہیبت حق است این از خلق نیست　　ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

آپ ہنستے کم تھے جو رعب و ہیبت کی ایک یہ بھی خاصیت تھی اور تعریف کو پسند نہ کرتے تھے ایک دن ایک شخص نے اُن کی تعریف کی تو کہنے لگے کہ کیا تو مجھے اور اپنے نفس کو ہلاک کرتا ہے - حضرت عمرؓ کے ارادے کی مضبوطی اور نیکی کرنے اور نیکی کرانے اور نیکی کی تعلیم کرنے کی مضبوط قوت نے اُن کی نسبت کہلایا ہے کہ شیطان اُن سے عاجز رہتا ہے اور جس راستہ سے وہ جاتے ہین شیطان اُس راستہ سے نہین گذرتا - اُن کی اس عجیب و غریب قوت کے تصور نے لوگون کے دلون پر عجیب اثر کیا ہے کہ جن لوگون کو رات کو بُرے خواب آتے ہین وہ شیطان کو ڈرانے کے واسطے اُن کا نام اپنی چھاتی پر اُنگلی سے سوتے وقت لکھتے ہین اور اس یقین سے بُرے خوابون سے محفوظ رہتے ہین -

حضرت عمر کا زہد و تقویٰ اور عبادت اور خدا ترسی اُنھین کے ساتھ خاص ہے ادائے فرائض مین اُن کی قوت ہر زمانے مین ہدایت کرنے والے ہوگی - ایک دفعہ مغرب کی نماز قضا ہوجانے

[1] طبری صفحہ ۲۷۰۹

مین اس کے عوض مین ایک غلام آزاد کیا[1]

سعید بن مسیب کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ آدھی رات کی نماز کو محبوب سمجھتے تھے[2] زید بن اسلم کے باپ سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ رات کو جس قدر ہو سکتا تھا نماز پڑھتے تھے جب آخر رات ہوتی تو اپنے اہل کو بھی نماز کے لیئے جگاتے اور الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہہ کر اُن کو پکارتے اور یہ آیت پڑھتے

وامر اہلک بالصلوۃ واصطبر علیہا لانسئلک رزقاً نحن نرزقک والعاقبۃ للتقوی

جس رات آپ زخمی ہوئے ہین صبح کی نماز کے واسطے اُٹھے اور کہنے لگے کہ جو شخص نماز کو ترک کرے اُس کو اسلام سے کچھ حظ حاصل نہین ہے۔ اس کے بعد نماز پڑھی اور زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ آپ کہا کرتے تھے کہ صبح کی نماز مین جماعت کے لیئے حاضر ہونا مجھے تمام رات کھڑے رہنے سے زیادہ محبوب ہے[3]

جب رمضان کا مہینا آتا تو آپ کو نہایت خوشی ہوتی اور کہتے کہ پاک اور پاک کرنے والے کو مرحبا۔ یہ کل کا کل خیر ہے[4] عبداللہ بن عمر راوی ہین کہ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے پہلے دو سال پے درپے روزے رکھے[5]

زمانۂ خلافت مین ہر سال آپ حج کے واسطے جاتے تھے صرف اپنی خلافت کے پہلے سال مین عراق اور شام کے خدشون کے سبب سے نہین جا سکے۔ تین دفعہ عمرہ کے واسطے گئے[6] آپ کہا کرتے تھے کہ جاڑا عبادت کرنے والے کے واسطے غنیمت ہے اور جب رات کو کھڑے ہوتے تو کہتے خدایا تو میرے درجے کو دیکھتا ہے اور میری حاجت کو جانتا ہے تو ہی میری حاجت روائی کر تا کہ مین فلاح اور آرام پاؤن اور میری دعائین مقبول ہون۔ پہلے بھی تو نے مجھے معاف کیا اور رحم کیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد دعا مانگتے کہ خدایا دنیا مین کوئی چیز قائم رہنے والی نہین ہے اور نہ کوئی حالت برقرار رہنے والی ہے۔ خدایا تو مجھے ایسا کر دے کہ مین اس مین علم کے

[1] و [2]۔ ازالۃ الخفا باب تصوف وسلوک توبہ۔ [3]، [4]، [5]۔ ازالۃ الخفا۔ [6] انلس آف خلافت صفحہ ۲۶۲۔

ساتھ بولون اور حلم کے ساتھ خاموش رہون۔ خدایا مجھے بہت دنیا نہ دے کہ شاید مین سرکش ہوجاؤن اور نہ بہت تھوڑی کہ شاید تجھے بھول جاؤن۔ پس تھوڑی ہو اور کافی ہو اس سے بہتر ہے کہ زیادہ ہو اور لہو مین ڈالے [۱]

خوف خدا سے ہر وقت کانپتے اور ڈرتے اور گریہ وزاری کرتے تھے۔ اکثر اوقات آپ معصوم بچون کو پکڑ کر کہتے کہ تم میرے لیئے خدا سے دعا مانگو [۲] حضرت علی اور امام حسن اور امام حسین کے پاس کھڑے ہوے ایک دن رونے لگ گئے کہ معلوم نہین مین نے امت رسول اللہ پر حکومت کرنے مین برا کیا ہے یا بھلا کیا ہے [۳] حسن سے روایت ہے کہ حضرت عمر اپنے ورد مین رویا کرتے تھے یہان تک کہ منھ کے بل گر پڑتے تھے اور کئی دن تک گھر مین مریض رہتے تھے [۴] ایک دفعہ انھون نے سورہ اذالشمس کو پڑھا جب **واذا الصحف نشرت** تک پہونچے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے اور کئی روز تک بیمار رہے [۵] ایک دن ایک شخص کے مکان کے پاس سے گذرے جو نماز مین سورہ طور پڑھ رہا تھا حضرت عمر سننے کے واسطے کھڑے ہو گئے۔ جب وہ ان عذاب ربک لواقع پر پہونچا تو یہ اپنی سواری سے اُتر پڑے اور بے ہوشی مین اُس کی دیوار کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور دیر تک بیٹھے رہے۔ آخر اپنے گھر پہونچے جہان ایک مہینہ تک بیمار رہے۔ لوگ اُن کی بیمارپرسی کو آتے تھے مگر کسی کو بیماری کا سبب نہین معلوم ہوتا تھا [۶]

عبداللہ بن عیسیٰ بیان کرتے ہین کہ حضرت عمر کے چہرے پر رونے کے باعث دو کالے داغ پڑ گئے تھے [۷] انس بیان کرتے ہین کہ مین نے دیوار کے پیچھے سے حضرت عمر کو کہتے ہوئے سنا کہ اے واے عمر خطاب تو امیرالمومنین ہے واللہ اے ابن خطاب تو خدا سے ڈرتا رہیو ورنہ اللہ تجھے عذاب دے گا [۸] عبداللہ بن عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہین کہ مین نے دیکھا کہ حضرت عمر نے ایک دفعہ ایک تنکا زمین پر سے اٹھالیا اور کہنے لگے کہ کاش مین یہ تنکا ہی ہوتا اور کاش میری مان مجھے نہ جنتی [۹] ایک دفعہ ایک سائل نے آکر کپڑے کا سوال کیا حضرت عمر نے کہا اگر مین دو دن تو کیا

[۱] ۱-۲-۳-۴-۵-۶- ازالۃ الخفا۔ [۷] ازالۃ الخفا و سیوطی۔ [۸]، [۹] سیوطی۔

اُس نے جواب دیا کہ مین چلا جاؤن گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا تو پھر کیا ہوگا۔ اُس نے جواب دیا کہ

تکون عن حالی لتسئلنہ	پھر یہ ہوگا کہ میرے حال سے تجھ سے سوال ہوگا۔
یوم تکون الاعطیات جنہ	جس دن کہ صدقات ڈھال ہونگے۔
والوقف المسئول بیتبنہ	اور مسئول سوچتا ہوگا کہ
اما الی نار واما الی جنتہ	مین دوزخ کی طرف جاؤن یا بہشت کی طرف۔

حضرت عمر اس جواب کو سُن کر رو پڑے اور اُسے کپڑا دے کر رخصت کیا۔ دنیا کی بے ثباتی کا خیال کسی وقت آپ کو بھولتا نہ تھا۔ ایک دفعہ حج مین جاتے ہوئے ضجنان کے جنگل مین اپنے بچپن کے دنون کو یاد کیا اور اپنی موجودہ ذمہ داریون کا خیال کیا اور یہ اشعار پڑھنے لگے

لا شئے مما یری تبقی بشاشتہ	کوئی چیز ایسی نہین جس کی تازگی باقی رہتی دیکھی جائے
یبقی الالہ ویودی المال والولد	اللہ باقی رہے گا اور مال اور اولاد سب فنا ہو جائینگے۔
لم تغن عن ہرمز یوماً خزائنہ	ہرمز سے اُس کے خزانون نے ایک دن بھی موت کو نہ ٹلایا
والخلد قد حاولت عاد فما خلدوا	اور عاد نے ہمیشہ رہنے کا ارادہ کیا پس وہ نہ رہ سکا۔
ولا سلیمان اذ تجری الریاح لہ	اور نہ سلیمان جب کہ ہوائین اُس کے تابع جاری ہوتی تھین
والانس والجن فیما بینہا یرد	اور نہ آدمی اور جن جو اُس کے آگے رہتے تھے
این الملوک التی کانت منازلہا	وہ بادشاہ کہان ہین جن کی منزلون مین
من کل اوب الیہا راکب لغد	ہر ایک طرف سے سوار آیا کرتے تھے
حوض ہنالک مورود بلا کذب	یہان ایک حوض ہے جس پر ضرور وارد ہوتا ہے
لابد من وردہ یوما کما وردوا	اُس پر اترنے سے کسی کو چارہ نہین جب سے وہ اُس میں اُترے۔



حضرت عمرؓ کی مہر پر یہ عبارت کندہ تھی۔ "کفی بالموت واعظاً یا عمر"۔ ایک انگریزی مورخ نے اُن کی خلافت کی مہر کا کندہ حرف اُنکا نام یون لکھا ہے۔

حضرت عمرؓ کی اس سخت اور درشت اور ڈرانے والی صورت کے نیچے ایک دل تھا جو خوف خدا اور خدا اور رسول کی محبت مین پگھلا اور گھلا ہوا تھا۔ آن حضرت کے مبارک زمانے کی یاد اور اُن کی یادگارون کا دیکھنا اور سُننا اُن کی آنکھون سے خون کے آنسو نکال لاتا تھا۔ دوسرے سفر شام کا ایک واقعہ پڑھ کر تمام محبت والے دل بھر آتے ہین کہ جب حضرت عمرؓ شام سے روانہ ہونے لگے تو اصحاب نے کہا کہ حضرت بلال سے جو شام مین جا رہے تھے اور آن حضرت صلعم کی وفات کے بعد اُن کی اذان سُننے کا کبھی اتفاق نہین ہوا تھا اذان کہلوائین۔ موذن رسول اللہ نے جب اپنی مشہور بلند آواز سے اذان کہنی شروع کی تو آن حضرت صلعم کے زمانہ امامت کا نقشہ اُس دم ان سب کی آنکھون کے سامنے پھر گیا۔ اُن جنگ جُو بہادرون اور شیر دل لوگون کے دل پانی کی طرح پگھل گئے اور بچون کے مانند اس طرح ڈاڑھین مار مار کر روئے اور وہ گریہ وزاری اور نالہ و بکا کیا کہ اُس کی کیفیت نہین بیان ہوسکتی حضرت عمرؓ کے واسطے تو گویا قیامت ہی آگئی اور بالکل بے ہوش ہو گئے ؎۱

عجب اور تکبر کے خیال کو تو وہ اپنی روح کا برباد کر دینے والا سمجھتے تھے اور عجب طرح سے اپنے نفس کی ذلت کرتے تھے۔ زید بن ثابت حضرت عمر کے منشی نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ اپنے کندھے پر پانی کی مشک اُٹھائے ہوئے لوگون کے درمیان سے جا رہے ہین۔ اُن کی اس حرکت سے تعجب ہوا اور پاس جا کر کہنے لگے یا امیر المومنین۔ حضرت عمرؓ نے کہا چپکا ہو جا مین تجھے بتا دون گا۔ ایک بڑھیا کے گھر جا کر وہان سے جب لوٹ کر گھر آئے تو زید نے پھر پوچھا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ تیرے جانے کے بعد میرے پاس روم اور فارس کے قاصد آئے تھے اور کہنے لگے کہ اے عمر تیری نیکی اللہ کے واسطے ہے اور لوگ تیرے علم و فضل اور عدل پر متفق اللسان ہین۔ جب وہ چلے گئے تو مین نے دیکھا کہ میرے مین اس سے تکبر اور غرور داخل ہو رہا ہے تب مین اُٹھ کھڑا ہوا اور نفس کے ذلیل کرنے کے واسطے کیا جو کچھ کیا ؎۲ اسی طرح ایک دن اپنی گردن پر پوستین ڈالے ہوئے نکلے لوگون

؎۱ طبری ص ۲۵۲۰۹ وانلس آف خلافہ ص ۱۲۸۔ ؎۲ ازالۃ الخفا تصوف و سلوک۔

نے سبب پوچھا تو بتایا کہ میرے نفس مین عجب داخل ہوا تھا مین نے اُس کو ذلیل کرنا چاہا سلہ اور عجیب و غریب واقعات اس قسم کے بیان ہوئے ہین کہ تکبر کے خیال کو دور کرنے کے واسطے وہ کس کس طرح سے اپنے نفس کی تذلیل کرتے تھے

ہر رات کو حضرت عمرؓ اپنے نفس سے حساب کرتے تھے کہ آج کے دن مین نے کچھ نہین کیا۔ فلان کام کیا۔ فلان کام کیا۔ اپنی غلطیون پر اپنے آپ کو خود سزا دیتے تھے اور اپنی پیٹھ پر درّہ مارتے تھے۔ جب کوئی شخص اُن کو کہتا کہ خدا سے ڈر تو اس کا شکریہ ادا کرتے اور کہا کرتے تھے کہ خدا اُس کا بھلا کرے جو ہمارے عیب ہم پر ظاہر کردے سلہ۔ اور لوگون سے عیوب دریافت کرتے رہتے تھے۔ اور مسلمانون مین جو لوگ صاف گو نڈر تھے اور حق کہنے کی جرات کرتے تھے اُن کے ہونے پر خدا کا شکر کرتے تھے سلہ حضرت علی کا قول ہے کہ جب صالحین کا ذکر آوے تو عمرؓ کا ذکر ضرور کرنا چاہیئے سلہ

حضرت عمرؓ کو غصہ آنے کی حالت مین اُن کا غصہ فرو کرنے کی ایک عمدہ تدبیر کلام الٰہی اُن کے سامنے پڑھ دینا تھا۔ جو اُن پر ایک برقی اثر کرتا تھا ایک دفعہ حر بن قیس کا چچا حر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے حضرت عمرؓ کے پاس لے چل۔ حر نے کہا مجھے خوف ہے کہ تو وہان جا کر کوئی نامناسب بات کہ دے۔ اُس نے کہا مین ایسا نہین کرون گا۔ مگر حضرت عمر کے پاس جا کر وظائف دینے مین اُن کی بے انصافی کی شکایت کی جس سے حضرت عمرؓ کو غصہ آگیا اور اُس کے ساتھ سختی کرنے کا ارادہ کیا۔ حر نے کہا یا امیر المومنین خدا فرماتا ہے۔ خذ العفو وأمر بالمعروف واعرض عن الجاہلین حضرت عمرؓ اس کو سنتے ہی خاموش ہوگئے سلہ ایسے اور بھی واقعات ہین۔ ابن عمر کا قول ہے کہ مین نے کبھی حضرت عمرؓ کو ایسا غضبناک نہین دیکھا کہ اُن کے سامنے اللہ کا نام لیا جائے یا خدا سے ڈرایا جائے اور کوئی آیت پڑھی جائے کہ وہ اپنے ارادے سے باز نہ رہے ہون سلہ

سلہ ۱۔ ۲ و ۳۔ ازالۃ الخفا تصوف وسلوک۔ سلہ ۴ سیوطی۔ سلہ ۵ ازالۃ الخفا کلمات صر ۲۰۷

سلہ ۶ سیوطی۔ ازالۃ الخفا موافقات صر ۱۶۵۔

بلال نے ایک روز اسلم سے پوچھا کہ تم حضرت عمرؓ کو کیا جانتے ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ اس سے وہ بہتر ہین مگر غصہ کی حالت مین پناہ بخدا۔ بلال نے کہا کاش غصہ کی حالت مین تو اُن کے سامنے قرآن پڑھتا اور اُن کا غصہ فوراً فرو ہو جاتا ؂۱

حضرت عمرؓ کی ذہانت اور حاضر جوابی کا ایک واقعہ بیان کرنے کے لائق ہوگا۔ کہ ایک دن ایک یہودی اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ نے خداوند تعالیٰ کے اس قول کو پڑھا ہے سارعو الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضہا السموات والارض۔ تو زمین و آسمان جب عرض جنت مین آگئے تو دوزخ کہان گیا۔ حضرت عمرؓ نے اصحاب رسول اللہ کو کہا کہ اس کو جواب دو مگر سب خاموش رہے۔ تب حضرت عمرؓ نے یہودی کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تو دن کو دیکھتا ہے جب دن آتا ہے تو کیا وہ زمین و آسمان کو نہین بھر دیتا۔ اس نے کہا ہان حضرت عمرؓ نے پوچھا اُس وقت رات کہان جاتی ہے۔ اس نے جواب دیا جہان اللہ چاہے حضرت عمرؓ نے کہا پس دوزخ کو بھی جہان اللہ چاہے یہودی نے تسلیم کیا اور خاموش ہو گیا ؂۲

حضرت عمرؓ اصحاب رسول اللہ کی اُن کے مراتب کے موافق عزت اور تعظیم و تکریم کرتے تھے اور جیسا مناسب ہوتا تھا اُن سے سلوک کرتے تھے اور اُن کے مدارج کو نگاہ رکھتے تھے۔ اس کے متعلق واقعات بیان کرنا طوالت ہوگی۔ اُن کی وفات پر آپ نہایت درد اور رنج سے رویا کرتے تھے اور اسلامی اخوت کا حق ادا کرتے تھے۔ تمام متبرک اور مقدس مقامات کی تعظیم و تکریم ملحوظ رکھتے تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ مکہ مین ایک گناہ کرنا کہین باہر ستر گناہ کرنے سے برا ہے۔ یوروشلم مین عیسائیون کے مقدس مقامات پر جن کا تقدس اسلام نے بھی ملحوظ رکھا تھا اُنھون نے اُن کی عزت و عظمت کو بخوبی ظاہر کیا۔ شام مین اور ایران مین جہان کہین مقدس مکانات تھے اُن کی حفاظت اور درستی کا حکم دیا۔ شہر سوس مین جو ایران مین فتح ہوا تھا حضرت دانیالؑ کی قبر تھی حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ تعظیم کے ساتھ اُس کو قائم رکھا جائے اور بقول سر ولیم میور کے آیندہ

؂۱ و ۲۔ سیوطی۔ ازالۃ الخفا موافقات صفحہ ۱۶۵۔

ی پاک حفاظت سے تیرہ سو برس کے تغیرات اور انقلابوں سے محفوظ رہ کر وہ مقبرہ دریا کے کنارے پر آج تک موجود ہے ؎۔

افسوس ہے کہ اب ہم اُس زمانے کے قریب پہونچ گئے ہیں جب کہ دنیا کے اپنی قسم کے بے نظیر شخص اور ایک ایسے اسلامی وجود کو جس پر کہ اسلامی دنیا حضرت سرورِ کائنات کے بعد بجا فخر کر سکتی ہے دنیا سے رخصت ہوتا لکھیں وہ لوگ جنھوں نے حضرت عمرؓ کے زمانے کی خلافت کی ترقیوں اور اسلامی دنیوی عروج کو جس کے ساتھ ساتھ کہ باہر کی دنیا اسلام کی برکتوں اور رحمتوں سے بھی فیض یاب ہوتی جاتی تھی نظر تامل سے دیکھا ہے اور جن کو معلوم ہے کہ وہ اندرونی امن و اطمینان جو حضرت عمرؓ کی بے نظیر قوت انتظامی کا نتیجہ تھا پھر اس غرض کے واسطے کہ اس سے ایسے ہی عمدہ نتائج حاصل کیے جائیں پھر کبھی نہیں حاصل ہوا۔ وہ اس ناگہانی پُر الم حادثہ پر جو اسلام کی ترقیوں کے سلسلہ کو پہونچا اور اس ناقابل تلافی نقصان پر سخت رنج اور غم کرے گا۔ حضرت عمرؓ کو اگر عمر طبعی تک زندہ رہنا بھی نصیب ہوا ہوتا تو اسلامی ترقیوں کو ہم اسی نسبت سے بہت بڑھے ہوئے درجے پر دیکھتے اور ہر ایک بشر کے ضروری انجام کا خیال اُن کی وفات پر افسوس کرنے والے کو تسلی دینے والا ہوتا مگر اُن کی اس بے وقت وفات پر درحقیقت صبر کرنے سے صبر بھی نہیں آتا۔

انگریزی مورخ اس درد انگیز واقعہ کے بیان کو ان الفاظ سے شروع کرتا ہے کہ "حضرت عمرؓ کی خلافت کو یہ گیارھواں سال تھا اور اگرچہ اُن کی عمر پچپن سال کی (اور ایک اور روایت کے موافق ساٹھ سے اوپر) تھی۔ لیکن وہ توانا اور اپنی عظیم اور وسیع ذمہ داریوں کے پورا کرنے میں جو اُن کو سپرد کی گئی تھیں ویسے ہی پرجوش ہوشیار اور مستعد تھے۔ تئیسویں سال ہجری کے آخری مہینے میں اپنے معمول کے موافق اُنھوں نے مکہ معظمہ کا سفر کیا اور اس موقع پر ازواج رسول اللہ کو ہمراہ لے جا کر سالانہ حج ادا کیا۔ مدینہ کو واپس آتے ہوئے اُن کو صرف چند ہی روز گذرے تھے کہ اُن کی حکومت ایک الم ناک اور غمگین اور بے وقت انجام کو پہونچ گئی ؎۔

؎ ۱ و ۲۔ انلس آف خلافۃ صفحات ۲۵۲ و ۲۸۰۔

روایت کی۔

کی مبیش بہا زندگی کو بے وقت ختم کردے

کے واسطے ہوشیار کر دیا ہو۔

آپ کی شہادت کا واقعہ اس طرح پر ہے کہ فیروز نام ایک ایرانی

نام سے مشہور تھا مغیرہ عراق سے لایا تھا۔ بچپن مین وہ رومی عیسائیون کے ہاتھ مین غلام بن چکا تھا اور عیسائی ہو گیا تھا۔ اب مغیرہ کی غلامی مین وہ مدینہ مین بڑھئی کا پیشہ کرتا تھا اور اُس کی آمدنی سے مغیرہ حصہ لیتا تھا۔ ایک دن بازار مین وہ حضرت عمرؓ سے ملا اور اُن سے کہنے لگا کہ یا امیرالمومنین آپ میرا انصاف کرین کہ مغیرہ مجھ سے بہت زیادہ رقم لیتا ہے جس کو مین نہین ادا کر سکتا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کتنی؟ اُس نے جواب دیا دو درم روزانہ۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ تو کام کیا کرتا ہے۔ اُس نے کہا۔ بڑھئی۔ لُہار اور نقاش کا کام کرتا ہون۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ایسے ہوشیار کاریگر کے واسطے یہ کچھ زیادہ نہین ہے۔ حضرت عمرؓ نے اُس سے یہ بھی کہا کہ مین نے سُنا ہے کہ تو ایسی چکی بناتا ہے جو ہوا سے چلتی ہے۔ اُس نے کہا ہان۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ایسی چکی ہمارے لیئے بنا دے۔ اُس نے مُنھ بگاڑ کر جواب دیا کہ اگر زندہ رہے تو ایسی چکی بنا دون گا جس کی شہرت مشرق سے مغرب تک ہو جائے گی۔ یہ کہہ کر وہ چل دیا اور حضرت عمرؓ نے دل مین کہا کہ یہ مجھ کو دھمکی دے گیا ہے۔

دوسرے دن کی صبح کو نماز فجر کے واسطے جب مسجد مین لوگ جمع ہوئے تو ابو لولو بھی کہین اُنھین مین مل کر بیٹھ گیا اور جب حضرت عمرؓ امامت کے لیئے کھڑے ہوئے تو وہ پہلی صف مین نمازیون مین کھڑا ہوا۔ حضرت عمرؓ صرف تکبیر کہنے پائے تھے اور بعض روایت کے بموجب ایک رکعت نماز

رر ہلی

رہ کا شکار ہو جانے سے ایک اور بڑا نقصان یہ ہوا کہ

نہ کر سکے۔ اُن کو ہمیشہ اس بات کی فکر رہتی تھی اور سوچتے تھے

نین موسوم کرین۔ مگر کوئی آخری فیصلہ وہ نہین کرنے پائے تھے۔ اور اُس وقت بھی

وہ اپنے فیصلے پر بھروسہ نہین کر سکے۔ اُنھون نے چھ اصحاب حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ۔ طلحہ اور زبیر اور عبدالرحمن بن عوف اور سعد کو موسوم کیا کہ وہ اپنی متفقہ رائے سے ایک شخص کو خلافت کے واسطے تجویز اور منتخب کر لین۔ طلحہ اُس وقت مدینے مین موجود نہ تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر وہ تین دن تک آجائے تو اُس کو شریک مشورہ کر لینا ورنہ پانچون ہی بیٹھ کر فیصلہ کر لینا۔ تا انفصال امامت کے واسطے صہیب کو نامزد کیا۔ اس مین نہایت دانشمندی تھی کیون کہ اگر انھین بزرگون مین سے کسی شخص کو امامت کے واسطے کہتے تو اُس کی نسبت یہ خصوصیت فیصلہ پر اثر ڈالنے کو پیدا ہو جاتی جیسے کہ حضرت ابو بکرؓ کے معاملے مین ہوا تھا۔ اسی سبب سے اُنھون نے ایک ایسے شخص کو امامت کے واسطے کہا جس کو خلافت کے خیال سے کچھ تعلق نہ تھا۔ ان پانچون اصحاب کو انتخاب کے لیئے موسوم کرنے کے بعد اُن کو باری باری سے وصیت کی اور انتخاب کرنے کی ذمہ واری اور اپنے قبیلہ کی رعایت کرنے کے خیال کے خطرے سے اُن کو آگاہ کیا۔ حضرت علیؓ سے کہا کہ اللہ سے ڈرنا اور اگر لوگون کے امور سے کسی چیز کا والی ہو تو بنی ہاشم کو اُن کا والی نہ بنانا۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ کو کہا کہ اپنے اقربا اور قبیلہ کے لوگون کو ترجیح نہ دینا۔ اُن کی وصیتین مختلف اور مختلف طرح سے بیان کی گئی ہین۔ جاریہ بن قدامہ سعدی بیان کرتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے پہلے اصحاب

رسول اللہ کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ پھر انصار پھر اہل شام اور پھر اہل عراق کو۔ لوگ اُن کے پاس جاتے تھے اور رو کر اور اُن کی صفت کہ کر چلے آتے تھے۔ سب کے آخر ہم گئے دیکھا کہ اُن کا پیٹ سیاہ چادر سے بندھا ہوا ہے اور خون ٹپک رہا ہے۔ ہم نے کہا کہ ہمیں وصیت کیجئے تو فرمانے لگے کہ کتاب اللہ پر عمل کرنا۔ اگر تم اس کا اتباع نہ کروگے تو گمراہ ہو جاؤگے۔ اور مہاجرین کے واسطے تم کو وصیت کرتا ہوں کہ لوگ بہت ہیں اور وہ تھوڑے ہیں اور انصار کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ وہ دین کا گھر ہیں اور اعراب کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ تمہارا اصل اور مادہ ہے اور اہل ذمہ کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ وہ تمہارے نبی کا طریق اور تمہارے کنبوں کا رزق ہے" مسور بن مخرمہ کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ کو جب کہ اُن کی ایک انگلی زخمی تھی۔ میں نے کہتے ہوئے سنا کہ "اے قریش کے لوگون میں تم پر لوگون سے کچھ خوف نہیں کرتا۔ تم سے لوگون پر خوف کرتا ہوں۔ تمہارے درمیان مین دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں جب تک اُن کو لازم سمجھوگے نیکی کو پہونچوگے۔ حکم اور تقسیم میں فیصلہ اور انصاف کرنا اور تمہارے بین بین اونٹوں کی قطار کی روش چھوڑ چلا ہوں۔ خبردار کوئی قوم ٹیڑھی نہ ہو جائے ورنہ وہ روش بھی ٹیڑھی ہو جائے گی" غرض جو وصیت اُنھون نے اپنے جانشین کے واسطے کی اُس کا ماحصل خوف خدا۔ انصار کی خاطرداری اور اعراب کی حق شناسی اور اہل ذمہ کے ساتھ حسن سلوک۔ اُن کے معاہدن کو پورا کرنا۔ اُن کی حفاظت کرنا۔ اُن کے دشمنون سے لڑنا اور برداشت سے زیادہ اُن کو تکلیف نہ دینا تھا۔" اس کے بعد وہ ناطاقتی سے تھوڑی دیر کے واسطے خاموش ہو گئے۔ اور پھر اپنے بیٹے عبداللہ سے پوچھا کہ مجھے کس نے زخمی کیا۔ جب معلوم ہوا کہ ابولولو نے کیا ہے تو فرمایا کہ الحمدللہ وہ ایسا شخص نہ تھا جو خدا کی عبادت کے واسطے جھکا ہو یعنی غیر مسلمان کے ہاتھوں سے شہید ہوا ہوں۔ پھر عبداللہ کو کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس جا کر اُن سے اجازت مانگئے کہ مجھے اپنے حجرے میں آنحضرت صلعم کے پہلو میں دفن کیے جانے کی اجازت دیں اور کہا کہ اگر وہ اجازت نہ دیں تو مسلمانوں کے قبرستان بقیع میں مجھے دفن کر دینا۔ حضرت عائشہ نے اگرچہ کہا کہ حجرے میں ایک ہی قبر کی اور جگہ تھی جو میں نے اپنے لیئے رکھ چھوڑی تھی مگر حضرت عمرؓ کا وہاں

دفن کیا جانا منظور کرلیا۔ آخر تک حضرت عمرؓ نے اپنے خاندان کو خلافت سے جدا رکھنے کا خیال پورا کیا اپنے بیٹے عبداللہ کو اہل شوریٰ یعنی منتخب کرنے والون مین داخل تو کیا مگر اس شرط پر کہ وہ نہ منتخب ہونگے اور وصیت کی کہ "اے عبداللہ یاد رکھ اگر وہ (اہل شوری) انتخاب مین اختلاف کرین تو تجھ کو کثرت راے کا طرفدار ہونا چاہیے۔ اگر اُن کی راہین برابر ہون تو تجھے عبدالرحمن کی رائے کا طرفدار ہونا واجب ہوگا۔" اس کے بعد لوگون کو جو دروازے پر جمع ہو رہے تھے اندر آنے کی اجازت دی جب لوگ آنے جانے لگے تو حضرت عمرؓ نے اُن سے پوچھا کہ میری موت کی سازش مین کوئی بڑا آدمی تو شریک نہین تھا۔ سب نے یک زبان ہو کر پکارا کہ "خدا نہ کرے" حضرت علیؓ بھی دریافت حال کے واسطے آئے تھے اور وہ بیٹھے تھے کہ ابن عباس بھی آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے ابن عباس سے پوچھا کہ اے ابن عباس اس معاملہ (انتخاب) مین تو میرے ساتھ متفق ہے یا نہین۔ ابن عباس نے جواب دیا کہ مین متفق ہون۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ دیکھنا کہین تم اور تمہارے ساتھی مجھے دھوکا نہ دین۔ طبیب نے حضرت عمرؓ کو کھجور کا پانی پینے کو دیا مگر وہ جون کا تون زخم کی راہ سے نکل گیا۔ ناف کے نیچے کا زخم کاری لگا تھا اور اُس سے جانبر نہ ہو سکے۔ آخری لمحون مین جب اُن کا سر اپنے بیٹے عبداللہ کی گود مین تھا یہ شعر پڑھ رہے تھے:۔

ظلوم لنفسی غیر انی مسلم — میرے نفس کے لئے مشکل ہوئی ہوتی اگر مین مسلمان نہ ہوتا۔

اصلی الصلوٰۃ کلہا واصوم — مگر تمام نمازین پڑھتا اور روزے رکھتا رہا ہون۔

اور اسی طرح نیچی آواز مین کلمہ کا ورد کرتے رہے اور اسی حال مین اُن کی روح جسم عنصری سے علیحدہ ہو گئی اور اس دار فانی سے جنت برین کو سدھاری۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ۲۳ سنہ ہجری کے محرم کی چھبیسوین تاریخ تھی۔

اس طرح پر وہ واقعہ ہو گیا جس کے سبب سے اسلام پر رونے والون کو ہمیشہ رونے کے واسطے ایک وجہ ہو گئی۔ اُن کی وفات کے مرثیون مین سے شماخ کا مرثیہ دلی درد سے لکھا گیا ہے اور دل مین درد پیدا کرتا ہے جو ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔

جزی اللہ خیرا من امیر وبارکت — خدا جزائے خیر دے اُس کو جو امیر المومنین ہے

یداللہ فی ذاک الادیم الممزق — اور خداوند تعالیٰ کا ہاتھ اُس جلد مین جو خنجر سے پارہ پارہ ہو گئی ہے برکت دے۔

قضیت اموراً ثم غادرت بعدہا — تم نے اپنی خلافت مین بہت سے امور عظام کا فیصلہ کیا پھر اُن کے بعد
بوائج فی اکمامہا لم تفتق — اُن کے غلافون اور پردون مین ایسی مصیبتین چھوڑ دین جواب تک ظاہر نہین ہوئی تھین۔

ابعد قتیل بالمدینۃ اظلمت — کیا بعد ایسے مقتول کے جو مدینہ مین قتل ہوا اور جس کے لیئے تمام زمین
لہ الارض تہتز العضاہ باسوق — تاریک ہو گئی بڑے بڑے درخت اپنے تنون پر لہلہائین گے۔
(یعنی ایسا نہ ہوگا کیونکہ اُن کا غم سب مین اثر کر گیا ہے)

تظل الحصان البکر ملقی جنینہا — پاک دامن شوہردار عورتین ایسے حال مین ہو گئی ہین کہ اُن کے حمل کو
بنا خبر فوق المطی معلق — اُس خبر کی ہیبت نے جس کو شتر سوار شہر لیئے پھرتے ہین گرا دیا ہے
وما کنت اخشی ان تکون وفاتہ — اور مجھ کو یہ خوف نہ تھا کہ اُس کی موت ایک شخص خزری درڈ ھیٹ اور
بکفی سبنتی ازرق العین مطرق — گربہ چشم کمینہ کم قدر کے دونون ہاتھون سے ہو گی کیونکہ اُس کا مرتبہ اس سے بڑا تھا۔

اسی طرح پر رونے والے رویا کرین گے اور اُن کے اوصاف بیان کرنے والے اُن کے اوصاف بیان کیا کرین گے مگر وہ اتنے تھوڑے نہین ہین کہ بیان کرنے سے بیان ہو جائین۔
عبداللہ بن سلام اُن کے جنازے پر اُس وقت آئے جب کہ لوگ جنازہ پڑھ چکے تھے تو کہنے لگے کہ اگر تم نے جنازہ میرے سے پہلے پڑھ لیا ہے تو اُس کی ثنا کہنے مین مجھ سے سبقت نہ لے جاؤگے اور کہنے لگے ”اے عمرؓ تو اسلامی بھائی اچھا تھا۔ حق کا سخی تھا۔ باطل کا بخیل تھا۔ رضا کے موقع پر تو رضی ہوتا تھا اور ناراضی کے موقع پر ناراض۔ نہ تو کسی کا مداح تھا اور نہ عیب گو۔ تیرا دل اچھا تھا اور تیری آنکھ عفیف تھی“۔ انگریزی مورخ کے الفاظ بھی ہماری ہمدردی کرین گے جو اُن کی وفات کا واقعہ بیان کر کے لکھتا ہے کہ ”اس طرح وفات پائی حضرت عمرؓ نے جو پیغمبر صلعم کے بعد اسلامی

دنیا مین سب سے بڑا ہے۔ کیون کہ یہ تمام اُنھین کی دس سالہ خلافت مین تھا کہ اُن کی دانائی۔ صبر اور قوت اور سرگرمی سے شام۔ مصر اور ایران کی ولایتین فتح ہوگئین۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کو ایسی حالت مین شروع کیا کہ وہ صرف عرب کے مالک تھے اور جب وفات پائی تو ایک اتنی بڑی سلطنت کے خلیفہ تھے جس مین ایران۔ مصر۔ اور اہل روما کی سلطنت کے عمدہ سے عمدہ صوبے شامل تھے۔ با این ہمہ اس عظیم الشان خوش قسمتی کے زمانے مین ایک عاقلانہ اور سنجیدہ فیصلون کی ہم ملکی کو نہین چھوڑا۔ اور عرب کے ایک سردار کی کفایت شعار اور سادہ زندگی سے اپنے آپ کو نہین بڑھایا۔ دور مقامات سے جب کوئی اجنبی آتا تو مسجد کے صحن مین کھڑا ہو کر پوچھتا کہ "خلیفہ کہان ہین" حال آن کہ وہ شاہنشاہ اپنی سادگی کے ساتھ وہین موجود بیٹھا ہوتا تھا۔"

حضرت عائشہؓ صدیقہ نے ایک دن ایک شخص کو بنی نساک سے رستہ مین جاتے ہوے دیکھ کر جو آہستہ آہستہ چل رہا تھا اور سر اُٹھا کر نہین دیکھتا تھا اور کسی سے کلام نہین کرتا تھا پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ کسی نے کہا کہ 'ناسک' یعنی نیک مرد ہے۔ یہ سن کر فرمانے لگیں کہ "خدا عمرؓ پر رحمت نازل کرے کہ وہ بھی نیک مرد تھا۔ جب بات کہتے تھے بلند کہتے تھے۔ جب رستہ مین چلتے تھے تو تیزی سے چلتے تھے۔ جب طعام دیتے تھے تو سیر کر دیتے تھے اور جب مارتے تھے تو ایسا کہ درد ہوتا تھا" حضرت عائشہ ہی نے اُن کے ذکر مین ایک دن کہا کہ "وہ زود فہم تھے اور اس بناوٹ کے ایک ہی تھے۔ اپنے ہم عصرون کو اُنھون نے معاملات کے واسطے تیار کیا" ابن عمرؓ کا مقولہ ہے کہ رسول اللہ کے بعد مین نے عمرؓ سے زیادہ تیز اور کھرا کسی کو نہین دیکھا۔ حضرت عثمان کو کسی نے ایک دن کہا کہ آپ حضرت عمرؓ کی طرح کیون نہین ہوتے تو کہنے لگے کہ "مجھے طاقت نہین ہے کہ مین لقمان حکیم بن جاؤن" حضرت علیؓ نے ماہ رمضان مین مساجد مین قندیلین دیکھین تو کہنے لگے کہ "خدا عمرؓ کی قبر کو ایسا روشن کرے جیسا کہ اُس نے مساجد کو روشن کیا ہے" سر ولیم میور کا قول ہے کہ "اسلامی مورخ اُس قوی اور یک طرفہ دل والے خلیفہ کو الوداع کہتے وقت اپنے دل سے آہ سرد نکالنے کا حق رکھتا ہے۔"

حضرت عمرؓ نے ستاون برس کی عمر مین وفات پائی۔ گو انگریزی مورخ چھپن برس اور بعض روایات مین تریسٹھ سال لکھی ہے۔ اُن کا زمانۂ خلافت ساڑھے دس سال کے قریب تھا۔

حضرت عمرؓ رنگ کے گورے تھے۔ سفیدی مین بہت سرخی ملی ہوئی تھی۔ قد مین آپ سب سے بلند تھے سر کے بال کم تھے۔ ڈاڑھی سپید تھی اور حنا سے رنگ کرتے تھے۔ آپ کی جسمانی خصوصیتون مین یہ امر تھا کہ دونون ہاتھون سے یکسان کام کرتے تھے۔ ذر سے روایت ہے کہ عید کے دن مین مدینہ والون کے ساتھ باہر گیا تو مین نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ ننگے پاؤن جا رہے تھے۔ بوڑھے سر پر کم بال۔ گندم گون۔ دونون ہاتھون سے کام کرنے والے۔ اور لوگون سے اتنے اونچے کہ گویا سواری پر ہین۔ واقدی اس پر کہتا ہے کہ ہم نہین جانتے کہ حضرت عمرؓ گندم گون تھے۔ شاید راوی مذکور نے اُن کو سال رمادہ مین دیکھا ہو گا۔ کیونکہ زیتون کے کھانے سے رنگ متغیر ہو گیا تھا۔ ابو رجاء عطاردی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ طویل جسیم۔ سفید رنگ والے جس مین سرخی بہت ہو ہلکے رخسارون والے (یعنی اُن کے رخسارون پر گوشت کم تھا) اور بڑی مونچھون والے تھے جن کی طرف مین بھورا پن تھا۔ آنکھون مین اُن کے سرخی بہت تھی۔ سر ولیم میور لکھتا ہے کہ "حضرت عمرؓ کے کندھے چوڑے تھے اور قد مین بلند کہ لوگون کے گروہ سے اونچے نظر آرہے ہوتے تھے۔ وہ مُن کا لمبا پڑتا تھا اور صورت مین رعب و داب تھا۔ طبعاً وہ جلدی کرنے والے اور غصہ ور تھے۔ غصہ کی حالت مین اپنی مونچھون کو بٹ دے کر نیچے مُنھ مین لے آتے تھے۔ لیکن وقت نے اُن کی طبیعت کو نرم کر دیا اور اس تحکمانہ اور رعب و داب والی صورت کے نیچے اُن کا دل نرم اور ملنسار اور متواضع تھا"

طبری نے حضرت عمرؓ کے ازواج کی تعداد سات بیان کی ہے جن مین سے تین سے جاہلیت مین نکاح کیا تھا۔ اُن کے نام زینب اور ملکہ اور قریبہ لکھے ہین۔ اور یہ کہ جب حضرت عمر اسلام لائے تو اُن سے جدا ہو گئین۔ اور مدینہ مین اُنھون نے ام حکیم اور جمیلہ اور ام کلثوم دختر حضرت علی از فاطمہ رضی اللہ عنہا اور عاتکہ بنت زید چار عورتون سے نکاح کیا۔

لیکن ایک دوسری تاریخ مین اُن کے ازواج کی تعداد چھ بیان کی گئی ہے اور حالات مین بھ

اختلاف ہے۔

پہلی زینب بنت مظعون جمحی جو عثمان اور قدامہ کی بہن تھی۔ جاہلیت مین اُس سے نکاح کیا تھا اسلام لائی اور ہجرت کر کے ساتھ گئی۔

دوسری عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل عدوی۔ آپ کے چچا زاد بھائی کی بیٹی تھی۔ اور سعید بن زید کی جو عشرہ مبشرہ مین سے ایک ہین بہن تھی۔ اُس سے جاہلیت مین نکاح کیا۔ وہ اسلام لائی اور ہجرت کر کے ساتھ گئی۔

تیسری ام کلثوم جمیلہ بنت عاصم بن ثابت بن ابی افلح انصاری۔ اس کا نام عاصیہ تھا اور حضرت عمرؓ نے اُس کا نام جمیلہ رکھا تھا اور بعض کا قول ہے کہ آن حضرت صلعم نے یہ نام رکھا تھا

چوتھی ام کلیم بنت حارث بن ہشام مخزومی۔ ابوجہل کی بھتیجی جس کا باپ اسلام لایا تھا۔

پانچوین ام کلثوم ملیکہ بنت جرول خزاعی۔

چھٹی۔ ام کلثوم بنت علیؓ ابن ابی طالب۔ بعض نے اس کا نام رقیہ بیان کیا ہے اور وہ سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا کے پیٹ سے تھین۔ اپنی خلافت کے زمانے مین حضرت عمرؓ نے اس سے نکاح کیا۔

طبری نے حضرت عمرؓ کی اولاد آٹھ لڑکے اور چار لڑکیاں لکھی ہین۔ مگر دوسرے مورخ کا بیان ہے کہ نو بیٹے اور چار بیٹیاں تھین۔ جن کے نام عبداللہ۔ عبیداللہ۔ عبدالرحمٰن اکبر۔ عبدالرحمٰن اوسط۔ عبدالرحمٰن اصغر۔ زید اکبر۔ زید اصغر۔ عیاض۔ عاصم۔ اور بیٹیون کے نام حفصہ۔ رقیہ۔ فاطمہ۔ زینب تھے۔

عبداللہ بن عمر اپنے باپ کے سب بیٹون سے افضل تھے۔ اُن کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی۔ اُن کی مان زینب مظعون تھین۔ اپنے باپ کے ساتھ صغر سنی مین اسلام لائے اور اپنے والدین کے ساتھ ہی ہجرت کی۔ بدر اور احد کے بعد سب لڑائیون مین حاضر رہے کیونکہ ان دونون لڑائیون مین وہ کم سن تھے۔ لیکن بعض نے اُن کا احد مین حاضر ہونا بھی بیان کیا ہے۔

مگر یہ قول ضعیف معلوم ہوتا ہے۔
وہ بہت بڑے عالم۔ مجتہد۔ عابد۔ سنت پر پورے چلنے والے۔ اور بدعت سے بھاگنے والے اور لوگون کو وعظ و نصیحت کرنے والے تھے۔ زہری کا قول ہے کہ ہم عبداللہ ابن عمر کی راے کے برابر کسی کی راے کو نہین سمجھتے۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلعم کے بعد ساٹھ برس تک زندہ رہے اور رسول اللہ اور اصحاب کے حال سے کوئی چیز اُن سے مخفی نہ تھی۔ حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ عبادلہ (عبداللہ بن مسعود۔ عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر) اور صحابہ مین سے وہ سب سے زیادہ روایت کرنے والے تھے۔ سنت رسول اللہ پر چلنے اور عمل کرنے کا اُن کو عشق نہ تھا بلکہ جنون تھا۔ یہان تک پہلے رسول کے دلدادہ تھے کہ جن کوچون سے رسول اللہ گذرے تھے وہان سے وہ بھی گذرتے تھے۔ اُن کے پانون پر پانون رکھتے تھے۔ جہان بیٹھ کر رسول اللہ نے وضو کیا وہان اُنھون نے بھی بیٹھ کر وضو کیا۔ اُن کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ جب تک اپنے باپ جیسے نہ ہوئے اُنھون نے وفات نہ پائی۔
سفیان ثوری عبداللہ بن عمر کی ایک عجیب و غریب عادات بیان کرتا ہے کہ جب اُن کو اپنے مال سے کوئی چیز پسند آئی تھی تو اُس کو صدقہ کر دیتے تھے۔ اُن کے غلام اس بات کو جانتے تھے اور اس سے عجب طرح سے فائدہ اُٹھاتے تھے کہ نماز اور روزہ اور عبادت مین بہت سرگرمی ظاہر کرتے تھے۔ ابن عمر جب یہ حال اُن کا دیکھتے تو اُن کو آزاد کر دیتے۔ کسی نے اُن سے کہا کہ یہ تم کو دھوکا دیتے ہین تو کہنے لگے کہ خدا کی عبادت کرنے مین جو دھوکا دے اُس کا دھوکا کھا لینے مین کچھ عیب نہین۔ اُن کے غلام نافع کا بیان ہے کہ اپنی زندگی مین اُنھون نے دس لاکھ غلام آزاد کیئے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ایک ایک مجلس مین تیس تیس ہزار صدقہ کر دیتے تھے۔ اُن کے شرف کے واسطے اس سے زیادہ کیا چاہیئے کہ رسول اللہ صلعم نے اُن کی نسبت فرمایا کہ "عبداللہ صالح آدمی ہے" اور ابن عباس کی روایت مین ہے کہ آنحضرت نے یہ بھی فرمایا کہ "ہر امت مین عالم ہوتا ہے اس امت کا عالم عبداللہ بن عمر ہے" اپنی زندگی مین اُنھون

بڑے بڑے انقلاب دیکھے۔مگر کسی امر خلافت مین دخل نہین دیا۔صحابہ کے درمیان جو جنگ اور لڑائیان ہوئین وہ اُن سب سے الگ رہے۔اپنے مرنے کے قریب کہا کرتے تھے کہ مین اپنی زندگی مین کوئی چیز ایسی نہین پاتا جس پر افسوس کرون۔اور اب اُس کے کرنے کا موقع نہ رہا ہو۔بجز اس کے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ مل کر باغی گروہ سے لڑائی نہ کی۔مکہ مین ۷۳ھ کے آخر یا ۷۴ھ کے آغاز مین اُنھون نے وفات پائی۔سبب اُن کی وفات کا یہ تھا کہ حاجیون کے انبوہ مین اُن کے پانون مین نیزے کا پھل چُبھ گیا تھا۔اُس کے زخم سے چند روز بعد وفات فرما گئے یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ دانستہ اُن کے پانون مین حجاج بن یوسف نے نیزہ چُبھوایا تھا۔سبب اُس کا یہ تھا کہ عبدالملک بن مروان حجاج کو ابن عمر کے اقتدا کے واسطے کہا کرتا تھا۔اور بعض موقعون پر عرفہ وغیرہ مین ابن عمر حجاج سے آگے ہوتے تھے اور یہ اُس کو شاق گذرتا تھا۔پس حجاج نے ایک شخص مقرر کیا جس نے زہر مین بجھا ہوا نیزہ کا پھل اُن کے پانون مین چبھویا۔عبداللہ ابن عمر نے رسول اللہ سے دو ہزار چھ سو تیس (۲۶۳۰) حدیثین روایت کی ہین۔اصحاب کی ایک بڑی جماعت اور تابعین کے ایک گروہ نے اُن سے روایت کی ہے۔

عبداللہ بن عمر کے بیٹے سالم۔عبداللہ۔عبیداللہ۔عبدالرحمن۔عاصم۔حمزہ۔زید اور بلال تھے۔ہر ایک اُن مین صاحب علم و فضل تھا۔اور سالم سب پر فائق تھے صحابہ کے بعد تابعین مین جو فقہاے سبعہ شمار کیے جاتے ہین۔سالم اُن مین سے ایک تھے۔اور اپنے باپ سے بہت مشابہ تھے۔

حضرت عمرؓ کا دوسرا بیٹا عبدالرحمن اکبر عبداللہ کا حقیقی بھائی تھا۔آنحضرت صلعم کو اُس نے دیکھا ہے۔مگر کوئی حدیث اُس سے مروی نہین ہے۔

تیسرا عیاض تھا جس کی ماں عاتکہ تھی۔

چوتھا عاصم تھا اُس کی ماں جمیلہ تھی۔رسول اللہ صلعم کی حیات مین پیدا ہوا علم مین بھی عمدہ درجہ رکھتا تھا۔اپنے باپ اور صحابہ سے حدیث روایت کی ہے اور اُن سے اُن کے بیٹون

حفص اور عبید اللہ اور اور لوگون نے۔ عمر بن عبد العزیز انھین کے نواسے تھے۔ عاصم نے
سنہ ہجری مین وفات پائی۔

پانچوان زید اکبر تھا۔ اس کی مان ام کلثوم بنت علی تھی۔ تیس برس کی عمر مین بنی عدی کی
ایک لڑائی مین اُس کا سر پھٹ گیا اور چند روز بعد اُس نے اور اُس کی مان نے ایک ہی دن وفات
پائی۔

چھٹا زید اصغر ام کلثوم بنت جردل سے تھا۔

ساتوان عبید اللہ اس کی مان بھی ام کلثوم بنت جردل تھی۔ یہ نہایت دلیر اور جنگ جو شخص
تھا۔ حضرت عمر جب شہید ہوے تو عبد الرحمن بن ابوبکر نے ان سے کہا کہ ایک دن اُس نے ابو لولو
ہرمزان اور جفینہ کے ساتھ جو حیرہ کا ایک عیسائی تھا باہم مشورہ کرتے دیکھا ہے اور اُن کے پاس
ایک دو دھارا یا دو طرفہ خنجر تھا۔ اس سے ان کو حضرت عمر کے قتل کی نسبت سازش کا شبہہ ہوا اور
تلوار لے کر ان دونون کو قتل کر دیا۔ حضرت عثمان کے سامنے اس کا مقدمہ ہوا۔ حضرت علی اور بعض
اصحاب کی رائے تھی کہ عبید اللہ کو قصاص مین قتل کرنا چاہیئے مگر عمرو بن العاص وغیرہ نے
اس سے مخالفت کی اور فدیہ دلوا دینے کی تجویز ٹھہری۔ عبید اللہ ۳۷ھ ہجری تک زندہ رہا۔ اور
صفین کی لڑائی مین معاویہ سے مل کر لڑا اور مارا گیا۔ حضرت علی کی طرف سے اُس کے دل مین وہ
رنج رہ گیا تھا۔

آٹھوان عبد الرحمن اوسط جو لہیہ لونڈی کے شکم سے تھا کنیت اُس کی ابو شحمہ تھی۔ اسی کو حضرت
عمر نے حد ماری تھی جو واقعہ بیان ہو چکا ہے۔

نوان عبد الرحمن اصغر۔ اس کی مان بھی ام ولد تھی۔

حضرت عمر کے بیٹیون مین سے اول حضرت حفصہ عبد اللہ اور عبد الرحمن اکبر کی بہن ہین جن
کا نکاح اول مکہ مین خنیس بن حذافہ سہمی سے ہوا تھا اور اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ
آئی تھین خنیس کا مدینہ مین انتقال ہو گیا تو جناب رسول اللہ نے دوسرے سال ہجرت مین اُن

سے نکاح کیا۔ ساٹھ حدیثین اُن سے مروی ہین۔ مدینہ مین ۴۵ھ ہجری میں فوت ہوئین۔

دوسری رقیہ ہین جو زید اکبر کی حقیقی بہن ہے۔ ابراہیم بن نعیم سے اُس کا نکاح ہوا تھا۔

تیسری فاطمہ ام کلیم کے پیٹ سے ان کا نکاح ان کے چچازاد بھائی عبد الرحمن بن زید بن خطاب سے ہوا تھا۔

چوتھی زینب جوام ولد فکیہ کے پیٹ سے تھی عبد اللہ بن عبد اللہ بن سراقہ عدوی سے انکا نکاح ہوا۔

حضرت عمر کی اولاد ذکور مین سے عبد اللہ اور عبید اللہ اور عاصم کی اولاد رہی اور خدا نے اُن کی نسل سے بڑے بڑے علما اور صلحا اور حافظ حدیث اور حامل آثار اور صاحب جاہ پیدا کیئے۔ ہندوستان مین بھی بہت سے فاروقی خاندان موجود ہین۔ دہلی کے چراغ اور فخر شاہ ولی اللہ صاحب اسی خاندان کی پرفیض نشانی تھے اور دکن کے ملک حیدرآباد کے اس زمانے کے مدار المہام اور وزیر اعظم

ہزاکسلنسی نواب محمد مظہر الدین خان رفعت جنگ بشیر الدولہ

عمدۃ الملک اعظم الامرا امیر کبیر سر آسمان جاہ بہادر

کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔

کا سلسلۂ نسب حضرت فاروق اعظم تک پہونچتا ہے۔

حضرت عُمر کے خطوط اور خطبات کا ذکر کرنے سے ہمارا یہ مطلب نہین ہے کہ ہم اُن کے خطوط اور خطبات کو اس کتاب مین نقل کرین۔ کیونکہ وہ اتنے تھوڑے نہین ہین کہ بجائے خود ضخیم کتابون سے کم مین اُن کی گنجائش ہو سکے۔ حضرت عُمر کے خطوط بے شمار ہین جو وہ سرداران فوج اور عمال کو لکھتے تھے۔ ضروری امور پر جو خطوط لکھے جاتے تھے اور جنگ اور صلح اور قیام اور کوچ اور معاہدون اور شرطون کی نسبت ہوتے تھے وہی گننے مشکل ہین۔ اس کے سوا عداتی امور

لکے فیصلے اور امور اہم اور واقعات کی اطلاع پر بہت خطوط لکھے گئے ہین۔ ان کے علاوہ عام طور پر ہدایات ضروری اور پند و نصائح اور تحسین اور ملامت وغیرہ مضامین پر اسی قدر خطوط لکھے جاتے تھے۔ اُن کے خطوط مین خوبی یہ تھی کہ عموماً اختصار لیے ہوئے ہوتے تھے۔ اور اسلامی دنیا کے فرامین اور احکام اور خطوط کے واسطے وہ سب سے عمدہ نمونے کا کام دے سکتے ہین حضرت عمرؓ کے دو منشی عبد الرحمن بن خلف خزاعی اور زید بن ثابت تھے۔

خطبات حضرت عمرؓ کے جو جمعہ کے دن اور اسلامی تقریبات اور اور مختلف موقعون پر کہے گئے ہین بہت کثرت سے ہین۔ اُن مین بھی پند و نصائح اور امور ضروری کا ذکر اور بیان ہوتا تھا۔ اس زمانے مین گو خطبہ کو جو جمعہ اور عید کے دن پڑھا جاتا ہے چند خاص الفاظ مین محدود کر دیا گیا ہے مگر حضرت عمرؓ کے خطبے اس بات کا ثبوت ہین کہ ہر ایک قسم کے اخلاقی اور علمی اور ملکی وغیرہ تذکرون اور ہدایتون کے واسطے وہ نہایت وسیع گنجائش رکھتے تھے اور مجالس اور جلسون کی ضرورت کو پورا کرتے تھے۔ اُن کے خطبات سے اُن کی فصاحت و بلاغت اور علم و تجربہ اور برجستہ گوئی کی قوت معلوم ہوتی تھی۔

حضرت عمرؓ کے اقوال جو کتابون مین کثرت سے بیان ہوئے ہین وہ انھین خطوط اور خطبات اور عام طور پر جو اُنھون نے لوگون کو پند و نصیحت کے طور پر فرمائے ہین اخذ کیے گئے ہین اُن مین سے چند اقوال ہم ذیل مین درج کرین گے۔ بلاشبہ ایک ایسے بزرگ اور کامیاب زندگی کے وہ ایسے اقوال ہین اور اس قابل ہین کہ اُن کو آب زر سے لکھا جائے۔ اور ہر ایک شخص ہر زمانے مین اُن کو اپنی زندگی کا راہ نما اور اصول مقرر کرے۔

اقوال

قوت فی العمل یہ ہے کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑا جائے۔ امانت یہ ہے کہ باطن ظاہر کے مخالف نہ ہو۔ پرہیزگاری بچنے کا نام ہے۔ جو شخص اللہ سے ڈرے اللہ اُسے بچاتا ہے۔

اے لوگو۔ علم کا حاصل کرنا لازمی سمجھو۔ یہ ایک چادر ہے جو خدا طالب علم کو اُڑھاتا ہے۔

ایک عالم کی موت جو اللہ کے حلال و حرام کو جانتا ہو ہزار عابد قائم اللیل
موت سے زیادہ افسوس ناک ہے۔

مین اس امت پر کسی امر کا اتنا خوف نہین کرتا جتنا کہ ایک عالم منافق کا جو
پڑھا ہوا اور دل جاہل ہو۔

علم ریا اور فخر اور سرکشی کے واسطے نہ سیکھنا چاہیئے اور اُس کے طلب
تمیم داری کو اُنھون نے پوچھا کیا چیز سرداری کراتی ہے۔ اُس نے کہا
نے کہا سچ کہا۔

علم نجوم کو بحر و بر مین رستہ تلاش کرنے کے واسطے سیکھو اور غرض سے
کسی کی مدح کرنا اُس کو ذبح کرنا ہے۔

جو شخص زیادہ ہنسے اُس کی ہیبت کم ہوتی ہے جو مسخر کرے اُس کو لوگ
جو زیادہ گو ہے زیادہ غلطی کرتا ہے۔ جو زیادہ غلطی کرتا ہے وہ کم
کم لحاظ ہو وہ پرہیزگار کم ہوتا ہے۔ جو پرہیزگار نہ ہو اُس کا دل مردہ ہو
اس سے بڑھ کر کوئی گمراہی نہین کہ لوگون کو اُس بات کی تہمت لگا
عیب وہ نکالتا ہو جو خود اُس مین ہون اور لایعنی باتون سے وقت ضا

جو شخص حرص اور طمع اور غضب سے بچا اُس نے مخلصی پائی۔

امام کے علم سے زیادہ کوئی علم اللہ کو پیارا اور نفع بخش نہین ہے ا
زیادہ بُری اور مُضر کوئی شے نہین ہے۔

تواضع یہ ہے کہ مسلمانون کو پہلے سلام کہے۔ مجلس مین کم تر جگہ پر
سمجھے۔

طمع فقر ہے اور بے غرضی غنا ہے۔

اُس شخص پر خدا رحمت کرے جو اپنے بھائی کو اُس کے عیبون سے مط

فاجر کی صحبت نہ کر اور اپنا راز اُسے نہ بتا۔ نیک سے مشورہ لے۔

اپنے نفسون سے حساب کرو پیشتر اس کے کہ تمھارا حساب ہو۔

توبۃ النصوح یہ ہے کہ بُرے عمل سے ایسی توبہ کی جائے کہ اُس پر پھر عمل نہ ہو۔

حاکمون مین سعید وہ ہے جس کی رعایا سعید ہو۔

کوئی شخص اللہ کے حکم کو لوگون مین نہین قائم کر سکتا۔ جب تک مضبوط ارادہ والا اور تجربہ کار نہ ہو۔ لوگ اُس کے عیبون پر مطلع نہ ہون۔ حق کرنے مین کسی بڑے آدمی سے اور کسی کی ملامت سے نہ ڈرے۔

ایمان باللہ کے بعد سب سے اچھی چیز نیک خلیق محبت کرنے والی۔ اور صاحب اولاد عورت ہے۔ اور کفر کے بعد سب سے بُری چیز بدخلق اور زبان دراز عورت ہے۔

جو کلمہ تیرے مسلمان بھائی کے مُنھ سے نکلے جب تک اُس کا اچھا محل پا سکتا ہے اُس کو شرارت نہ خیال کر۔

تین چیزین تیری دوستی کو تیرے بھائی [illegible] گی۔ جب اُس سے ملے سلام کہنے مین پیش دستی کرے۔ اُس کو پسندیدہ نام سے بُلائے۔ اور اپنی مجلس مین اُس کے واسطے جگہ فراخ کرے۔

مین پسند کرتا ہون کہ ایک شخص اپنے کنبہ مین بچے کی طرح ہو اور جب کاروبار مین ہو تو مرد کی طرح۔

آدمی تین قسم کے ہین۔ کامل۔ کاہل۔ اور لاشے۔ کامل وہ صاحب الرائے ہے جو لوگون سے بھی مشورہ لے اور اُن کی رائے کا موازنہ کرے۔ اُس سے کم وہ صاحب الرائے (کاہل) ہے جو اپنی رائے پر چلے دوسرون سے مشورہ نہ لے۔ تیسرا لاشے ہے جو نہ خود عقل رکھتا ہو نہ دوسرے سے رائے لے۔

خشوع دل مین ہوتا ہے۔ جو شخص لوگون کے واسطے دل سے زیادہ اپنا خشوع ظاہر

کرے وہ اپنے نفاق کا اظہار کرتا ہے۔

آدمی کے نماز و روزے کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے۔ اُس کی عقل اور سچ کی

آدمی کی عزت اُس کا دین ہے۔ اُس کا حسب اُس کا خلق خواہ فارسی ہو

بُرے آدمیوں کے ملنے سے ہجرت کرنے میں آرام ہے۔

جو شخص خود کہے میں عالم ہوں وہ جاہل ہے۔ جو خود کہے میں بہشتی ہوں

گیت سوار کا زاد راہ ہے۔

لڑکا سات سال میں دانت نکالتا ہے۔ چودہ سال میں بالغ۔ اکیس سال

ہے۔ اٹھائیس سال میں عقل پوری ہوتی ہے۔ اور کامل آدمی چالیس سال بعد

آج کے کام کو کل پر مت چھوڑ کیونکہ تیرے پر بہت کام ہو جائیں گے او

جائیں گے۔

حرص کی پیروی سے بچنا۔ کیونکہ آدمی کی خواہشیں پے در پے ہوتی

زاہدوں کے اقوال کو لکھ رکھو ۔۔۔ ن پر فرشتے مقرر کیئے ہو

مُنہ پر ہاتھ رکھے رہتے ہیں۔ اور خلاف حق کوئی بات نہیں کہنے دیتے۔

قرآن کی تفسیر اور رسول اللہ سے روایت تھوڑی کیا کرو۔ اس میں بھی

احمق کی دوستی سے بچنا جو نفع کے ارادے سے نقصان کر بیٹھتا ہے

چار چیزوں کا واپس آنا ممکن نہیں۔ کہی ہوئی بات۔ واقع ہو چکا امر۔ چھوٹا

ہوئی عمر۔

حضرت عمرؓ کا کلام اکثر "اللہ اکبر" ہوا کرتا تھا۔

تمت بالخیر